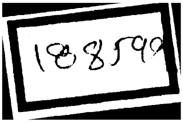

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188599

UNIVERSAL
LIBRARY

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا (رعد)

# عرب کی موجودہ حکومتیں

یعنی

عرب کی تمام قابلِ ذکر حکومتوں نجد و حجاز، عسیر، یمن، نجج، نواحی تسعہ، بحرین، کویت
عراق، اور حوادثِ فلسطین و شام کے مختصر اور جامع حالات،


مرتبہ

## شاہ معین الدین احمد ندوی

مع جغرافیہ عرب مرتبہ

طالب العلم مقیم مکۂ معظمہ



باہتمام مولوی مسعود علی صاحب ندوی

مطبوعہ معارف پریس اعظم گڈھ

۱۳۵۳ھ
۱۹۳۴ء

# مختصر فہرستِ کتاب ہذا


| شمار | مضمون | | صفحہ |
|---|---|---|---|
| | دیباچہ، | | |
| ۱ | عرب کا جغرافیہ، | | ۱-۴۵ |
| ۲ | حکومتِ نجد و حجاز، | (سلطان عبدالعزیز آلِ سعود) | ۴۶-۵۶ |
| ۳ | حکومتِ عسیر، | (سید محمد بن علی ادریسی) | ۵۷-۶۶ |
| ۴ | حکومتِ یمن، | (امام یحییٰ بن حمید الدین) | ۶۷-۸۱ |
| ۵ | حکومتِ لحج، | (سلطان عبدالکریم فضل) | ۸۲-۹۴ |
| ۶ | امارتِ نواحی تسعہ، | (یعنی نو زیرِ حمایت قبائل) | ۹۵-۱۰۲ |
| ۷ | حکومتِ بحرین، | (شیخ حمدون) | ۱۰۳-۱۲۱ |
| ۸ | حکومتِ کویت، | (شیخ احمد جابر) | ۱۲۲-۱۳۲ |
| ۹ | حکومتِ عراق مشمول | (امیر فیصل) | ۱۳۳-۱۷۰ |
| | حوادثِ فلسطین و شام، | | |

۱۳۶۴۵

# دیباچہ

**جزیرۃ العرب** مسلمانون کا مذہبی مرکز اور انکا حقیقی سرچشمۂ فیض ہے، ہندوستان کے مسلمانون کو خصوصیت سے اس سرزمین کیساتھ ایک والہانہ شیفتگی رہی ہے، اور وہ اسکی ہر خدمت کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے رہے ہیں، اس سعادت کے حصول مین کسی ملک کے مسلمانون سے انکا قدم پیچھے نہین پڑا، آج بھی اس ارض مقدس کے زائرون مین سب سے بڑی تعداد ہندی مسلمانون کی ہوتی ہے، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ اس عقیدت اور شیفتگی کے باوجود عوام کا کیا ذکر بہت سے خواص کو بھی جزیرۃ العرب کے صحیح حالات سے واقفیت نہین ہے، حج کے تعلق سے صرف ایک حجاز سے تھوڑی بہت واقفیت ہوجاتی ہے، باقی عرب کے اور کسی حصہ کے متعلق انھین کوئی معلومات نہین کہ آج جزیرۃ العرب مین کتنی حکومتین ہین؟ کہان کہان ہین؟ انکی اندرونی حالت کیا ہے؟ بیرونی دنیا سے اُن کے کیا تعلقات ہین؟ اقوام عالم مین انکی سیاسی پوزیشن کیا ہے؟

اس لاعلمی کی وجہ یہ ہے کہ اردو زبان مین اسوقت تک اس موضوع پر کوئی مستقل معلومات نہین ہین، اور ایسی کتاب کی سخت ضرورت تھی جو اس کمی کو پوری کرسکے اس لئے ہمنے اس کتاب مین عرب کی تقریباً تمام موجودہ حکومتون کے مختصر مگر جامع حالات جمع کر دیئے ہین گو یہ حالات بہت مختصر ہین، تاہم اجمالی معلومات کے لئے کافی ہین،

یہ کتاب دو حصون مین تقسیم ہے، ایک مین عرب کا محققانہ جغرافیہ ہے، دوسرے مین حکومتون کے حالات ہین، پہلا حصہ ایک صاحب نظر "طالب علم مقیم مکہ معظمہ" کا لکھا ہوا ہے، اور دوسرا کاتب سطور کا، اس حصہ مین زیادہ تر شام کے نامور اہل قلم امین ریحانی کے سفرنامہ "ملوک العرب" سے جو دو ضخیم جلدون مین ہے، مدد لیگئی ہے، موصوف ایک عربی النسل عیسائی ہین لیکن انکے مذہب پر قومیت کا رنگ غالب ہے، جسکا ثبوت سفرنامے کی ہر ہر سطر سے ملتا ہے، اسی قومیت کے ماتحت انھون نے سنہ ۲۲ء مین جزیرۃ العرب کی بادیہ پیمائی کرکے تمام عرب حکومتون کے حالات اپنی آنکھون سے مشاہدہ کئے، اس لئے موجودہ عرب کے حالات مین اس سے زیادہ مستند اور لائق اعتماد معلومات نہین مل سکتے، یہ معلومات کتاب مذکور مین کسی ایک جگہ مرتب نہین ہین بلکہ جابجا بکھرے ہوئے تھے، ہم نے انھین چنکر سلسلہ وار مرتب کر دیا ہے،

ملوک العرب کے علاوہ جابجا بعض دوسرے ماخذون سے بھی مدد لیگئی ہے، چنانچہ شام کے حالات مین شام کے دوسرے مسلمان نامور اہل قلم محمد کرد علی صاحب مجمع العلمی کی "خطط الشام" یمن کے حالات مین شیخ عبد الواسع یمنی کی تاریخ یمن "عراق کے حالات مین رسالہ "العرفان" "صیدا" اور عراق کی تعلیمی رپورٹون اور بعض نئے تغیرات مین عربی اخبارات سے استفادہ کیا گیا ہے،

فقیر معین الدین احمد ندوی،
۲۳ر دسمبر سنہ ۱۹۳۴ء
دار المصنفین اعظم گڈھ،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# عرب کا جغرافیہ

**نسل عرب** | عرب، توراۃ کی تقسیم اقوام کے اعتبار سے بنو سام، علم الاقوام کی تقسیم لسانی کے لحاظ سے سامی (سمیٹک) اور تقسیم لونی کے حساب سے "جنس ابیض" ہیں،

**وجہ تسمیہ** | عرب کا نام عرب کیوں ہے؟ اس کے متعلق مختلف رائیں ہیں، انمیں سے دو زیادہ قابل قبول ہیں،

ایک یہ کہ عرب اصل میں "عربہ" تھا، قدیم اشعار عرب میں یہ لفظ موجود ہے، عربہ کے معنی سامی زبانوں میں دشت وصحرا کے ہیں، چونکہ عرب کا بڑا حصہ دشت وصحرا ہے، اس لئے تمام ملک کو عرب کہنے لگے،

دوسری یہ کہ عرب اور اعراب کے معنی فصاحت اور زبان آوری کے ہیں، اور چونکہ اصل عرب اپنی زبان آوری کے سامنے ساری دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے، اسلئے انھوں نے اپنا نام عرب "زبان آور" اور دنیا کی اور تمام قوموں کا نام عجم "بے زبان" رکھا،

**عرب کا جغرافیہ** | عرب کا ملک کرۂ زمین کے نصف شمالی اور برّ اعظم کے جنوب مغرب میں ۱۲ درجہ ۴۵ دقیقہ اور ۳۰[1] درجہ عرض شمالی کے درمیان اور ۳۲ درجہ ۳۰ دقیقہ اور ۶۰ درجہ طول شرقی کے مابین واقع ہے، چونکہ اس کے تین طرف سمندر اور ایک طرف دریائے فرات ہے، اس لئے اسکو جزیرۃ العرب کہتے ہیں،

---

[1] اور اگر جبال طبقا رنگ شمالی حد مانی جائے تو ۳۴ درجہ عرض شمالی ہوگا۔

حدود اربعہ | عرب کے حدود طبعی یہ ہین، مشرق مین بحر ہند، خلیج فارس، دریاے دجلہ اور فرات، مغرب مین بحر احمر (یعنی بحیرۂ قلزم) خلیج آبناے سویز، بحر ابیض (بحیرۂ روم) جنوب مین بحر ہند جس کو بحر عرب بھی کہتے ہین، شمال مین خلیج اسکندرونہ، سلسلۂ جبال برکات (ان کو الکام اور طوروس بھی کہتے ہین) دریاے فرات، ان حدود کے اعتبار سے شام، فلسطین، عراق عرب اور جزیرہ نماے سینا، ملک عرب مین داخل ہین، لیکن جو لوگ ان ملکون کو جزیرۃ العرب مین شامل نہین سمجھتے، وہ اس کی شمالی حد جبال البلقا اور وادی القری تک اور مغربی سرحد خلیج عقبہ تک اور مشرقی سرحد خلیج دریاے فرات تک بتاتے ہین،

مساحت | عرب کی باقاعدہ پیمایش ابتک نہین ہوئی ہی، طول شمال سے جنوب تک (جبال برکات سے عدن تک) تقریباً سو ۱۵۰۰ میل[1]، اور عرض مشرق سے مغرب تک بعض جگہ گیارہ ۱۱۰۰ سو میل اور اکثر جگہ چھ سو پچاس میل اور مجموعی رقبہ تقریباً بارہ ۱۲ لاکھ مربع میل ہی۔

آبادی | عرب مین ابتک مردم شماری بھی نہین ہوئی ہی، تخمیناً دو کروڑ کی آبادی ہی،

طبعی حالات، | عرب کا شمالی حصہ (شام و عراق) نہایت سرسبز و شاداب ہین، اور جنوبی حصہ کا ایک قطعہ (یمن، عمان، نجد اور احسا) متوسط درجہ کا شاداب و زرخیز ہے، باقی ملک (حجاز، سینا، حضرموت اور الربع الخالی) خشک سنگلاخ یا ریگستانی بیابان ہی، پہاڑون کا جال تمام ملک مین پھیلا ہوا ہی، سب سے بڑا طویل السلسلہ پہاڑ جبل السراۃ ہے، جو جنوب مین یمن سے شروع ہو کر شمال مین شام تک چلا گیا ہی، اس کی سب سے اونچی چوٹی آٹھ ۸۰۰۰ ہزار فٹ بلند ہے،

موسم، | موسم کے اعتبار سے بھی تمام ملک کی حالت مختلف ہی، جو حصہ سمندر کے قریب و نشیب مین ہی، وہ گرم اور مرطوب ہی، اور جو حصہ پہاڑی ہی، وہ گرم و خشک ہی، اور جو قطعے سمندر کی سطح سے بہت بلند یا خط استوا سے بہت دور ہین وہ سرد اور صحت بخش ہین،

---

[1] اور اگر صرف جبال البلقا سے عدن تک لیا جائے، تو بارہ ۱۲۰۰ سو میل،

بارش بھی کسی حصہ مین بہت ہوتی ہی، (جیسے شام) کسی مین متوسط (جیسے یمن و نجد) اور کسی مین کم (جیسے حجاز و سینا و حضر موت)

زراعت | زراعت کے لحاظ سے عراق، شام اور یمن بہت زرخیز خطے ہین، یہان ہر چیز پیدا ہوتی ہی، نجد و حسا و عمان و حجاز مین کھجورین بہت ہوتی ہین، اور باقی اشیا کم،

حیوانات | اونٹ گھوڑے، گدھے، دنبہ، بکری، ہرن، بکثرت ہین، عرب کے سمندرون مین عموماً اور خلیج عمان مین خصوصاً مچھلی بکثرت پائی جاتی ہی،

معدنیات | جزیرۃ العرب مین ہر چیز کی کانین موجود ہین، مگر یہ سب بے کار پڑی ہین، اور ابتک ان سے کام نہین لیا گیا ہے، سونا، چاندی، تانبا، سیسہ، لوہا، کوئلہ، پٹرول، گندھک، پوٹاش، فوسفات، نمک، خلیج عمان، بحرین اور کویت کے سمندر موتیون کے مخزن ہین جن سے ہر سال تقریباً سات کرور روپیہ کے موتی برآمد ہوتے ہین،

دریا | تمام عرب مین دجلہ، فرات کے سوا اور کوئی ایسا بڑا دریا نہین ہی، جو ہندوستان کے بڑے دریاؤن (گنگا، جمنا اور سندھ وغیرہ) کے مقابلہ کا ہو، چھوٹے چھوٹے دریا، شام، فلسطین اور عراق مین بکثرت ہین، باقی ملک عرب مین یہ چھوٹے دریا بھی نہین ہین، البتہ چشمے اور برساتی نالے بکثرت ہین، جو بارش کے زمانہ مین دریاؤن کیطرح اپنی روانی دکھاتے ہین، اور اس کے بعد یا تو بالکل غائب ہو جاتے ہین، یا معمولی نالون کی طرح بہتے رہتے ہین،

اقوام | جزیرۃ العرب مین اصل آبادی تو عربون ہی کی ہی، مگر ترک، کرد، ایرانی اور ہندوستانی بھی کافی تعداد مین آباد ہین اور حرمین شریفین مین تو تمام اسلامی ممالک کے آدمی موجود ہین،

زبان | تمام عرب کی زبان اصولاً ایک ہی عربی ہی، مگر ان کے لہجے اور محاورے ایک دوسرے سے مختلف ہین، حروف کے تلفظ مین بھی فرق ہو گیا ہی، اس لئے اس کی مختلف شاخین ہو گئی ہین، حجازی، یمانی، نجدی، شامی،

عراقی وغیرہ،

سب سے زیادہ فصیح عربی عسیر کے بعض قبائل کی ہی، یہ لوگ ابتک صحیح نحوی عربی بولتے ہین، حضرموت کے ایک حصہ (مہرہ) کی زبان موجودہ عربی سے بالکل الگ ہی اور حمیری عربی کی یادگار معلوم ہوتی ہی، عربی کے علاوہ شام مین ترکی اور عراق مین فارسی، ترکی اور کردی بھی بولی جاتی ہی،

ادیان | عرب کا بیشتر حصہ مسلمان ہے، مگر شام و فلسطین و یمن مین یہود و نصاریٰ، اور عراق مین مجوس اور صابیہ کی کافی تعداد ہے،

مذاہب اسلامیہ | مسلمانون مین اکثریت سنیون کی ہی، مگر عراق مین شیعہ امامیہ، اور یمن مین شیعہ کے فرقہ زیدیہ کی اکثریت ہی، عمان کے لوگ اباضیہ (خارجی ہین)

موجودہ عرب کے اخلاق | عربون کے اخلاق عموماً یہ ہین، شجاعت، جنگجوئی، انتقام، خانہ جنگی، نسب کی حفاظت اور اس پر فخر و غرور، قناعت، عفت، ننگ و ناموس کی حفاظت، سخاوت، مہمان نوازی، امانتداری، ایفائے عہد، پڑوسیون کی حمایت، اپنے حلیفون کی امداد، حریت و مساوات پسندی، قانونی پابندیون سے نفرت، غیرون کی حکومت سے انکار، اپنے قومی کامون مین مشورہ اور پنچایت، مگر یہ سب باتین بدوؤن ہی مین ہین، جہان تہذیب و تمدن کا قدم پہنچ گیا ہی وہان سے یہ صفات بالکل غائب تو نہین لیکن بہت کم ضرور ہوگئے ہین، اور ان کی جگہ تمدن کی خرابیان پیدا ہو چلی ہین، یعنی عیش و عشرت، آرام طلبی، زرپرستی، غیرون کی خوشامد بلکہ غلامی ظلم سہنے کی عادت، غریبون کی حق تلفی وغیرہ،

فلا حول ولا قوۃ الا باللہ العظیم،

## عرب کے حصے

عرب کی تقسیم طبعی مختلف طریقون سے کی گئی ہے، یونانی اور رومی جغرافیہ دانون نے عراق و

شام کو چھوڑ کر باقی عرب کی تقسیم زمین کی حالت کے اعتبار سے تین حصون مین کی ہے،

العرب[1] الحجریہ (سنگلاخ عرب) یہ جزیرہ نمائے سینا کا نام تھا،

العرب[2] السعیدیہ (خوش نصیب عرب) یہ یمن اور سواحل عرب کا نام تھا،

العرب[3] الرملیہ (ریگستانی عرب) یہ باقی ملک عرب کا نام تھا،

پرانے عرب جغرافیہ دان اس کی تقسیم جغرافی محل وقوع کے لحاظ سے کرتے تھے، انھون نے عراق و شام کے علاوہ باقی جزیرہ کے پانچ ٹکڑے کئے تھے،

(۱) تہامہ، (۲) حجاز، (۳) نجد، (۴) عروض، (۵) یمن،

ان کی اس تقسیم کا دارمدار مشہور سلسلۂ کوہ "جبال السراۃ" پر تھا، یہ سلسلہ جنوب سے شمال تک چلا گیا ہی، اسکے اعتبار سے جزیرۂ عرب کے دو حصے ہو گئے ہین،

مشرقی اور مغربی، مشرقی حصہ بڑا ہے اور مغربی چھوٹا،

مشرقی حصہ، اس پہاڑ کے مشرقی جانب عراق تک چلا گیا ہی، اور چونکہ یہ قطعۂ زمین اونچا ہی اسلئے اسکا نام "نجد" رکھا گیا ہے، نجد کے معنی لغوی "سطح مرتفع" کے ہین،

مغربی حصہ، اس پہاڑ کے دامن سے لیکر بحر احمر کے کنارہ تک چلا گیا ہی، اور نشیب مین ہی اسلئے اس کا نام "غور" اور "تہامہ" ہے، غور کے معنی نشیب کے ہین، اسی سے "غار" کا لفظ بنا ہے، تہامہ کے معنی بھی اسی کے قریب قریب ہین، تھامہ اس زمین کو کہتے ہین جس کا ڈھلاؤ سمندر کیجانب ہو[1]، نجد و تھامہ کے درمیان جو پہاڑی ملک ہے، اس کا نام "حجاز" ہے، کیونکہ حجز کے معنی روکنے اور الگ کرنے کے ہین، یہ درمیانی حصہ نجد و تہامہ کے درمیان مین حد فاصل ہی،

مشرق کی طرف جہان نجد کی انتہا ہوتی ہی، وہان سے خلیج فارس و بحر عمان تک جو حصہ ہی، اس کا نام

---

[1] اقرب الموارد،

"العروض" ہے، العروض کے معنی آڑے، ترچھے کے ہین، اوراس حصہ کی شکل اسی قسم کی ہی،

عرب کے جنوبی حصہ کا نام "یمن" ہی، کیونکہ وہ مرکز عرب (مکہ) کے جنوب مین واقع ہے، یمن جنوب کو کہتے ہین، شام کا نام بھی شام اس وجہ سے پڑا، کہ وہ مکہ کے شام (یعنی شمال) مین واقع ہی،

## جدید تقسیم

آج کل کے جغرافیہ دان جزیرۃ العرب کی تقسیم، سمندر کے قرب و بعد کے لحاظ سے کرتے ہین، اس اعتبار سے عرب کے دو بڑے حصے ہوجاتے ہین،

(۱) عرب داخلی (اندرونی عرب) عرب کا وہ حصہ جو سمندر سے قریب ہے، اسمین یہ ممالک ہین:

(۱) بادیہ عرب، (۲) نجد، (۳) الربع الخالی یا الدہنا،

(۲) عرب ساحلی، عرب کا وہ حصہ جو سمندر سے قریب ہی اس مین یہ ممالک آتے ہین،

(۱) شام، (۲) فلسطین، (۳) سینا، (۴) حجاز، (۵) عسیر، (۶) یمن، (۷) حضرموت، (۸) عمان، (۹) الاحسا، (۱۰) عراق عرب،

چونکہ یہ تقسیم آسان ہے، اس لئے ہم بھی اسی کو اختیار کرکے ہر قطعہ کا مختصر حال درج ذیل کرتے ہین،

## داخلی عرب

### (۱) البادیہ،

اس سے مراد عرب کا وہ حصہ ہے، جو نجد کے شمال مین اور عراق و شام کے درمیان واقع ہی، اس کا جو ٹکڑا عراق کے متصل ہی، اس کو "بادیۃ العراق" کہتے ہین، اور جو قطعہ شام کے قریب ہی، اس کو "بادیۃ الشام" بادیۃ العراق کے مشہور قبائل یہ ہین، طی[۱]، شمر[۲]، الجبور[۳]، العبید[۴]، عنزہ[۵]، العمارات[۶]، الدلیم[۷]، ربیعہ[۸]، المنتفک[۹]

یہ سب حکومت عراق کے ماتحت ہین،

بادیۃ الشام کے مشہور قبائل یہ ہین، حلاس (اس کی تین شاخین ہین) الرولہ، محلف، اولاد علی، شمر، بنو صخر، یہ سب حکومت شام کے تابع ہین،

البادیہ کا ایک ٹکڑا "وادی السماوہ" ہے، حضرت خالد بن الولید اسی راستہ سے اپنی امدادی فوج لیکر عراق سے شام گئے تھے، یہ بالکل بے آب وگیاہ اور دشوار گذار صحرا ہی،

وادی سماوہ کے بعد وہ میدان ہے جس کو زمانۂ قدیم مین "دومۃ الجندل" کہتے تھے۔ اب اس کا نام "الجوف" ہے، جوف کے جنوب مین مشہور بیابان "صحرا النفود" ہے، یہ بھی خشک اور بے آب وگیاہ ہی،

## (۲) نجد،

نجد وسط عرب مین ایک سرسبز وشاداب اور بلند وفراز قطعۂ ملک ہی، اس کا اکثر حصہ سطح آب سے چار ہزار فٹ بلند ہے، اور بعض مقامات پانچ ہزار فٹ سے زیادہ بلند ہین، اور اسی وجہ سے اس کا نام نجد رکھا گیا ہے، نجد کے لغوی معنی سطح بلند کے ہین،

طبعی حدود | شمال مین بادیۃ الشام اور بادیۃ العراق، مغرب مین حجاز، مشرق مین صحرائے دہنا اور احسا جنوب مین عسیر وبقیہ صحرائے دہنا،،

نجد کا طول تقریباً سات سو میل اور عرض چھ سو پچیس میل ہی، اور رقبہ پانچ لاکھ میل مربع ہی،

آبادی | تقریباً بیس لاکھ ہی،

نجد کے مختلف حصون کے نام جدا جدا ہین، (۱) شمال مغربی حصہ کا نام "شمر" ہے، اور اس کو نجد حجاز بھی کہتے ہین، اس کے مشہور شہر حائل اور القصر ہین،

(۲) شمال مشرقی حصہ کا نام "القصیم" ہے، اس کے مشہور شہر عنیزہ، اور بریدہ ہین،

(۳) جنوبی حصہ کا نام "العارض" ہے، اور یہی اصلی نجد ہے، اس کے مشہور شہر الریاض اور الیمامہ ہین ،

طبعی حالات | نجد کی آب و ہوا بہت صحت بخش ہے، بارش خاصی ہوتی ہے، اسکی وجہ سے بہت سے چشمے، ندی، نالے، سال بھر تک بہتے رہتے ہین، انھین کو عربی مین "عیون"، اور "اودیہ" کہتے ہین، ان مین سے مشہور وادی الرمہ اور وادی الدواسر ہین، ان وادیون اور پہاڑون کے دامن مین زراعت ہوتی ہے،

پیداوار | نجد کی بڑی پیداوار کھجور ہے ، جو بکثرت باہر جاتی ہے، اس کے علاوہ اور میوے بھی ہوتے ہین، مگر کم، غلہ بھی ہوتا ہے، مگر اتنا کم کہ ملک کی آبادی کے لئے کافی نہین ہوتا، ہندوستان سے منگوانا پڑتا ہے، ترکاریان بھی بقدر ضرورت ہوتی ہین، شہد اور گھی اچھا ہوتا ہے، اور باہر جاتا ہے،

مویشی | نجد مین اونٹ، گھوڑے، دنبے بکثرت اور عمدہ ہوتے ہین، اور ان کی بڑی تعداد مصر، حجاز وغیرہ مین برآمد ہوتی ہے، شقرا کی طرف ہرن بھی ہوتے ہین،

پہاڑ | مشہور پہاڑ یہ ہین، اجا و سلمی، (ان دونون کا نام عربی ادب و تاریخ کی کتابون مین "جبل طی" ہے) جبل طویق، جبل شمر،

مشہور شہر | الریاض، بریدہ، عنیزہ، حائل، شقرا، ثرمدہ، الجمعہ، حریملہ، المفوف، السدیر، الحوطہ، الیمامہ وغیرہ،

قبائل، | نجد کے مشہور اور بڑے قبائل یہ ہین، ان مین سے بعض قحطانی ہین، اور بعض عدنانی ۔

مطیر، حرب، عتیبہ، سبیع، الدواسر، العجمان، العوازم، السہول، بنو مرہ، بنو تمیم، قحطان،

ادیان و مذاہب، | نجد کے سب لوگ مسلمان اور سنی المذہب ہین، (عقائد مین اہل حدیث اور فروع مین حنبلی) اور ان مین سے اکثر اپنے ضروریات دین سے واقف اور نماز روزے کے پابند ہین، شرک و بدعات کا نام تک بھی اب ان مین باقی نہین ہے، یہ وہ خصوصیات ہین جو موجودہ عرب کے اکثر حصون مین مفقود ہین، یہ شیخ محمد بن عبد الوہاب کی دعوت توحید و اصلاح اور آل سعود کی مساعی جمیلہ کا اثر ہے، فجزاھم اللہ خیرا،

## (۳) الدہنا یا الربع الخالی یا الاحقاف

یہ بہت وسیع ریگستانی بیابان ہی، یہ نجد کے جنوب سے لیکر عمان، حضرموت اور یمن تک پھیلا ہوا ہے، اس مین نہ چشمے ہین، اور نہ اودیہ (ندی نالے) صرف بارش پر یہان کے لوگون کا دار و مدار ہی، بارش کے زمانہ مین جہان جہان گھاس اور چارہ پیدا ہو جاتا ہی، وہان بدو اگر اپنے خیمے ڈال دیتے ہین، اور تین ماہ تک یہان اپنے مویشی چراتے ہین، اور ان کے دودھ پر بسر کرتے ہین، جب موسم خزان آتا ہی تو روانہ ہو جاتے ہین،

اس صحرا کے مختلف قطعون کے الگ الگ نام بھی ہین،

(۱) یمن کے مشرق اور حضرموت کے شمال مغرب کے درمیان جو حصہ ہی، اس کا نام "صیہید" ہے،

(۲) حضرموت کے شمال مشرقی مین جو قطعہ ہے، اس کا نام "احقاف" ہی،

یہ وہی سرزمین ہے، جہان قوم "عاد" آباد تھی، اور یہان اُس زمانہ مین باغات اور چشمے تھے ان کے آثار ابتک موجود ہین، فسبحان المغیر

(۳) مہرہ کے شمال مین جو ٹکڑہ ہی، اس کا نام "وبار" ہے،

# ساحلی عرب

## (۱) شام (سوریا)

حدود اربعہ | شمال مین خلیج اسکندرونہ، سلسلۂ کوہ طورس، دریاے فرات، جنوب مین حجاز (معان تک) ملحق ہی

فلسطین، مشرق مین دریائے فرات اور صحرائے عراق، مغرب مین بحیرۂ روم،

مساحت | شام کا طول تقریباً آٹھ سو کیلومیٹر (۴۹۸ میل) عرض متوسط چار سو کیلومیٹر (۲۴۹ میل) اور رقبہ ۲۵۹۰۰۰ کیلومیٹر (۱۰۰۰۰۰ مربع میل) ہے، اس مین سے قابل زراعت زمین ڈیڑھ لاکھ کیلومیٹر ہے،

آبادی | آبادی کا تخمینہ ساڑھے ستائیس لاکھ کا ہے جن مین اکثر عرب ہین اور باقی ترک، کرد، چرکس، وغسانی اور مغربی (یعنی تونس، الجیریا اور طرابلس غرب کے باشندے)

مشہور شہر یہ ہین :- حلب، انطاکیہ، حمص، حماۃ، بعلبک، دمشق، آخر الذکر پایۂ تخت ہے۔

مشہور بندرگاہین یہ ہین :- اسکندرونہ، طرابلس الشام، لاذقیہ، بیروت، صیدا، صور،

ادیان و مذاہب :- شام کی بڑی آبادی مسلمان ہے باقی یہود و نصاریٰ ہین،

مسلمانون مین :- اکثریت اہل سنت (حنفی، شافعی، حنبلی) کی ہے، ان کے بعد شیعی فرقون مین متاولہ، نصیریہ، اسماعیلیہ اور دروز ہین،

طبعی حالات | شام کا ملک اپنے اوصاف کے لحاظ سے بہترین ملکون مین ہے، آب و ہوا نہایت خوشگوار، اور صحت بخش ہے، موسم سرما مین کافی سردی پڑتی ہے، پانی جم جاتا ہے، اور گرمیون مین ہندوستان کے فصل بہار جیسا موسم رہتا ہے، سردی مین خوب بارش ہوتی ہے، تمام ملک سرسبز و شاداب اور آباد ہے،

مشرقی حصہ (صحرائے شام) کو چھوڑ کر باقی کل زمین نہایت عمدہ اور زرخیز ہے، مگر اب تک زراعت کی طرف کافی توجہ نہین ہوئی ہے، آبپاشی کا بھی انتظام ابھی اچھا نہین ہے، حالانکہ پانی کی افراط ہے، تمام ملک مین دریا، چشمے جاری ہین، مگر اکثر پانی بیکار جاتا ہے،

پیداوار | ہر قسم کے غلہ جات، ترکاریان، پھل اور میوے انگور، انار، انجیر، سیب، بہی، آڑو، زردآلو، نارنگی، کیلا، شہتوت، زیتون، پستہ، اخروٹ، چلغوزہ وغیرہ بہت عمدہ اور بکثرت ہوتے ہین، ریشم کے کیڑون سے ریشم بہت پیدا ہوتا ہے، روئی بھی ہوتی ہے، مگر کم، سرو صنوبر کے درخت بھی بکثرت ہین،

پہاڑ | مشہور پہاڑ یہ ہین، سلسلۂ جبال البرکات، امانوس، سلسلۂ جبال نصیریہ، الشراۃ، لبنان، جبل قاسیون، جبل الدروز، جبل عامل، عملون، مواب،

دریا | مشہور دریا یہ ہین، بردی، فیجا، النہر الکبیر، الاردن، الیرموک، العاصی، نہر الذہب،

مشہور جھیلین | بحیرۂ حمص، بحیرۂ انطاکیہ، بحیرات المرج،

معدنیات | سونا، چاندی، پارہ، تانبا، سیسہ، نکل، کوئلہ، گندھک، پوٹاس، فسفات، پٹرول

قدرتی حمام | شام مین متعدد چشمے ایسے ہین جنمین گندھک یا کوئی معدنی چیز ملی ہوئی ہی، ان مین غسل کرنا صحت کے لئے نہایت مفید ہے، ان مین مشہور ترین حمام طبریہ ہے،

تمدنی حالت | شام کے اکثر لوگ تجارت اور صنعت و حرفت مین مشغول ہین، تجارت سے ان کو طبعی مناسبت ہے، اور اس کے لئے وہ دور دور دراز ملکون کا سفر کرتے ہین، چنانچہ امریکہ تک مین یہان کے تاجرون کی کافی آبادی موجود ہے، صنعت و حرفت مین زیادہ تر پارچہ بافی کا جرچا ہی، ریشمی، اونی، سوتی کپڑے بہت عمدہ عمدہ طیار ہوتے ہین،

سواحل کے لوگ جہازرانی، ملاحی مین مہارت رکھتے ہین،

تعلیمی حالت اہل شام کی تمام عربی ممالک سے بہتر ہے، مدارس، کتبخانے، مطابع، اخبارات و رسائل کافی تعداد مین ہین اور روز بروز ترقی ہو رہی ہی، عربی زبان و انشاپردازی کی قابلیت ان مین بہت بڑھی ہوئی ہے، اور عموماً عربی اخبارات و رسائل کے اڈیٹر (خواہ وہ کسی ملک سے شایع ہوتے ہون) یہی شامی ہوتے ہین،

شام مین ریلوے لائنین کافی ہین، مگر ضرورت اور ملک کی وسعت کی نسبت سے ابھی کم ہین، موٹرونکا بھی بہت رواج ہو گیا ہے، سواحل پر آگبوٹ، بادبانی جہاز، کشتیان کام کرتی ہین،

تمام ملک مین ڈاک، تار، ٹیلیفون کا سلسلہ جاری ہی،

**طرزِ معاشرت،** معاشرت، عربی، ترکی، اور یورپین تمدنون کا مجموعہ ہے،

## (۲) فلسطین

دراصل یہ شام ہی کا ایک ٹکڑا ہے، مگر اب اس کو ایک مستقل ملک مانا جاتا ہے، اس کا نام "ارضِ کنعان" اور "ارضِ مقدس" بھی ہے، "المسجد الاقصیٰ"، جو کعبہ سے پہلے قبلۂ عالم رہی ہے، اور اب بھی حرمین شریفین کی طرح قابلِ تعظیم و زیارت ہے، اسی مین ہے،

**حدودِ اربعہ** شمال مین شام کا وہ حصہ جس کا نام "فینیقیا" ہے، جنوب مین صحرائے تیہ، مغرب مین بحرِ ابیض، مشرق مین دریائے اردن، اور بحیرۂ لوط (یعنی بحرِ میت) ہے،

**مساحت،** اس کا طول تقریباً ۲۰۰ کلومیٹر (۱۲۵ میل) اور عرض متوسط ۸۰ کیلومیٹر (۵۰ میل) اور رقبہ ۲۴۰۰۰ کیلومیٹر (۹۲۷۰ مربع میل) ہے،

**آبادی،** تقریباً آٹھ لاکھ کی ہے، جس مین سے چھ لاکھ مسلمان ہین، باقی یہود و نصاریٰ ہین،

قومیت کے لحاظ سے تمامتر عرب ہین، صرف تھوڑے سے یہود غیر اقوام کے اب آکر آباد ہوگئے ہین،

بڑے شہر یہ ہین:- القدس (یعنی بیت المقدس) الخلیل، بیت لحم، رام اللہ، اریحا، اللد، صفد، الناصرہ، الرملہ، غزہ، عمان، نابلس،

مشہور بندرگاہین یہ ہین:- عکا، حیفا، یافا، عسقلان،

**طبعی حالات** یہ ملک شام کی طرح سرسبز و شاداب تو نہین ہے، مگر حجاز کی طرح بالکل بے آب و گیاہ بھی نہین، درمیانی حالت ہے، بارش ہوتی ہے، مگر کم، چھوٹے چھوٹے دریا بھی جاری ہین، بعض حصون مین گرمی کے موسم مین سخت گرمی ہوتی ہے، باقی حصے معتدل ہین،

| | |
|---|---|
| مشہور پہاڑ | سلسلۂ جبال الخلیل، سلسلۂ جبال الکرمل، جبال نابلس، جبل الزیتون، جبل الخلیل، |
| مشہور دریا | نہر النعامین، نہر المنقطع، الزرقا، العوجا، نہر روبین، |
| جھیلین | بحیرۂ طبریہ، بحیرۂ الحولہ، بحیرۂ لوط (اس کو بحر میت بھی کہتے ہین) اس کا پانی اس قدر شور ہے کہ اس مین کوئی جاندار زندہ نہین رہ سکتا، اس لئے اس کا نام "بحر میت" ہے، |

یہ جھیل سمندر کی سطح سے ۳۹۴ کیلومیٹر (۱۲۹۲ فٹ) نیچے ہے، دنیا بھر مین اس سے زیادہ اور کوئی جھیل سمندر کی سطح سے نیچی نہین ہی،

| | |
|---|---|
| پیداوار | فلسطین کی سب سے بڑی پیداوار برتقان (نارنگی) ہے اور اس کی بڑی مقدار یورپ وغیرہ غیر ممالک کو جاتی ہے، اور میوے بھی ہوتے ہین، مگر کم، غلہ جات اور ترکاریان بھی ہوتی ہین، |
| تمدنی حالت | فلسطین مین زراعت صنعت وحرفت، تجارت خاصی ہی، القدس مین سیپ کا کام بہت عمدہ بنتا ہے، نابلس مین صابون کے بہت سے کارخانے ہین، جہان زیتون کے تیل کا صابون بنتا ہی جو تمام دنیا کے صابونون سے بہتر ہوتا ہے، |

سواحل کے باشندون کا ذریعۂ معاش مچھلی کا شکار ہے،

| | |
|---|---|
| تعلیم | شام سے کم ہے، مگر پھر بھی عرب کے اور ممالک کے مقابلہ بہت زیادہ ہے چنانچہ فلسطین مین ۸۰۰ سے زیادہ مدرسے |

ہین، ان مین سے ۴۱۳ سرکاری ہین، ۲۰۵ یہودیون کے، ۱۸۳ عیسائیون کے اور ۴۰ مسلمانون کے، مسلمانون کی تعلیم کا دارمدار زیادہ تر سرکاری مدارس پر ہی، اور انھین مین مسلمان طالب علمون کی بڑی تعداد تعلیم حاصل کرتی ہی، فلسطین کے طالبعلمون کی مجموعی تعداد ۵۶۸۰۰ ہے، ان مین ۵۹۳۸۹ عرب ہین اور ۴۹۶۸ یہودی مدارس مین عرب مسلمان طالبعلمون کی تعداد ۲۲۳۳۳ ہی انمین ۱۷۱۰۹ سرکاری مدارس مین ہین اور ۵۲۲۴ پرائیویٹ مدرسون مین،

| | |
|---|---|
| سلسلۂ مواصلات | ڈاک وتار وٹیلیفون کا سلسلہ جاری ہی، ریلوے لائنین بھی تین چار موجود ہین، موٹرون کا رواج روز افزون ہے، زائر اور سیاح کافی تعداد مین ہر سال آتے رہتے ہین اور انسے ملک کو کافی اقتصادی |

فوائد حاصل ہوتے ہین،

تمام ملک کی زبان عربی ہی،

طرز معیشت و معاشرت عربی و ترکی تمدنون کا مجموعہ ہے، اور اب انگریزی تمدن کا بھی اثر آچلا ہے،

## (۳) جزیرہ نماے سینا

یہ وہی قطعۂ زمین ہے، جس کا نام توراۃ مین "حوریب" (بمعنی خراب) اور قدیم مصریون کے ہان "تو شویت" (یعنی خشک زمین) ہے،

حدود اربعہ | شمال مین فلسطین و بحر ابیض (العریش تک) جنوب مین بحر احمر، مشرق مین خلیج عقبہ اور حدود حجاز و شام (یعنی رفح سے عقبہ تک کا خط مستقیم) مغرب مین خلیج سویز اور آبناے سویز،

مساحت | اس کا طول (شمال سے جنوب تک) ۲۳۰ میل اور عرض ۱۵۰ میل ہی، اور رقبہ تخمیناً ۲۵۰۰۰ میل مربع ہے،

آبادی | تقریباً پچاس ہزار کی آبادی ہے، جو تمام تر عرب ور مسلمان ہین،

ملک کی تقسیم | اس کے تین حصے ہین، (۱) جنوب مین بلاد الطور، (۲) وسط مین صحراے تیہ، (۳) شمال مین بلاد العریش،

(۱) بلاد الطور | دراصل "جزیرہ نماے سینا" یہی ٹکڑا ہے، اور باقی ملحقات ہین، اس کی مساحت تقریباً دس ہزار مربع میل ہے، اس مین پہاڑ بکثرت ہین، اور ایسے دشوار گذار کہ شاید دنیا مین ان سے زیادہ دشوار گذار پہاڑ اور کہین نہ ہونگے،

ان مین مشہور یہ ہین، جبل الطور، جبل موسیٰ، جبل المناجات (مشہور ہی کہ حضرت موسیٰ نے اس پر کھڑے ہو کر خدا تعالیٰ کی ہمکلامی کا شرف حاصل کیا تھا) جبل الصفصافہ (اس کی بابت کہا جاتا ہی، کہ حضرت

موسیٰؑ نے اسی پر کھڑے ہو کر بنی اسرائیل کو "وصایائے عشر" سنائی تھیں جبل الاحمر، جبل ثریال، جبل البنات، "جبل الطور" یہ غالباً وہی ہے جس کو قرآن کریم میں "طور سینین" و "طور سینا" فرمایا گیا ہے، اور جس پر حضرت موسیٰؑ کو نبوت کا منصب عطا ہوا تھا، اور توریت دی گئی تھی،

اس پہاڑ کے جنوب مغرب میں ساٹھ کیلومیٹر (یعنی ۳۰ میل) کے فاصلہ پر ایک شہر "الطور" آباد ہے، یہاں مصری، شامی وغیرہ "حاجیوں" کا قرنطینہ ہوتا ہے،

(۲) صحرائے تیہ | یہ وہی میدان ہے، جس میں بنی اسرائیل چالیس سال تک بھٹکتے رہے تھے، اس کا رقبہ بھی دس ہزار مربع میل ہے، اس کا اکثر حصہ سنگلاخ ہے، اور مغربی قطعہ ریگستانی ہے، اس میدان میں صرف ایک شہر آباد ہے، جس کا نام "النخل" ہے،

(۳) بلاد العریش | یہ حصہ ریگستانی ہے، کہیں کہیں قابلِ زراعت ٹکڑے بھی ہیں، اس کا رقبہ پانچ ہزار میل مربع ہے،

اس میں صرف دو شہر ہیں، العریش، حلۃ الشیخ زُوَیْد،

قبائل | یہاں کے قبائل حجاز و نجد کے قبائل کی شاخیں ہیں، سینا کے بدوؤں کی مقامی روایت یہ ہے، کہ کسی زمانہ میں نجد و حجاز کے چھپن قبیلے ہجرت کر کے یہاں آکر بسے تھے، ان میں سے اکثر تو ایک عرصہ یہاں رہکر شام و مصر چلے گئے، اور تھوڑے سے یہیں ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے، یہاں کے مشہور قبیلے یہ ہیں،

طور کے علاقہ میں :۔ العلیقات، مزینہ، الصوالحہ،

صحرائے تیہ میں :۔ التیاہا، الترابین، الحیوان، الحویطات،

بلاد العریش میں :۔ السوارکہ، الرمیلات، المساعیہ، العیایدہ، الاخارسہ، العقائلہ، بلی، اولاد علی القطاویہ، ہتیم اور مطیر، وغیرہ،

طبعی حالات | یہاں کی آب و ہوا خشک مگر صحت بخش ہے، سردیوں میں ہوا بہت سرد اور گرمیوں میں

سخت گرم ہوتی ہی، اکثر آندھیان آتی رہتی ہین، بارش بہت کم ہوتی ہی، بارش کے زمانہ مین چند نالے بہنے لگتے ہین، انھین پر زراعت کا دار و مدار ہے، یا کنون سے کام لیا جاتا ہی، ملک کا بڑا حصہ کوہستانی اور سنگلاخ ہے، اسی وجہ سے اس کا نام "سینا" ہے، سینا کے لغوی معنی پتھر کے ہین، باقی حصہ ریگستان ہی،

یہ ملک اپنے جغرافی محل وقوع کے لحاظ سے مصر و شام و حجاز تینون کے لئے نہایت اہم اور ضروری چیز ہے، اسی لئے اس کے واسطے ہمیشہ سے جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے، فی الحال حکومت مصر کے قبضہ مین ہے اور مصر کے لئے ایک مستحکم و محفوظ قلعہ کا کام دیتا ہے،

**خلیج عقبہ** | جنگی نقطۂ نظر سے نہایت اہم ہی، یہ غالباً عنقریب بحر احمر کے جنگی بیڑے کا صدر مقام بنجائیگا اس کا طول ایک سو میل اور عرض سات میل سے چودہ میل تک ہی،

**نباتات** | ملک مین کھجور کے درخت بکثرت ہین، مگر یہ صرف شمالی و جنوبی حصون مین ہین، صحرائے تیہ مین بالکل نہین ہین، اس کے علاوہ جھاؤ اور دیگر خاردار درخت ہین،

یہان کے باغون مین انگور، انار، نارنگی، ناشپاتی، سیب، بہی، انجیر، بادام، تربوز، خربوزے شمام، (ایک قسم کا نہایت خوشبودار خربوزہ ہے) زیتون کے درخت ہین، ترکاریان بقدر ضرورت ملجاتی ہین، گیہون، جو، اور جوار کی بھی کاشت ہوتی ہی،

**معدنیات** | یہان فیروزہ بکثرت ہوتا ہی، اس کے علاوہ سونا، تانبا، لوہا، کوئلہ، پٹرول، گندھک، نمک کی کانین بھی موجود ہین،

**تمدنی حالت** | یہان کے باشندے بالکل جاہل اور مفلس ہین، اور اکثر مسائل دین سے بھی واقفیت نہین رکھتے، اسی لئے ان مین شرک و بدعات کا زور ہے، نکاح و میراث کے علاوہ اور سب معاملات و مقدمات اپنے بدویانہ قانون کے بموجب طے کرتے ہین، مگر عربون کے اخلاق و عادات (شجاعت، سخاوت، مہمان نوازی ننگ و ناموس کی حفاظت وغیرہ) پورے طور پر ان مین موجود ہین،

زراعت، تجارت اور صنعت و حرفت، بالکل برائے نام ہے، اس سے صرف قوت لایموت کے بقدر ملجاتا ہے،
جدید وسائل سفر (ریل، موٹر، وغیرہ) اور ذرائع مخابرات، (ڈاک ٹیلیفون، تار) تقریباً مفقود ہیں،
صرف حکومت کی ضروریات کے لئے ان کا انتظام کر لیا گیا ہے، اور وہ بھی خاص خاص مقامات پر جیسے
العریش، الطور، جنگ عمومی کے بعد فلسطین سے نہر سویز کے مقام (القنطرہ) تک ایک ریلوے لائن بنادی گئی
ہے، اس کے علاوہ ملک بھر میں کوئی ریلوے لائن نہیں ہے،

## (۴) حجاز

مذہبی اور تاریخی حیثیت سے یہ صوبہ نہ صرف عرب بلکہ تمام عالم اسلام کا سب سے اہم ملک ہے، کیونکہ اسی
مقدس سرزمین میں اسلام کا ظہور ہوا، اور اسی مرکز نور سے اس کی روشنی تمام عالم میں پھیلی، اور آج بھی وہ تمام
مسلمانان عالم کا قبلہ اور مرکز ہے،

"توراۃ میں اس قطعہ کا نام "فاران" بتایا گیا ہے، اور یہاں سے "تجلی ربانی" کے ظاہر ہونے کی بشارت
دی گئی ہے،

اس کے حدود یہ ہیں:- مشرق جانب نجد (ذات عرق حد فاصل ہے) مغربی جانب بحر احمر (عقبہ سے لیکر
القنفذہ تک) شمال میں صحرائے شام (معان و عقبہ تک) جنوب میں عسیر کے پہاڑ اور ساحل بحر پر بندرگاہ القنفذہ

مساحت | اس کا طول شمال سے جنوب تک پندرہ سو کیلومیٹر (۱۲۰۰ میل) عرض مشرق سے مغرب تک تین سو
کیلومیٹر (۱۸۶ میل) مجموعی رقبہ ڈھائی لاکھ کیلومیٹر (۹۶۵۶۲ مربع میل) ہے (اٹلس ترکی)

آبادی | حجاز کی آبادی کا تخمینہ مختلف فیہ ہے، مگر اس قدر یقینی ہے کہ پندرہ لاکھ سے کم اور بیس لاکھ سے زیادہ نہیں
ہے، یہ کل آبادی مذہب کے اعتبار سے مسلمان اور قومیت کے لحاظ سے تمام تر عرب ہے، البتہ حرمین شریفین
میں اس کی مرکزیت کی وجہ سے دیگر اسلامی ملکوں کے مہاجرین، ترک، بخاری، جاوی، ہندوستانی، تکرونی

(حبشی) وغیرہ بھی کافی تعداد مین آباد ہو گئے ہین لیکن ان مین سے بھی بیشتر زبان لباس اور رسم ورواج کے لحاظ سے عرب بن گئے ہین،

**طبعی حالت** ملک کا بڑا حصہ کوہستانی اور تھوڑا حصہ ریگستانی ہے، "جبال السراۃ" کا سلسلہ شمال سے جنوب تک پھیلا ہوا ہے، اس سلسلہ کوہ مین بہت سے چشمے جاری ہین، گاؤن آباد ہین، باغ لگے ہین کھیتیان ہوتی ہین غرض دامن کوہ بھی سرسبز ہے،

حجاز مین چھوٹا بڑا کوئی دریا نہین ہے، البتہ بارش کے زمانہ مین بہت سے نالے بہتے ہین، جنکو "اودیہ" یا "سیول" کہا جاتا ہے، انھین سیلابون کا پانی زمین جذب کر لیتی ہے، اور اس سے بعض بعض مقامات پر چھوٹی چھوٹی نہرین پھوٹ کر بہتی ہین، جن کو یہان "عیون" کہتے ہین، "مکہ" کی "نہر زبیدہ" اور "مدینہ" کی "زرقا" "عیون" اسی قسم کی نہرین ہین،

**موسم** بارش کم ہوتی ہے اور عموماً سردیون مین ہوتی ہے، گرمیون مین بھی دو چار دفعہ ہو جاتی ہے، آب وہوا اکثر جگہ کی گرم وخشک ہے، البتہ ساحلی مقامات (جدہ، رابغ، ینبع وغیرہ) کی آب وہوا مرطوب ہے، اور سطح بحر سے جو مقامات مرتفع ہین مثلاً طائف، ہدی، وغیرہ وہان کی آب وہوا سرد وخشک اور صحت بخش ہے، حجاز مین گرمی خوب پڑتی ہے، لو بھی تیز چلتی ہے، سردی معمولی ہوتی ہے، البتہ مدینہ منورہ اور طائف وغیرہ مین خاصی سردی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی پانی بھی جم جاتا ہے، لیکن برف باری کبھی نہین سنی گئی، حجاز کا وہ حصہ جو کوہ سراۃ اور بحر احمر کے درمیان واقع ہے، "تہامہ" کہلاتا ہے، یہان کی راتین سردی اور گرمی کے لحاظ سے نہایت معتدل خوشگوار، اور پر لطف ہوتی ہین، اسی لئے معتدل اور خوشگوار چیز کو "لیالی تہامہ" سے تشبیہ دیجاتی ہے، مکہ مکرمہ بھی تہامہ مین داخل ہے،

**معدنیات** حجاز کے پہاڑون مین بہت سی چیزون کی کانین موجود ہین، مگر اب تک کسی سے کام نہین لیا گیا ہے، مکہ معظمہ کے جبل نور (حرا) اور جبل ثور کے پہاڑون مین سونے اور چاندی کے آثار پائے جاتے ہین، جدہ کے

قریب کوئلہ کی کان کے علامات ہین، بعض ساحلی مقامات پر پٹرول کے منابع (چشمون) کے نشانات موجود ہین،

**پیداوار** حجاز مین گیہون، جو، جوار، باجرہ کی کاشت ہوتی ہے، مگر بقدر ضرورت، ترکاریان بھی بہت تھوڑی ہوتی ہین، میوؤن مین سب سے زیادہ کھجور ہوتی ہی اور یہی عرب کی بڑی غذا ہی، اس کے علاوہ یہ چیزین بھی خاصی ہوتی ہین، انگور، انار، (طائف جیسا انار دنیا بھر مین کہین نہین ہوتا) بر شوتی، انجیر، کیلہ، سیب، بہی، شہتوت، تربوز، خربوزہ، ککڑی، بدی الشام اور سولہ مین، آم کے بھی کچھ درخت ہین، اور بعض اوقات یہان کے آم مکہ مین بھی فروخت کے لئے آجاتے ہین، امرود کے درخت بھی بعض باغون مین پائے جاتے ہین،

سواحل حجاز مین سمندر کے اندر یسیر (عقیق البحر) کے درخت ہین،

**حیوانات** حجاز بلکہ عرب کا سب سے ہر دلعزیز جانور اونٹ ہی، اور اس کے بعد دنبہ بکری، گھوڑے، گدھون کا نمبر ہے، بعض جنگلون مین ہرن اور خرگوش بھی موجود ہین، درندون مین بھیڑیئے، لومڑی کثرت سے ہین،

پرندون مین ؛۔ کبوتر، تیتر، بٹیر، فاختہ، ابابیل، اور دوسری چڑیان وغیرہ،

سواحل پر سمندر مین مچھلی کی بہت سی قسمین، مگرمچھ اور کیکڑے وغیرہ ہین،

**تمدنی حالت** حجاز کے شہری خوش اخلاق، خوش لباس، خوش خوراک، باسلیقہ اور صفائی پسند ہین، ان مین سے اکثرون کی بسر اوقات حجاج کی خدمت اور بعضون کی تجارت اور صنعت و حرفت پر ہے،

ان کا طرز معاشرت، عربی، ترکی مصری اور ہندی معاشرت کا مخلوط مجموعہ ہی،

**علمی حالت** علمی حالت ناگفتہ بہ ہے، عوام کا شمار نہین اکثر خواص بھی صحیح عقائد اور ضروری مسائل تک سے ناواقف ہین، دنیاوی علوم و فنون کا مطلق تذکرہ ہی نہین ہی، سارے حجاز مین بڑے مدرسے چار ہین، باقی بچون کے مکتب ہین، کالج کے درجہ کا مدرسہ ابتک کوئی نہین ہی، حرمین شریفین اور دیگر مسجدون مین جو دینی تعلیم ہوتی ہی، وہ بھی ابتدائی، بے نظام اور بے ترتیب ہے، اور اس کے حاصل کرنے والے بھی آفاقی ہین، اہل وطن کو بالکل شوق نہین ہی،

حجاز مین کتبخانے اچھے اچھے موجود ہین، مگر بہت کم لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے ہین، اور پانچ مطبعے ہین، تین مکہ مین، ایک جدہ مین، ایک مدینہ مین، ایک ہفتہ وار اخبار ہے، وہ بھی حکومت کا ہی،

حجاز کے بدو افلاس وجہالت کا پیکر مجسم ہین، اون کی یہ حالت حد درجہ قابل رحم و ہمدردی ہے، کاش مسلمانان عالم ان کی حقیقی اصلاح کی طرف توجہ کرین، ان کا ذریعہ معاش شتربانی، مویشی کی پرورش اور معمولی سی زراعت ہی، اور اس پر وہ قانع، اور صابر وشاکر ہین، لیکن محنتی ہین،

عرب کے اخلاق حسنہ (شجاعت، عفت، مہمان نوازی، جود وکرم وغیرہ) ان مین اب تک موجود ہین، مگر اس کے ساتھ ہی افلاس وجہالت کے لوازم (چوری، ڈاکہ زنی وغیرہ) عادت ثانیہ بنگئے تھے، لیکن موجودہ حکومت کے زمانہ مین خدا کے فضل سے ان کی یہ بری عادتین بدل گئی ہین، اور اب بادیہ حجاز مین بفضلہ تعالیٰ وہ امن وامان ہے، کہ اُس کی نظیر دنیا کے متمدن ملکون مین نہین مل سکتی، والحمد للہ علی ذلک

خدا کرے ان خرابیون کے حقیقی اسباب یعنی افلاس وجہالت بھی ان سے دور ہوجائین، تاکہ یہ امن وامان ایک دائمی اور طبعی چیز بنجائے، اور صرف سزا کا ڈر اس کا باعث نہ رہے،

**وسائل سفر** حجاز مین ۱۳۴۴ھ تک اونٹ اور گدھون کے علاوہ کوئی ذریعہ سفر نہ تھا، ۱۳۴۴ھ سے موٹرین چلنے لگی ہین، شام سے مدینہ تک ترکون نے ریل بنادی تھی، وہ اب خراب ہوگئی ہے، اس کے علاوہ اور کہین ریل نہین ہی،

**وسائل مخابرات** حجاز مین ڈاک، تار، ٹیلیفون، موجود ہین، مگر انتظام ناکافی ہی،

**حجاز کے شہر** حجاز کے مشہور اندرونی شہر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، طائف، اور معان ہین اور ساحلی شہر (بندرگاہین) یہ ہین:۔ جدہ، رابغ، ینبع، الوجہ، الحوراء، العقبہ، اللیث،

**قبائل حجاز** حجاز مین علی العموم عدنانی قبائل آباد ہین، صرف چند قبیلے ایسے ہین، جو قحطانیون سے مخلوط ہوگئے ہین جیسے عتیبہ اور بعض قبیلون کی نسبت کہا جاتا ہی کہ وہ خالص عرب ہی نہین ہین جیسے ہیتم،

قبائل حجاز کی تفصیل اور ان کی تعداد: یہ معلومات "الرحلۃ الیمانیہ" سے منقول ہین، جو حجاز کے ایک مشہور اور سربرآوردہ شخص "شریف شرف بن عبد المحسن البرکاتی" کی قابل قدر تالیف ہے، اور چونکہ یہ ایک عرصہ تک حکومت سابقہ کے زمانہ مین "ملک الحجاز کے قائم مقام" بھی رہ چکے ہین، اور حجاز کے بدوٗن سے ان کو اچھی طرح سابقہ پڑ چکا ہے اس لئے ان کا بیان قابل اعتبار و استناد سمجھنا چاہیے، واللہ اعلم،

(۱) الاشراف، "اشراف" "شریف" کی جمع ہے، اہل حجاز کی اصطلاح مین، حسنی سادات، "اشراف" کہلاتے ہین، چونکہ حرمین شریفین کی حکومت کئی سو برس تک اس خاندان مین رہی ہے، اس لئے یہ "قبیلہ" دینی نقطۂ نظر کے علاوہ سیاسی اعتبار سے بھی حجاز مین ممتاز سمجھا جاتا ہے، ان مین سے کچھ لوگ تو خاص "مکہ معظمہ" مین رہتے ہین، اور کچھ مکہ کے آس پاس کی وادیون مین (مثلاً وادی فاطمہ، ہدی الشام، الحسینیہ، وادی نعمان، الشرائع وغیرہ) اور کچھ طائف اور اس کے اطراف و جوانب ہین اور کچھ لیث کی طرف، ان کی کل تعداد تقریباً اکتیس ہزار ہے، ان کی حسب ذیل شاخین ہین، اور یہ سب (ذوی حسن کے علاوہ) امیر مکہ "شریف ابونمی" (المتوفی ۹۹۲ھ) مین جا کر ملجاتی ہین،

(ا) العبادلہ، ذوی زید، الشنابرہ ذوی سرور، الحرث، المناعمہ، ذوی حیزان، ذوی جود اللہ، یہ سب امیر مکہ، "شریف حسن بن شریف ابونمی کی اولاد ہین،

(ب) ذوی حسین، ذوی ابراہیم، ذوی عمرو، ذوی عبد الکریم، علوات، یہ سب "شریف برکات ابن شریف ابونمی" کی اولاد ہین،

(ج) المناذیل، یہ "شریف احمد بن الشریف ابونمی کی اولاد ہین،

(د) ذوی حسن، یہ "شریف حسن بن علی بن قتادہ بن ادریس کی اولاد ہین، اور تعداد مین سب سے زیادہ ہین یعنی یہ تقریباً پندرہ ہزار تنہا اور باقی اشراف ہین، مجموعی سولہ ہزار ہین،

(۲) **قریش**:- یہ مکہ کے شمالی جانب (منی، مزدلفہ، مغمس، عرفات) مین آباد ہین، سابق ملک الحجاز

شریف حسین کے بیان کے مطابق قریش کی تعداد پانچ ہزار ہے، (ملوک العرب للریحانی) یہ لوگ ابتک دیانت امانت اور حسن اخلاق کے اوصاف سے متصف ہین، اور اس اعتبار سے یہ اب بھی بہترین قبائل عرب مین شمار کئے جاتے ہین،

(۳) **ہذیل**:- یہ اگرچہ مکہ کے چارون طرف آباد ہین، مگر ان کا بیشتر حصہ مکہ کے جنوبی سمت آباد ہے ان کی ایک شاخ مکہ کے شمالی رخ وادی فاطمہ تک پھیلی ہوئی ہے، جو بنی لحیان اور المجانین کہلاتی ہے کچھ لوگ خاص مکہ مین بھی آباد ہین، اور بنو عُمیر، مطارفہ، بنو مسعود، السعایدہ کہلاتے ہین، ان کی کل تعداد بانوے ہزار ہے، یہ عدنانی قبائل کی ایک شاخ ہین، ان کا سلسلہ نسب ہذیل بن مدرکہ بن الیاس سے مل جاتا ہے،

(۴) **حرب**:- یہ حجاز کا سب سے بڑا قبیلہ ہے اور حرمین شریفین کے درمیان عسفان سے لیکر مدینہ منورہ کے قریب "ابیارعلی" (ذوالحلیفہ) تک اور ساحل بحر احمر پر جدہ سے لیکر ینبع کے قریب تک آباد ہے، ان کے علاقہ مین حسب ذیل بندرگاہین ہین، الرویس، دھبان، الدعجہ، القضیمہ، رابغ، مستورہ، الرایس، ان کی تعداد کا تخمینہ کم از کم تین لاکھ ہے، ان کی دو بڑی شاخین ہین، (۱) بنو مسروح (۲) بنو سالم، پھر بنو مسروح کی دو بڑی شاخین ہین، (۱) بنو عمرو، (۲) زبید،

بنو عمر کی چھوٹی چھوٹی شاخین یہ ہین:- بشر، معبد، الحمران، بنو جابر، البلادیہ، متاش، عبدہ، ذویبی، ردیہ،

زبید کی چھوٹی شاخین یہ ہین:- عوف (عوف کی تین شاخین ہوگئی ہین، الصواعد، السہلیہ، اللہبہ) الغوانم، الصحاف، الجحادلہ، الجدعان، المزاحیم، المحاورہ، المزاریع، القراقرہ، الغوارس، ابن السفر،

(ب) بنو سالم کی بھی دو بڑی شاخین ہین:- (۱) بنو میمون، (۲) المرادحہ، (ان کو الحوازم بھی کہتے ہین) بنی میمون کی چھوٹی شاخین حسب ذیل ہین:- احامدہ، الرحلہ، المحامید، صبح، المطالحہ، السرحہ، بنی حیا.

الوفیاں، السعادین، بنو سلیم، الجلہ، المواذعہ،

المرادصہ یعنی جوازم کی شاخین یہ ہین :۔ الظواہرہ، الجنطات، الجلہ، عزبنیہ، الخانیہ، الجلادیہ، العوبصات

العراف، بنی محمود،

(۵) جُہینہ :۔ یہ قبیلہ ساحل بحر احمر پر ینبع سے لیکر ام الدبا کے بندرگاہ تک پھیلا ہوا ہی، ینبع اور

"املج" کے بندرگاہ انھین کے علاقہ مین ہین، ان کی تعداد ستر ہزار ہے،

جہینہ کی دو قسمین ہین، (۱) بنی مالک (۲) بنی موسیٰ،

(۲) بنی مالک کی شاخین یہ ہین :۔ العبائیہ، الصبحہ، عروہ، الحصینات، الاساورہ، المساوی، رفاعہ،

بنی کلب، الجادلہ، الحمدہ، الموالید،

اول الذکر یعنی "العبائیہ" ان سب مین ممتاز سمجھے جاتے ہین، اور اشراف کے لقب سے یاد کیے جاتے ہین،

(ب) بنی موسیٰ کی شاخین یہ ہین :۔ ذوی ہجار (یہ ان مین ممتاز سمجھے جاتے ہین، اور "اشراف" کے لقب

سے یاد کیے جاتے ہین) البراہمہ، الموالی، المرادین، العلادین، ذبیان، الوائرہ، السمائمہ، السمرہ،

(۶) عبس :۔ یہ ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اور ینبع کے شمال مین آباد ہے، اس کی شاخین

یہ ہین، ہمیزان، ذوی الرشید، ذوی براک،

جاہلیت کے زمانہ مین یہ قبیلہ بہت بڑا اور بڑا طاقتور تھا، آٹھوین صدی ہجری تک اس کی شان

وشوکت باقی رہی، مگر جب یہ اپنے پڑوس کے قبائل پر زیادتیان کرنے لگا، تو عرب کے قبائل نے متفق ہوکر

اس سے جنگ کی، اور اس کو بالکل تباہ کر دیا، اس کے اکثر افراد یمن وغیرہ بھاگ گئے، اور اس طرح سے

سے یہ بالکل کمزور ہوگیا،

(۷) بلی :۔ یہ عقبہ سے لیکر الوجہ کے جنوب تک آباد ہین، قبیلۂ جہینہ سے ان کی سرحد ملجاتی

ہے، ان کی تعداد تیس ہزار ہے،

(۸) **الحویطات** :۔ یہ مدینہ اور شام کے مابین "العلا" سے لیکر "معان" اور "عقبہ تک آباد ہیں" ان کی تعداد ستر ہزار ہے،

ان کی شاخیں یہ ہیں :۔ الجازی، الریفات، عمران، بنی عطیہ، دلیور، بدول، الشابجہ، الترابین، البطحہ،

(۹) **عنزہ** :۔ یہ بہت بڑا قبیلہ ہے، ان کی تعداد تین لاکھ ہے، ان میں سے ایک لاکھ حجاز میں مدینہ منورہ کی شمالی سمت "خیبر" تک آباد ہیں، اور باقی "بادیۃ الشام" میں "جوف (دومۃ الجندل) تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کی شاخیں یہ ہیں :۔ الحسنہ، حلاس، الردلہ، المخلف، بشیر، ماجد، سلقی، اولاد علی، طلاح، المشارقہ، المشطا، العمامدہ، الجدالہ،

(۱۰) **الشرارات** :۔ ان کو "ہتیم" بھی کہتے ہیں، ان کی تعداد چالیس ہزار ہے، یہ صوبہ حجاز کے شرق شمالی حصہ میں رہتے ہیں،

(۱۱) **النخاولہ** :۔ یہ مدینہ منورہ کے آس پاس آباد ہیں، بلکہ "خاص مدینہ منورہ" میں بھی ان کا ایک محلہ ہے، ان کی تعداد بارہ ہزار ہے، یہ لوگ شیعی المذہب ہیں،

مدینہ والے اپنے باغوں اور کھیتوں میں انھیں سے کام لیتے ہیں، کیونکہ یہ لوگ بہت محنتی جفاکش اور زراعت کے کاموں سے خوب واقف ہیں چونکہ مدینہ منورہ کی بڑی زراعت کھجور کے درخت ہیں، جنکو عربی میں "نخل" کہتے ہیں، غالباً اسی وجہ سے ان لوگوں کو "نخولی" کہا جاتا ہے، جس کی جمع نخاولہ ہے،

(۱۲) **مطیر** :۔ ان کو "بنی عبداللہ" بھی کہتے ہیں، یہ مدینہ منورہ کے مشرقی جانب آباد ہیں، اور شمالاً نجد تک اور جنوباً "الصفینہ" کے مقام تک پھیلے ہوئے ہیں، ان کی تعداد چالیس ہزار ہے،

(۱۳) **بنی سلیم**، یہ مدینہ منورہ کے جنوب مشرقی میں آباد ہیں، ان کی تعداد تیس ہزار ہے،

(۱۴) **عتیبہ**، یہ قبیلہ بھی حجاز کے مشہور اور بڑے قبیلوں میں سے ہے، دراصل یہ

کئی "مخالف" قبیلوں کا مجموعہ ہے چنانچہ "ہوازن" بھی ان میں شامل ہیں، مکہ اور مدینہ کے درمیان جو مشرقی راستہ ہے اس طرف آباد ہیں، ان کی تعداد تین لاکھ ہے، ان کی تین قسمیں ہیں، (۱) برقہ (۲) شملہ (۳) ردقہ

پھر ہر ایک قسم کی متعدد شاخیں ہیں، جن کے نام یہ ہیں :۔

برقہ کی شاخیں :۔ النفعہ، الثبتہ، القمۃ، الشیابین، الدہشہ، العصمۃ، الدعاجین،

شملہ کی شاخیں :۔ العطیات، العقفہ، الموارتہ، الهمارقہ، الهیسات، الجحدرہ، العصفۃ المقطشہ،

ردقہ کی شاخیں :۔ ذوی عالی، الذیبۃ، ذوی رزاق، الطلوح،

(۱۵) **قبیلہ ثقیف** :۔ یہ قبیلہ "طائف" کے جنوب اور مشرق کی طرف آباد ہے، ان کی تعداد تیس ہزار ہے،

ان کی شاخیں یہ ہیں :۔ بنو سفیان، بنو سعد، ناصرہ، ربیعہ، عیلہ،

(۱۶) **قبیلہ البقوم** :۔ یہ ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے اور طائف کے مشرقی جانب وادی تربہ میں آباد ہے، اس کی تعداد دو ہزار ہے،

(۱۷) **قبیلہ سبیع** :۔ یہ بھی طائف کے پاس "وادی رنیہ" میں آباد ہیں،

(۱۸) **بنی کلاب** :۔ یہ بھی طائف کی طرف وادی تربہ کے قریب آباد ہیں، اور مشہور ہے کہ یہ لوگ عموماً کم عقل ہوتے ہیں، مواہب لدنیہ کی روایت کے بموجب اس کا سبب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے ان کے پاس چمڑے پر ایک خط لکھکر بھیجا تھا، ان لوگوں نے اس کو دھو کر اپنے ڈول میں اس کا پیوند لگا لیا، جب آپ کو خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا، "مالھم اذھب اللہ عقلھم" (ان کو کیا ہو گیا، ان کی عقل ماری جائے) اس بددعا کا اثر اب تک باقی ہے، واللہ اعلم،

مگر یہ روایت کسی معتبر کتاب میں میری نظر سے نہیں گذری، مواہب لدنیہ میں تو رطب و یابس

سب قسم کی روایتین ہین،

(۱۹) **قبیلہ عدوان**:۔ ان کی تعداد دو ہزار ہے، طائف کے مشرقی جانب آباد ہین،

(۲۰) **بنی الحارث**:۔ ان کی تعداد دو ہزار ہے طائف کے مشرقی جانب آباد ہین،

(۲۱) **بنی سعید**:۔ ان کی تعداد تین ہزار ہے، طائف کے جنوبی جانب آباد ہین،

(۲۲) **الجادلہ**:۔ ان کی تعداد پینتیس ہزار ہے، مکہ کے جنوبی جانب "وادی یلملم البحر" مین آباد ہین

(۲۳) **بنی فہم**:۔ ان کی تعداد بائیس ہزار ہے، مکہ کے جنوبی جانب آباد ہین،

انھین کی ایک شاخ "جبل ہدیٰ" کے دامن مین جس کو "کرا" کہتے ہین آباد ہین،

(۲۴) **بنی مالک**:۔ یہ "جبل السراۃ" پر عسیر کی جنوبی سرحد مین آباد ہین،

(۲۵) **المشایخ**:۔ ان کی تعداد پانچ ہزار ہے، یہ حجاز کے جنوبی طرف تہامہ مین آباد ہین،

(۲۶) **رحمان**:۔ ان کی تعداد بیس ہزار ہے، یہ بھی تہامہ کے شمالی حصہ مین آباد ہین،

(۲۷) **الزنابجہ**:۔ ان کی تعداد اکیس ہزار ہے، یہ بھی تہامہ کے شمالی حصہ مین آباد ہین،

(۲۸) **الثعالبہ**:۔ ان کی تعداد سات ہزار ہے، تہامہ کے شمالی حصہ مین آباد ہین،

## (۵) عسیر

یہ ملک بحر احمر کے ساحل پر حجاز اور یمن کے درمیان واقع ہے، اس کے پہاڑ بہت بلند اور دشوار گذار ہین، اس لئے اس کا نام "عسیر" رکھا گیا ہے، عسیر کے معنی سخت مشکل کے ہین،

حدود اربعہ | اس کے حدود یہ ہین، شرقاً یمن کے پہاڑ (جبل یراع و جبل سعد) غرباً بحر احمر (قنفدہ سے میدی تک)، شمالاً حجاز و نجد اور جنوباً یمن،

مساحت | عسیر کا طول تین سو پچاس میل اور عرض متوسط ستر میل، کل رقبہ تقریباً پچیس ہزار مربع میل ہے،

آبادی | آبادی کا تخمینہ دس لاکھ سے زیادہ کا کیا جاتا ہے، یہ سب سنی مسلمان ہین، (فروع مین شافعی اور عقائد مین اہلحدیث) اور تھوڑے سے شیعہ بھی آباد ہین، یہودی، پارسی، ہندو بھی تھوڑی تعداد مین موجود ہین، عسیر کے لوگ نہایت مضبوط، طاقتور اور بہادر ہین،

طبعی حالات | عسیر پہاڑی ملک ہے، تاہم قابلِ زراعت زمین بھی بہت ہے، بارش خاصی ہوتی ہے، تمام ملک سرسبز و شاداب اور آب و ہوا صحت بخش ہے،

سواحل | عسیر کے سواحل پر سمندر مین سیپی کا مادہ اس قدر کثیر مقدار مین پایا جاتا ہے، کہ اس کی ایک سد بن گئی ہے جو تمام ساحل کے محاذ مین پھیلی ہوئی ہے، اور اس طرح اس سد اور ساحل کے درمیان قدرتی درہ بنگیا ہے، اگر اس کے دونون کنارون پر مستحکم قلعے بنا دیئے جائین، تو دشمن کا کوئی آگبوٹ عسیر کے سواحل تک نہین آسکتا عسیر اپنے موقع جغرافی کے لحاظ سے حجاز کے لئے نہایت ضروری چیز ہے، اگر حکومت حجاز کا اس پر قبضہ نہو تو اس کو ہمیشہ خطرہ لاحق رہیگا، اس لئے شریف حسین نے حکومت عثمانیہ کے نام سے اس پر قبضہ کرنا چاہا تھا، اور اسی وجہ سے حکومت نجد نے بھی حجاز سے پہلے اس کو فتح کیا، پھر "حجاز" کی طرف قدم بڑھایا،

معدنیات | عسیر مین لوہا، تانبا، سیسہ اور گندھک کی کانین ہین، اور جزائر فرسان مین پٹرول، اور سیمنٹ بھی موجود ہے،

تمدنی حالات | یہ لوگ زراعت بہت کم کرتے ہین، حالانکہ ان کے یہان قابل زراعت زمین بہت ہے مگر بیکار پڑی ہوئی ہے،

ان کا ذریعۂ معاش مویشی (اونٹ، دنبہ، بکری) ہین، صنعت و حرفت مفقود ہے، تجارت بھی معمولی ہے، تعلیمی حالت بھی عام بدوٗن جیسی ہے،

مگر ان کی زبان بہت فصیح مانی جاتی ہے خصوصاً قبائل "ربیعہ" و الجحرہ، (جو وادی ضلاع اور وادی الرودوم مین رہتے ہین، بالکل صحیح نحوی عربی بولتے ہین،

ملک بھوٹن کوئی مدرسہ مطبع، پبلک کتبخانہ اور اخبار و رسالہ نہین ہے، ٹیلیفون اور تار کا سلسلہ بھی نہین ہے،
ڈاک کا انتظام بھی مفقود ہے، اونٹ کی سواری کے سوا سفر کا اور کوئی ذریعہ نہین ہے،

شہر، اس کے مشہور شہر یہ ہین، ابہا، محایل، صبیا، جیزان، اللحیہ، ابوعریش،
مشہور بندرگاہ ہین، القنفذہ، اور میدی ہین،
مشہور وادیان، وادی ضلع اور وادی بیشہ ہین،

قبائل، مشہور قبیلے یہ ہین:-
رجال المع، المسارحہ، بنو مروان، الصحار، بنو ہلال، بنو عبس،

## (۶) یمن،

یہ ملک جزیرۃ العرب کے جنوب مین واقع ہے، اس لئے اس کا نام یمن ہے، یمن عربی مین جنوب کو کہتے ہین:-

حدود اربعہ اس کے حدود یہ ہین، مشرق مین صحرائے الدہنا، اور حضرموت، مغرب مین بحر احمر، شمال مین عسیر و حجاز و نجد، جنوب مین بحر ہند،

ساحت، یمن کا طول (شمال سے جنوب تک) ۷۵۵ کیلومیٹر (۴۷۰ میل)، عرض ۴۰۰ کیلومیٹر (۲۴۹ میل)، کل رقبہ ۱۹۱۱۰۰ کیلومیٹر مربع (۷۴۱۳۲ مربع میل) ہے،

آبادی، یمن کی آبادی کا صحیح تخمینہ معلوم نہین، اکثر لوگ چالیس لاکھ بتاتے ہین، مگر بعضون نے ڈیڑھ کروڑ کہا ہے، غالباً یہ مبالغہ ہے، پہلی روایت زیادہ قرین قیاس ہے، واللہ اعلم،

یمن کے باشندے دبلے پتلے، مگر مضبوط، بہادر اور چست چالاک ہوتے ہین، اور اکثر دیانت و امانت اور دوسرے عربی اوصاف سے متصف ہین،

**ملکی تقسیم**:- یمن کے دو حصے ہین، جو قطعہ سمندر کے قریب واقع ہے، اس کو "تہامۃ الیمن" کہتے ہین، اور جو دور ہے، اس کو "جبلی" یعنی پہاڑی کہتے ہین، اس پہاڑی علاقہ مین چار مقامات نہایت بلند اور مشہور ہین، شمال مین "نجران" مشرق مین "مارب" جنوب مین "تعز" اور وسط مین "صنعا"

**مشہور شہر** یمن مین سب سے مشہور شہر "صنعا" ہے، جو اس کا پایہ تخت ہے، اور ۱۸ درجہ طول شرقی اور ۱۲ درجہ ۳۰ دقیقہ عرض شمالی پر واقع ہے،

اس کے علاوہ مشہور شہر یہ ہین:- ذمار، صعدہ، مارب، بریم، تعز

مشہور بندرگاہین یہ ہین:- حدیدہ، مخا، عدن، (اس پر ۱۸۳۹ء سے انگریزی قبضہ ہے)

**طبعی حالات** یمن نہایت سرسبز و شاداب ملک ہے، آب و ہوا نہایت عمدہ، اور صحت بخش ہے، تمام ملک مین پہاڑون کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے، یہ سب پہاڑ آباد ہین، ان مین سے چشمے بہتے ہین، باغ لگے ہوئے ہین کھیتیان ہوتی ہین، بارش بھی اچھی ہوتی ہے،

**پہاڑ** یمن مین بکثرت پہاڑ موجود ہین ان مین سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ بلند پہاڑ جبل کوکبان ہے، جو سطح بحر سے ۹۸۴۳ فٹ بلند ہے،

**دریا** یمن مین ہندوستان جیسے بڑے دریا تو نہین ہین، مگر برساتی نالے بہت سے ہین، جو اکثر تو ریگستان مین غائب ہو جاتے ہین، اور بعض سمندر مین اگر گرتے ہین، انھین کا نام "انہار" یا "اودیہ" ہے، ان مین مشہور یہ ہین:-

بحر احمر مین گرنے والے:- وادی مشرت، وادی کا نون، وادی عاشور، وادی السہام، وادی ہندان، وادی کبیر

بحر ہند مین گرنے والے:- وادی المیدان، وادی داما، وادی شارد، وادی نجران، وادی بیشہ

ان سیلابون کا پانی روک کر آبپاشی کے کام مین لانے کے لئے قدیم زمانہ مین بہت سے بند بنائے گئے تھے،

جن کی وجہ سے سارا ملک یمن "جنت ارض" بنگیا تھا، مگراب اکثر خراب ہوگئے ہین، ان مین سے مشہور بند "سد مآرب" ہی جس کو "سد العرم" بھی کہتے ہین،

تالاب | یمن مین جابجا بڑے بڑے تالاب اور حوض بھی بنے ہوئے ہین جو بارش اور سیلاب سے لبریز ہو جاتے ہین، اوران سے مویشی اور مسافر سیراب ہوتے ہین، ان مین سب سے بڑا تالاب وہ ہی جو صنعا کے شمالی جانب بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہی، اس کا نام "ریدہ" ہے،

پیداوار | گیہون، جو، جوار، باجرہ، تل، تمباکو، روئی، نیل، بن یعنی کافی (یمن کا بن مشہور رہے، اس سے بہتر ساری دنیا مین نہین ہوتا) ورس، عصفر، مہندی، لبان، مصطگی، ہر قسم کی ترکاریان اور سبزیان میوہ جات کھجور، انگور، انار، بہی، لیموں، گنا، امرود، آم، برشومی، کیلہ، انجیر، بادام، اخروٹ وغیرہ پیدا ہوتے ہین

یمن مین ایک درخت ہوتا ہے جسکو "قات" کہتے ہین، اس کے پتے انار کے پتون کے مشابہ، مگران سے بڑے اور خوشبودار ہوتے ہین، اکثر اہل یمن ان کو چباتے رہتے ہین، اور اس سے ان کو کیف و سرور حاصل ہوتا ہے، وہ لوگ اس کو مصفی خون اور ہاضم طعام بتاتے ہین، واللہ اعلم،

معادن | سونا، چاندی، لوہا، تانبا، عقیق، بلور، پارہ، کوئلہ، پٹرول، مومیائی، (یہ جبل لقم مین ہوتی ہے اور اسکو اہل یمن "میمیا" کہتے ہین)

سواحل یمن مین موتی، مرجان، مونگا، یسر (عقیق البحر) بھی ہوتا ہے،

تمدنی حالت | یمن کے اکثر باشندے زراعت پیشہ ہین، تجارت بھی بڑے شہرون مین خاصی ہی، یمن سے دیگر ممالک کو بن، تمباکو، تل، گھی، شہد اور کھالین جاتی ہین، صنعت و حرفت بھی موجود ہے، پارچہ بافی کا کافی رواج ہے، اور عمدہ عمدہ کپڑے اور چادرین بنی جاتی ہین، تانبے کے برتن بھی بنائے جاتے ہین، اسلحۂ حرب بنانے کے بھی متعدد کارخانے موجود ہین، طرز معاشرت سادہ اور بدویانہ ہی،

تعلیم بڑے شہرون مین بھی ابتدائی حالت مین ہی، چہ جائیکہ دیہات و قبائل مین، البتہ خاص صنعا

ین ڈ ذیتین باقاعدہ مدرسے موجود ہین، اور مسجدون مین پرانے طریقہ پر علوم عربیہ و دینیہ کی تعلیم ہوتی ہی صنعا
مین ایک سرکاری مطبع ہے، اور ایک سرکاری ہفتہ وار اخبار اور کتبخانے اچھے اچھے موجود ہین، صنعا، حدیدہ اور
تعز مین ڈاک کا انتظام بھی ہوگیا ہی، ریل موٹر وغیرہ کا سارے ملک مین ابتک نام و نشان نہین ہی، البتہ عدن
مین یہ سب چیزین موجود ہین،

آثار قدیمہ | یمن کسی زمانہ مین علم و تہذیب و تمدن کا مرکز رہچکا ہی، اور یہان بڑی بڑی سلطنتین قائم ہوچکی ہین، اس
گذشتہ دور تمدن کے آثار ملک مین جابجا اب بھی موجود ہین، انیسوین صدی کے آخر مین ایک آسٹرین مستشرق
گلازر نے یمن کا دورہ کیا تھا، اور دورہ کے بعد اس نے حکومت عثمانیہ سے یہ درخواست کی تھی کہ اسے ان
آثار قدیمہ کو کھود کر نکالنے کی اجازت دیجائے، سارا خرچ وہ برداشت کریگا، اور جو اشیاء برآمد ہون گی
اون مین سے صرف ایک ایک عدد لیا کرے گا، باقی سلطنت عثمانیہ کی ہونگی، (اور جو چیز ایک ہی ہوگی
وہ خود ہی لے گا) مگر عثمانی حکومت نے اس کو نامنظور کیا، "گلازر" کا تخمینہ تھا، کہ صرف سبا اور مآرب مین جو
آثار ہین، وہ کرورون روپیہ کے ہین،

قبائل، | مشہور قبیلے یہ ہین :- اور تقریبًا سب کے سب قحطانی ہین، حاشد، بکیل، حمدان، الحوارشہ، ذوحمد،
ذوحسین، بنواسلام، بنو منظر، المکارمہ،

ادیان و مذاہب | اہل یمن تمامتر مسلمان ہین، یہودی بہت ہی قلیل تعداد مین آباد ہین، اور جزیہ ادا کرتے
ہین اور خاص لباس پہنتے ہین یعنی سیاہ کپڑے، سیاہ ٹوپی اور ان کے عالم سیاہ رومال سر پر لپیٹتے ہین
مسلمانون مین اکثریت فرقۂ زیدیہ کی ہی جو حضرت زید بن علی کی طرف منسوب ہین، عقائد مین یہ معتزلہ کے ہمنوا
ہین، اور ان کی فقہ، حنفی فقہ کے بہت قریب بلکہ تقریبًا یکسان ہی، زیدیہ کے بعد شافعی مذہب کا نمبر ہی،

---

## (۷) حضرموت

یہ پرانی تقسیم کے موافق یمن کا ایک ٹکڑہ ہے، مگر اب اس کو مستقل ملک شمار کیا جاتا ہے،

**حدود اربعہ** اس کے حدود یہ ہیں :۔ مشرق میں بحر ہند، مغرب میں یمن، شمال میں عمان و صحرائے الدہناء، جنوب میں بحر ہند،

**مساحت** اس کا طول تقریباً ایک ہزار میل اور عرض ڈھائی سو میل ہے،

**آبادی** آبادی کا تخمینہ پانچ چھ لاکھ ہے، یہ سب کے سب مسلمان سنی "شافعی" ہیں،

**تقسیم ملکی** حضرموت کے دو حصے ہیں، (۱) حضرموت البحر (ساحلی حضرموت) (۲) حضرموت البر (داخلی حضرموت)

حضرموت البحر کے مشہور شہر یہ ہیں :۔ المکلا، الشحر، ظفار، مرباط، سیحوت،

حضرموت البر کے مشہور شہر یہ ہیں :۔ سیوون، تریم، شبام، شبوان،

**مشہور قبائل** حضرموت البحر میں آل ابوذر، آل ابورشید، اور حضرموت البر میں آل کثیری، آل مرعی، آل عمودی، کندہ، المناہیل، آل جابر، الحموم وغیرہ،

یہ لوگ خالص قحطانی ہیں، زبان عربی ہے، مگر حجاز وغیرہ کی زبان سے بہت مختلف خصوصاً مہرہ (الشحر) کے باشندوں کی زبان تو موجودہ عام عربی سے بالکل الگ ہے، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ زبان "حمیری" زبان کی یادگار ہے،

**طبعی حالات** حضرموت کا بڑا حصہ پہاڑی، اور بعض حصہ ریگستانی ہے، بیشتر علاقہ بے آب و گیاہ ہے، کہیں کہیں کھجور وغیرہ کے باغات ہیں، بارش کم ہوتی ہے، یہاں پانی نکالنے کے لئے بہت گہرے کنوئیں کھودنے پڑتے ہیں، انھیں کنوؤں اور سیلابوں پر زراعت کا دارومدار ہے،

پیداوار | مغربی حصہ مین شہد بکثرت ہوتا ہے، مشرقی حصہ (الشحر) مین لوبان، گوند کے اقسام خوشبودار لکڑی (اگر وغیرہ) ہوتی ہے،

تمدنی حالت | ملک مین زراعت، صنعت اور تجارت تقریبًا بالکل مفقود ہے، ساحلی شہرون مین تجارت ہے مگر معمولی، اس لئے اکثر باشندے دور و دراز ملکون کا سفر کرتے ہین، اور وہان جاکر تجارت یا محنت مزدوری کرتے ہین، حجاز اور جاوا مین ان کی بڑی آبادی ہے، اور ان مین سے بعض بہت مالدار ہو گئے ہین، مثلاً "الکاف" و "السقاف" جاوا مین اور باناجہ، حجاز مین

تعلیمی حالت | ان کی تعلیمی حالت نہایت زبون ہے، پیر پرستی، قبر پرستی کا زور ہے، "سادات علویہ" کی تعظیم تقریبًا پرستش کے درجہ تک پہنچ گئی ہے، طرز معیشت و معاشرت نہایت سادہ اور غریبانہ ہے، یہ لوگ عمومًا دیندار، امین، محنتی اور ہوشیار (خصوصًا تجارتی معاملات مین) ہوتے ہین، بخیل بھی حد درجہ کے ہوتے ہین، جس کی وجہ یہ ہے کہ بڑی محنت اور عرق ریزی سے انکو بہت تھوڑی دولت حاصل ہوتی ہے، اس لئے اس کی بڑی قدر ہے،

اہل حضرموت نے اشاعت اسلام کے لئے بہت بڑا کام کیا ہے، اور تجارت و سیاحت کے وسیلہ سے بہت سے ملکون مین انھون نے اسلام پہنچایا ہے، چنانچہ "افریقہ" کے مشرقی سواحل، جاوا، برما اور سیام کے مسلمان انھین کی مساعی جمیلہ کی یادگار ہین، ان لوگون کو اگر صحیح دینی تعلیم دیجائے، تو ان مین سے بہترین مبلغین اور معلمین اسلام پیدا ہو سکتے ہین،

حضرموت مین اب تک نئے تمدن کے آثار (ریل، موٹر، تار، ٹیلیفون، کارخانہ جات، مطابع، رسائل و اخبارات وغیرہ) بالکل مفقود ہین،

# (۸) عمان

یہ ملک "بحر عمان" (جو کہ بحر ہندی کا ایک حصہ ہے) کے ساحل پر واقع ہے،

حدود اربعہ | اس کے مشرقی جانب بحر عمان، مغرب کی طرف صحرائے الدہنا، شمال کی طرف بحرین، جنوبی جہت مین حضر موت کا ایک حصہ (الشحر) واقع ہے،

مساحت | عمان کا طول (ثغر مربط، سے جزیرہ نمائے القطر تک) تقریباً ایکہزار کیلومیٹر[لہ] (۶۲۲ میل) عرض ۳۰۰ کیلومیٹر (۱۸۶ میل) مجموعی رقبہ اسی ہزار مربع میل ہے،

آبادی | آبادی تقریباً سولہ لاکھ کی ہے یہ سب کے سب مسلمان اباضیہ (خارجی مذہب کے) ہین،

مشہور شہر | عمان کا مشہور شہر مسقط ہے، جو آج کل عمان کا پایہ تخت ہے،

طبعی حالات | ساحلی مقامات نہایت سرسبز اور آباد ہین، پہاڑ بھی بکثرت ہین، سب سے بڑا پہاڑ، جبل اخضر، ہے، جس کی بلندی دس ہزار فٹ ہے،

ملک عمان کے پہاڑ معدنیات لوہا،[۱] تانبا،[۲] سیسہ،[۳] گندھک[۴] وغیرہ سے اور اس کی وادیان غلہ اور میوہ جات اور خوشبودار لکڑیون سے مالامال ہین یہان مویشی بھی بکثرت ہوتے ہین، خصوصاً یہان کی سانڈنیان "عمانیات" بہت عمدہ ہوتی ہین،

دریائے عمان سے سالانہ ڈیڑھ کرور روپیہ کے موتی برآمد ہوتے ہین،

تمدنی حالات | ان کا ذریعہ معاش تجارت و زراعت اور موتیون کی "غواصی" اور جہازرانی ہے،

---

لہ عمان کا طول بعض لوگون نے ۲۰۰۰ کیلومیٹر لکھا ہے، مگر یہ اون کی غلطی ہے، غالباً انھون نے ساحل کا طول لے لیا ہے،

# (۹) بحرین یا الاحسا یا الحسا،

اسلامی تاریخون مین اس کا نام "ہجر" بھی آیا ہے،

حدود اربعہ | اس کے حدود یہ ہین، مشرق جانب خلیج فارس، مغرب کی طرف نجد و یمامہ، شمالی رخ عراق جنوبی جہت مین عمان اور صحرائے الدہنا،

مساحت | اس کا طول تقریباً پانسو میل اور عرض ۲۲۵ دوسو پچیس میل ہی،

آبادی | آبادی تقریباً ساڑھے تین لاکھ کی ہی،

تقسیم ملکی | بحرین کے تین حصے ہین، جنوبی حصہ کا نام "القواسم" اور شمالی حصہ کا نام "القطیف"، اور درمیانی ٹکڑے کا نام "القطر" ہے،

مشہور شہر | القطیف کا مشہور شہر "الکویت" اور القطر کا مشہور شہر "الحفوف" ہے،

طبعی حالات | بحرین کے جزائر اور سواحل موتیون کی کان ہین، سالانہ تقریباً ساڑھے پانچ کرور روپیہ کے موتی برآمد ہوتے ہین، زراعت بھی خوب ہوتی ہی، سب سے بڑی پیداوار کھجور ہے، غلے اور میوہ جات بھی بکثرت ہوتے ہین، خصوصاً ترنج بہت پیدا ہوتا ہی،

سواحل | بحرین مین سورۂ رحمٰن کی آیۂ شریفہ مرج البحرین یلتقیان بینھما برزخ لایبغیان کا منظر نظر آتا ہی یعنی سمندر کے کھاری پانی کے نیچے آب شیرین کی سطح ہے، غوطہ زن غوطہ لگا کر مشکیزون مین اس سطح سے میٹھا پانی بھر لاتے ہین یہ سطح اکثر سمندر کی بالائی سطح سے چھ سات ہاتھ نیچے ہوتی ہے، لیکن جزر کی حالت مین اوپر بھی ظاہر ہوجاتی ہے ایسی نہرین بہت ہین جنمین سے پچیس چشمے زیادہ مشہور ہین، سبحانہ ما اعظم شانہ،

تمدنی حالت | اکثر اہل بحرین کا ذریعۂ معاش موتیون کی غواصی یا کھجور کی زراعت و تجارت ہی،

# (۱۰) عراق عرب،

"عراق" کے معنی بین النہرین (دوآبہ) کے ہین،

**تقسیم ملکی** اس کے دو حصے ہین، (۱) شمالی اور (۲) جنوبی،

شمالی کا نام "الجزیرہ" ہے، اور یہان قدیم زمانہ مین "آشوری" بستے تھے،

جنوبی حصہ وہ ہے، جہان اہلِ بابل کی آبادی تھی، اسی کا نام اب "عراق عرب" ہی،

**حدود اربعہ** عراق کے حدود یہ ہین، شمال مین الجزیرہ اور کردستان، جنوب مشرق مین خلیج فارس، جنوب مغرب مین صحرائے عراق و نجد، مغرب مین دریائے فرات و شام، مشرق مین ایران،

**مساحت** اس کا طول (الموصل سے بصرہ تک) تقریبًا آٹھ سو میل اور عرض متوسط تقریبًا ڈھائی سو میل ہے، کل رقبہ تین لاکھ کیلومیٹر[1] (۱۰۵۸۰۵ مربع میل) ہے

**آبادی** آبادی تقریبًا انتیس لاکھ کی ہی، جنمین سے پندرہ لاکھ شیعہ ہین، اور بارہ لاکھ سنی، اور باقی یہود و نصاریٰ و دیگر ادیان کے پیرو (یعنی پارسی، ستارہ پرست وغیرہ) ہین،

قومیت کے اعتبار سے بیشتر عرب ہین، اور باقی کرد، ترک، ایرانی، آشوری اور ہندوستانی،

**مشہور شہر** بغداد (پایہ تخت ہے) الکوت، الدلیم، الحلہ، کربلا، نجف، کاظمین، العمارہ، المنتفق، البصرہ، الکوفہ، الموصل، السلیمانیہ، الکرکوک، وغیرہ مشہور شہر ہین،

**مشہور قبائل** المنتفق، بنو لام، البو محمد، ربیعہ، تمیم، الدلیم، عنزی، الاقرع وغیرہ،

**طبعی حالات** عراق کی سرزمین (خصوصًا دریائے دجلہ اور دریائے فرات کے درمیان جو دوآبہ ہی) نہایت

---

[1] یہ جغرافیۃ العراق کا بیان ہی، ریحانی نے کل رقبہ دو لاکھ میل مربع لکھا ہی، واللہ اعلم ۱۲،

زرخیز اور سیر حاصل ہے چنانچہ عباسیون کے زمانہ مین تنہا اسکی آمدنی پورے مصر سے زیادہ ہوتی تھی، مگر اب ایک عرصہ سے اس کا اکثر حصہ بیکار پڑا ہوا ہی، اور آب پاشی کا انتظام بھی ٹھیک نہین ہے، اس لئے جتنی پیداوار یہان ہو سکتی ہے، اس کا عشر عشیر بھی نہین ہوتی،

آب و ہوا معتدل اور صحت بخش ہے، گرمیون مین سخت گرمی اور جاڑے مین سخت سردی ہوتی ہے،

**پیداوار** میوؤن مین کھجور، انگور، انار، نارنگی، ترنج، سیب، بہی، آڑو، انجیر، غلون مین گندم، چاول، جو، جوار، باجرہ، تل وغیرہ ہر قسم کی ترکاریان، خوشبودار پھولون مین چنبیلی، نسرین، بنفشہ، ریحان قرنفل وغیرہ

**معدنیات** پارہ، گندھک، شورہ، چونہ، ڈامر، کوئلہ، پٹرول،

**مشہور پہاڑ** سلسلہ جبال حمرین، بست کوہ،

**مشہور دریا** بڑے دریا، دجلہ، فرات، دیالی ہین، اول الذکر دونون دریا (دجلہ، فرات) مقام "قرنہ" پر مجتمع ہو جاتے ہین، اور وہان سے ان کا ایک دریا بنجاتا ہی جس کا نام "شط العرب" ہے، یہ دریا خلیج فارس مین بمقام "فاو" گرتا ہی، "دیالی" بھی بغداد کے قریب دجلہ مین ملجاتا ہی،

چھوٹے دریا یہ ہین :- عظیم، الخالص، الوند، مندلی، ترساق، کلال، کادی،

**تمدنی حالات** زراعت ابتدائی حالت مین ہی، لیکن ترقی کی کوشش ہے، تجارت بھی روز افزون ہے، بہت سی چیزونکی درآمد برآمد ہوتی ہے، صنعت و حرفت معمولی سی ہی، یعنی پارچہ بافی، برتن سازی، نقاشی، دریاؤن مین ملاحی و جہازرانی، و ماہی گیری وغیرہ،

ملک مین ریلوے لائنین کئی ایک ہین، مگر ان کی ابھی اور ضرورت ہی، موٹرین بھی خوب چلتی ہین،

ڈاک، تار، ٹیلیفون کا انتظام بھی خاصا ہی،

تعلیمی حالت پست ہے، مگر اب اس طرف توجہ ہو رہی ہے، اور مدارس و کتبخانے، قائم ہو رہے ہین، ایک یونیورسٹی بھی "جامعہ اہل البیت" کے نام سے قائم ہو گئی ہے[1]،

[1] حکومت عراق کی جدید تعلیمی رپورٹون سے معلوم ہوتا ہی کہ ادھر چند سال کے عرصہ مین وہان تعلیمی حالت بہت ترقی کر گئی ہی جسکی تفصیل آیندہ حکومت عراق کے حال مین آئیگی، "م"

مطابع، رسائل اور اخبار متعدد ہین، مگر ملک کی وسعت اور ضرورت سے بہت کم زبان عربی ہی مگر اس مین فارسی اور ترکی الفاظ کی بہت آمیزش ہے، طرز معیشت و معاشرت، عربی، ایرانی اور ترکی تمدنون کا مجموعہ ہے، اور اب جنگ عمومی کے بعد سے انگریزی اور ہندوستانی تمدن کا بھی اثر پڑ رہا ہے، کیونکہ ہندوستانی بھی کافی تعداد مین ملازمت وغیرہ کے سلسلہ مین آباد ہو گئے ہین،

# عرب کی سیاسی تقسیم،

مذکورہ بالا تقسیمین ملک کی طبعی حالت کے لحاظ سے تھین، اس کے علاوہ ایک قسم اور ہے، جسکو "سیاسی تقسیم" کہنا چاہئے، اور یہ ہمیشہ بدلتی رہتی ہے، ایک زمانہ تھا کہ سارا عرب (شام سے لیکر یمن تک طول مین اور عراق سے لیکر مصر تک عرض مین) ایک ہی اسلامی حکومت کے ماتحت تھا، مگر اب تو (درحقیقت پانچ اور بظاہر) انتیس حکومتون مین بٹا ہوا ہے، اور اپنی زبان حال سے یہ کہ رہا ہے، ؎

لختے بردازدل گزرد ہر کہ زپیشم، من قاش فروش دل صد پارہ خویشم

ان حکومتون کے نام اور مختصر حالات درج ذیل ہین :-

## (۱) ترکی حکومت،

شام کا وہ شمالی حصہ جو حلب سے اوپر ہے جمہوریت ترکیہ کے قبضہ مین ہی،

## (۲) الدولۃ السوریۃ،

یہ شام کے شمالی اور مشرقی حصون مین "جنگ عمومی" کے بعد سے قائم ہوئی ہے، اس کا پایۂ تخت دمشق ہے،

حلب، حمص، حماۃ وغیرہ اسکے علاقہ مین واقع ہین، اس کا رقبہ ایک لاکھ تیس ہزار کیلو میٹر مربع (۵۰۲۱۲ مربع میل) اور آبادی دس لاکھ بیس ہزار کی ہے، یہ محض برائے نام عربی حکومت ہے، ورنہ درحقیقت "فرانس" کی حکومت ہے،

## (۳) حکومت بلاد العلویین،

یہ بھی جنگ عمومی کے بعد قائم ہوئی ہے، اور "فرانس" کے زیر اثر ہے،

یہ حکومت شام کے اس مغربی حصہ مین ہے جو بحر متوسط یعنی بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع ہے، رقبہ ۶۵۰۰ کیلو میٹر مربع (۲۵۱۰ مربع میل) ہے اور آبادی دو لاکھ ستر ہزار کی ہے، لاذقیہ، طرطوس اس کی مشہور بندرگاہین ہین،

## (۴) جمہوریۂ لبنان،

یہ حکومت شام کے جنوب مغربی حصہ مین (کوہ لبنان اور اس کے اطراف و جوانب ہین) جنگ عمومی کے بعد سے قائم ہے، اور فرانس کے زیر اثر ہے، اس کا رقبہ ۱۰۵۰۰ کیلو میٹر (۴۰۵۵ میل) مربع اور آبادی سات لاکھ کی ہے، اس کے مشہور اندرونی شہر بعلبک، زحلہ، عالیہ ہین، اور مشہور بندرگاہین طرابلس الشام، بیروت، صیدا اور صور ہین،

## (۵) حکومۃ جبل الدروز

یہ شام کے جنوب مشرقی حصہ مین (کوہ حوران اور اس کے آس پاس) ایک چھوٹی سی حکومت ہے، اس کا رقبہ چھ ہزار کیلو میٹر مربع (۲۳۱۸ میل مربع) اور آبادی ساٹھ ہزار کی ہے، یہ بھی فرانس کے ماتحت ہے، اور جنگ عظیم کے بعد سے قائم ہے،

## (۶) حکومت فلسطین

یہ برائے نام مستقل حکومت ہے، ورنہ درحقیقت انگریزی راج ہے، یہ بھی جنگ عمومی کے بعد قائم ہوئی ہے

اس کا دار الحکومت بیت المقدس ہے، الخلیل، بیت لحم، نابلس اس کے مشہور اندرونی شہر، اور عکا، حیفا، یافا عسقلان اور غزہ، اس کی مشہور بندرگاہیں ہیں،

اس کا رقبہ چوبیس ہزار کیلومیٹر مربع (۹۲۷۰ مربع میل) اور آبادی سات لاکھ اٹھاون ہزار کی ہے،

## (۷) حکومۃ الشرق العربی یا شرق الاردن

یہ حکومت نہر "الاردن" کے مشرقی جانب شام و فلسطین اور حجاز کے درمیان جنگ عمومی کے بعد سے انگریزوں کے زیر حمایت قائم ہے، اس کے حاکم "امیر عبداللہ بن الشریف حسین" ہیں اس کا رقبہ ۳۵۰۰۰ کیلومیٹر مربع (۱۳۵۲۰ مربع میل) ہے اور آبادی ڈھائی لاکھ ہے اسکا دارالحکومت "عمان" ہے اور مشہور شہر السلط، الکرک، اربد اور معان، عقبہ ہیں، موخرالذکر دو شہر (معان اور عقبہ) ۱۳۴۴ھ میں شاہ حجاز سابق شریف علی بن حسین نے اس حکومت کے ہاتھ فروخت کر ڈالے تھے،

## (۸) مصری حکومت،

جزیرہ نمائے سینا مصری حکومت کے قبضہ میں ہے، اس کا رقبہ پچیس ہزار میل ہے، اور آبادی پچاس ہزار کی ہے،

## (۹) الحکومۃ السعودیہ النجدیہ

یہ حکومت نجد میں بہت عرصہ سے قائم تھی، مگر حجاز پر ۱۳۴۳ھ سے اس کا قبضہ ہوا ہے، اس کے موجودہ بادشاہ "جلالۃ الملک عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل فیصل السعود" ہیں،

اس کا رقبہ ..... ۵ مربع میل اور آبادی بیس لاکھ ہے اسکا دارالحکومت "الریاض" ہے مگر "جلالۃ الملک" اکثر مکہ معظمہ میں رہتے ہیں، اس لئے درحقیقت دارالحکومت مکہ معظمہ ہی کو کہنا چاہئے اشاعتِ توحید، ممانعتِ شرک و بدعت، اجرائے حدود شرعیہ، قیام امن کے لحاظ سے یہ عرب کی

موجودہ حکومتوں مین سب سے بہترین حکومت ہے، ان خوبیون کیساتھ اسمین بعض نقائص بھی ہین جنکی اصلاح مسلمانون کا فرض ہے،

## (۱۰) الحکومۃ الادریسیہ

یہ حکومت عسیر مین ۱۳۳۰ھ سے قائم ہے، اس کے موسس سید محمد بن علی بن محمد بن ولی کبیر سید احمد بن ادریس تھے، اور اب موجودہ حاکم ان کے بھائی سید حسن الادریسی ہین،

اس کا رقبہ پچیس ہزار میل مربع اور آبادی دس لاکھ کی ہے، یہ حکومت ۱۳۴۵ھ سے حکومت سعودیہ کے زیر حمایت ہوگئی ہے، ۱۳۵۱ھ مین یہان ایک مختصر سی بغاوت بھی ہوئی، مگر حکومت سعودیہ نے اس کا بخیر و خوبی خاتمہ کر دیا،

## (۱۱) الحکومۃ الامامیہ الیمنیہ

یہ حکومت یمن مین ۲۸۰ھ سے قائم ہے جو نہ صرف عرب بلکہ اسلامی دنیا کی سب سے قدیم حکومت ہے، اس کے حاکم "امام" کہلاتے ہین، کیونکہ "فرقہ زیدیہ" ان کو اپنا امام مانتا ہے، یہ جید عالم (اپنے مذہب کے مجتہد) ہوتے ہین، اب کچھ عرصہ سے ولیعہدی کا طریقہ جاری ہوگیا ہے، ورنہ ہمیشہ سے "انتخاب امام" کا طریقہ چلا آرہا تھا، موجودہ امام یمن "سید یحیی حمید الدین" ہین، جنگ عمومی کے زمانہ مین صرف یہی ایک عربی حکومت تھی، جو انگریزون کے دھوکے مین نہ آئی، اور جس نے باوجود قدیم عداوت کے (کیونکہ ترکون اور یمانیون مین سینکڑون سال سے دشمنی اور جنگ چلی آرہی تھی) خلافت عثمانیہ کا ساتھ دیا، اور انگریزون سے جنگ کی، اس حکومت کا کچھ حصہ (عدن و لحج و نواحی التسع المحمیۃ) انگریزون کے قبضہ مین چلا گیا ہے، جس کو واپس لینے کی برابر یہ حکومت کوشش اور اس کے لئے جنگ کی تیاری کر رہی ہے، وما ذالک علی اللہ بعزیز،

اس حکومت کے ملک کا رقبہ ۱۹۱۱۰۰ کیلو میٹر مربع (۷۳۸۱۳ میل مربع) اور آبادی پچیس لاکھ کی ہے،

## (۱۲) حکومت عدن

(انگریزی حکومت) عدن پر ۱۸۳۹ء سے انگریزون نے قبضہ کر رکھا ہے، اور یہان اپنی ایک حکومت قائم کردی ہے، یہ حکومت پہلے حکومت ہندوستان کے ماتحت تھی، مگر اب اس کا تعلق حکومت بمبئی سے ہوگیا ہی،

## (۱۳) حکومت لحج

یہ حکومت عدن کے شمال مین قائم ہے اور انگریزون کے ماتحت ہے، انگریز اس کو تین ہزار دوسو بیس ۳۲۲۰ روپیہ ماہانہ دیتے ہین، اس کے موجودہ حاکم "سلطان عبدالکریم فضل بن علی" ہین، ان کے پاس دو ہزار ۲۰۰۰ سپاہی ہین،

## (۱۴) النواحی المحمیہ

یہ چھوٹی چھوٹی متعدد ریاستین ہین، جو انگریزون کے ماتحت ہین، اور ان کو "النواحی المحمیہ" کہا جاتا ہی، ان مین سے اکثر کو انگریز ماہانہ تنخواہ دیتے ہین اور بعض کو وقتاً فوقتاً انعام واکرام دیتے رہتے ہین، یہ سب درحقیقت حکومت یمن کی رعایا ہین، مگر انگریزون نے اپنی حفاظت اور "عدن" پر قبضہ باقی رکھنے کی غرض سے ان کو اپنے ساتھ ملالیا ہے، اور اس طرح عدن اور حکومت یمن کے درمیان ایک سد فاصل قائم کردی ہے، ان ریاستون (یا درحقیقت قبیلون) کے نام یہ ہین:-

(ا) **الفضلی**:- یہ قبیلہ عدن کے مشرق مین ساحل پر واقع ہے، اس کے موجودہ حاکم "عبدالقادر بن حسن الفضلی" ہین، ان کو تین سو ساٹھ روپیہ ماہانہ ملتا ہی، ان کے پاس ایکہزار سپاہی ہین،

(ب) **العوازل**:- یہ بھی عدن کے مشرق مین اور الفضلی کے بعد واقع ہے، یہ قبیلہ انگریزون سے بہت عرصہ تک لڑتا رہا، مگر آخر کار مجبور ہوکر اون کی زیر حمایت ہوگیا،

(ج) **العوالق** :- یہ بھی عدن کے مشرق مین اور "العوازل" کے بعد ہی، اس علاقہ کا طول سو میل اور عرض بھی تقریبًا اسی قدر ہے، اس کے دو حصے ہین "(۱) العلیا (بالائی) (۲) السفلی (زیرین) العوالق العلیا مین چار شخصون کی حکومت ہی، اور سفلی مین ایک کی، انگریزان سب کو تنخواہ دیتے ہین جسکی مجموعی رقم نو سو روپیہ ہے، اس قبیلہ کے مردون کی تعداد تقریبًا چالیس ہزار ہے،

(د) **الواحدی** :- یہ بھی عدن کے مشرقی جانب اور "العوالق" کے بعد (حضر موت کی سرحد پر) واقع ہے، اس کے موجودہ حاکم "علی بن محسن" ہین، جو خود تو انگریزون کے خیر خواہ ہین، مگر ان کی قوم انگریزون سے بیزار ہے،

(ہ) **الحواسب** :- یہ عدن کے شمال مین واقع ہے، سب سے پہلے اس قبیلہ نے انگریزی حمایت قبول کی تھی، اس کے موجودہ حاکم "محسن بن علی بن مانع ہین" ان کو چار سو روپیہ ماہانہ ملتا ہے ان کے پاس ایکہزار سپاہی ہین،

(و) **القطیبی** :- یہ بھی عدن کے شمال مین اور "الحواسب" کے مشرقی جانب ہین، یہ بھی انگریزون سے تنخواہ پاتے تھے، مگر اب ان سے خفا ہو کر امام یمن کے ماتحت ہو گئے ہین،

(ز) **العلوی** :- یہ بھی عدن کے شمالی رخ اور "الحواسب" کے پاس ہی،

(ح) **الیوافع** :- یہ بھی عدن کے شمالی جانب ہے، اس کی دو قسمین ہین (۱) علیا (۲) سفلی، علیا تو اب تک بالکل مستقل ہین، یعنی کسی کے ماتحت نہین ہین، اور سفلی انگریزون کے ماتحت اور تنخواہ یاب ہین،

(ط) **الضالع** :- یہ بھی عدن کے شمالی جانب (الیوافع اور الحواسب کے درمیان) واقع ہے، یہ پہلے انگریزون کے ماتحت تھے، مگر اب چند سال سے حکومت یمن کے تابع ہو گئے ہین،

(ی) **العقارب** :- یہ بالکل چھوٹا سا قبیلہ ہے، اور کسی کے ماتحت نہین ہے، عدن کے شمال مغرب مین واقع ہے،

(ک) الصبیحہ :- یہ عدن کے مغربی جانب واقع ہی، اس کے متعدد سردار (شیوخ) ہین، ان سب کو انگریزی حکومت سے ہر تین ماہ کے بعد انعام واکرام (کسی کو پچاس روپیہ کسی کو سو روپیہ) ملتا رہتا ہے،

**نوٹ :-** "لحج" اور "نواحی محمیہ" کا مجموعی رقبہ تقریباً ڈھائی ہزار مربع میل ہے، اور آبادی تقریباً تین لاکھ کی ہے،

## (۲۵) حکومت مُکَلاّ

"یہ حضرموت" کا بندر ہے، یہان بھی ایک حکومت انگریزون کے زیر اثر (حمایت) قائم ہے، موجودہ حاکم "سلطان عوض بن عمر القعیطی" ہین، جنکا تعلق "حیدرآباد دکن" سے بھی ہی، مدت دراز سے یہان کے فرمانروا سلاطین دکن کی عربی فوج کے افسر رہتے آئے ہین، چنانچہ یہ تعلق اس وقت بھی قائم ہی،

## (۲۶) امامۃ مسقط یا حکومت عمان

یہ حکومت ساحل بحر ہند پر (ملک عمان مین) عرصہ سے قائم ہے، کسی زمانہ مین بڑی زبردست سلطنت تھی، مگر اب انگریزون کے زیر اثر ہے، اس کے حاکم "امام" کہلاتے ہین، کیونکہ "خوارج" ان کو اپنا امام مانتے ہین، ان کے یہان اب تک "انتخاب امام" کا طریقہ باقی ہی، موجودہ حکمران کا نام "تیمور" ہے، رقبہ اسی ہزار مربع میل اور آبادی سولہ لاکھ ہے،

## (۲۷) حکومت بحرین

"یہ جزائر البحرین" مین قائم ہے، اور یہان "آل خلیفہ" کے خاندان کی حکومت ہے، موجودہ حاکم "حمدون بن عیسیٰ" ہین، یہ حکومت بھی انگریزون کے زیر اثر ہے، اس کا رقبہ چار سو پچاس میل مربع ہے، اور آبادی دو لاکھ کی ہے،

## (۲۸) حکومۃ الکویت،

یہ "آل الصباح" کے خاندان کی حکومت ہے، موجودہ حاکم "شیخ احمد بن جابر" ہین، اس کا رقبہ چار ہزار مربع میل اور آبادی ایک لاکھ بیس ہزار کی ہی،

## (۲۹) حکومت عراق،

جنگ عمومی کے بعد سے عراق مین بھی ایک برائے نام مستقل حکومت (انگریزون کے ماتحت مین) قائم ہی[1] اس کے حاکم "ملک شریف فیصل بن الشریف حسین" مقرر ہوئے، مگر انھون نے اٹلی مین اچانک وفات پائی، اور اب اون کی جگہ اون کے صاحبزادہ شاہ غازی بادشاہ ہین، اس حکومت کا رقبہ دو لاکھ میل مربع اور آبادی انتیس ۲۹۰۰۰۰۰ لاکھ کی ہے،

## خاتمہ،

آپ نے دیکھا، کہ وہ "جزیرۃ العرب" جس مین سے یہود و نصاریٰ کو نکالنا بموجب فرمان نبوی صلعم اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب، مسلمانون پر فرض ہے، اس کا اکثر حصہ اب نصاریٰ کے قبضہ مین ہے، اور جو باقی ہے، اس پر بھی "استیلا" کی کوشش اور تدبیرین ہو رہی ہین، اگر مسلمانون کی یہی غفلت اور خانہ جنگیان رہین، تو خدا نخواستہ یہ حصہ بھی ان کے ہاتھ سے جاتا رہیگا، فھل من مدکر،

ان الارض للہ یورثھا من یشاء من عبادہ والعاقبۃ للمتقین، قل اللھم مالک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیٔ قدیر،

---

[1] اب یہ حکومت بڑی حد تک آزاد ہو گئی ہی، "م"

# (۱) حکومت نجد

## سلطان عبدالعزیز آل سعود

**نجد** حکومت نجد عرب کی موجودہ حکومتون مین سب سے زیادہ طاقت ور اور پر شوکت ہے، سلطان عبدالعزیز یہان کے حکمران ہین، اس کے حدود اربعہ بہت پیچیدہ ہین جسکی تفصیل اوپر مقدمہ مین گذر چکی ہی کہ اسکا مجموعی رقبہ ۵ لاکھ مربع میل ہی، عرب کی کسی حکومت کا رقبہ اتنا وسیع نہین ہے، اس طول و عرض مین ۲۰ لاکھ نفوس آباد ہین، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی شیعہ، حنبلی (وہابی) اور بعض دوسرے اہل سنت پر مشتمل ہے، مشہور مقامات مین ریاض، بریدہ، عینزہ، حائل، رمدہ، شقراء، مجمعہ، حریملا، ہفوف، قطیف، اور مشہور قبائل مین مطیر، حرب، عتیبہ، سبیع، دواسر، عجمان، عوازم، سہول، بنو مرہ اور قحطان ہین، اب چند برسون سے حکومت حجاز بھی نجد مین شامل ہوگئی ہے اسلیے اسکی آبادی مین تین لاکھ نفوس اور رقبہ مین ۵۰ ہزار مربع میل کا اور اضافہ ہوگیا ہے، اور حجاز کی سیادت کی وجہ سے اس کو مرکزی حکومت کی حیثیت حاصل ہوگئی ہی،

**حکومت نجد کی تاریخ** نجدی حکومت کی تاریخ اٹھارہوین صدی کے اول سے شروع ہوتی ہے، ۱۷۰۳ء مین محمد بن عبدالوہاب نجدی نے عرب مین احیاے سنت کی دعوت شروع کی، اور ۱۷۴۲ء مین مقام درعیہ کے شیخ محمد بن سعود (موجودہ حکمران نجد کے مورث اعلیٰ) اس دعوت مین شریک ہوئے، ۱۷۴۶ء مین اطراف و جوانب کے قبائل سے انکی جنگ چھڑ گئی، اس وقت سے برابر ان کا اثر بڑھتا گیا تا آنکہ شرفاے مکہ نے ان کو حج سے روک دیا، ۱۷۶۵ء مین اپنا کام ناتمام چھوڑ کر محمد بن سعود انتقال کر گئے، ان کے بعد ان کے لڑکے عبدالعزیز بن محمد بن سعود ان کے جانشین ہوئے، ۱۷۹۵ء

مین انھون نے الحسا اور قطیف پر قبضہ کرکے خلیج فارس کے ساحل پر اقتدار قائم کرلیا، ترکون نے ان کے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے، اور بالآخر ۱۷۹۲ء مین پاشاے بغداد نے عارضی صلح کرلی، ۱۷۹۸ء مین شریف مکہ نے ان کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے مقابلہ مین مجبور ہوکر عبدالعزیز کو حج کرنے کی اجازت دیدی، اور انھون نے شریف کے زیر اثر علاقہ مین تاخت و تاراج نہ کرنے کا اقرار کیا، لیکن یہ تعلقات زیادہ دنون تک قائم نہ رہ سکے اور شیخ خزعبل نے ایک وہابی قافلہ پر حملہ کردیا، اس کے انتقام مین سلطان عبدالعزیز نے ۱۸۰۲ء مین کربلا پر قبضہ کرکے مقامات مقدسہ کی بے حرمتی کی، اور یہان کے باشندون کو تہ تیغ کیا، ۱۸۰۳ء مین پھر شریف مکہ سے جنگ ہوئی، اس مرتبہ سلطان عبدالعزیز طائف پر قابض ہوگئے، اور اسی سال انھون نے فاتحانہ حج کیا، لیکن ان کی واپسی کے بعد پھر شریف غالب نے وہابی فوج کو نکال دیا، البتہ کچھ مزید مراعات منظور کرلین، اسی زمانہ مین وہابیون نے خلیج فارس پر اقتدار جماتے جماتے بحرین پر قبضہ کرلیا، اور ۱۸۰۳ء مین عبدالعزیز کے بعد سعود بن عبدالعزیز ان کے جانشین ہوئے، انھون نے ۱۸۰۵ء مین مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ پر قبضہ کرکے شریف غالب سے اطاعت قبول کرالی، اور خطبہ سے غالب کا نام خارج کرکے ترکی حجاج کا قافلہ روک دیا، اور سلطان محمود خان ثانی سے اپنی دعوت کے قبول کرنے کا مطالبہ کیا، ان کے انکار پر ۱۸۱۰ء مین حوران لوٹ لیا، اور خلیج فارس پر تاخت و تاراج شروع کردی، اسی زمانہ مین انگریزون نے اسکی حفاظت کے لئے ایک جنگی بیڑا روانہ کیا، اس نے راس الخیمہ پر قبضہ کرکے سعودی بیڑے کو برباد کردیا، اسی زمانہ مین سلطان محمد علی پاشا خدیو مصر نے وہابیون کے مقابلہ مین فوجین روانہ کین، چنانچہ طوسون پاشا نے ۱۸۱۱ء مین ینبع البحر اور ینبع البر فتح کرکے ۱۸۱۲ء اور ۱۸۱۳ء مین مدینہ اور مکہ پر بھی قبضہ کرلیا، ۱۸۱۳ء مین محمد علی پاشا خود جدہ آئے لیکن سعود سے صلح نہ ہوسکی، ۱۸۱۳ء کے آخر مین طوسون پاشا نے تربہ پر دوسرا حملہ کیا، لیکن اس مین ناکام رہے اس کے بعد مصریون کی جنگی کارروائی ختم ہوگئی، اور ۱۸۱۴ء مین سعود کا انتقال ہوگیا، ان کے بعد ان کے لڑکے عبداللہ بن سعود جانشین ہوئے، ان کی جانشینی کے بعد پھر محمد علی پاشا نے جنگی کارروائی کا آغاز کردیا، ۱۸۱۵ء مین تربہ پر قبضہ کرکے عسیر کی طرف بڑھے، اور قنفذہ ہوتے ہوئے مکہ آئے، اسی سال مارچ مین طوسون پاشا نجد مین داخل ہوگئے اور الراس پر قبضہ کرکے

یہان ان سے اور عبداللہ بن مسعود سے عارضی صلح ہو گئی ۱۸۱۶ء مین پھر ابراہیم پاشا بن محمد علی پاشا نے مصری فوج
کی کمان اپنے ہاتھ مین لی، اور ایک سال مسلسل خونریز جنگ کے بعد درعیہ پہنچ گئے، اور ۱۸۱۸ء مین نجد کے دارالسلطنت
پر قبضہ کرلیا، اور سلطان عبداللہ اور محمد بن عبدالوہاب کے خاندان کو گرفتار کرکے قاہرہ بھیجدیا ۱۸۱۹ء مین طوسون
پاشا نجد سے واپس ہوئے، اون کی واپسی کے تھوڑے ہی دنون بعد سلطان عبداللہ کے بھائی مشاری نے پھر درعیہ
مین حکومت قائم کرلی لیکن حسین نے بہت جلد اس حکومت کا خاتمہ کرکے مشاری کو بھی گرفتار کرلیا، مصری حملون کے
زمانہ مین عبداللہ بن محمد کا لڑکا ترکی سدیر بھاگ گیا تھا، مشاری کے بعد اس نے ریاض مین خودمختاری کی کوشش
کی لیکن مصریون نے اس کو یہان سے نکال دیا، ۱۸۲۲ء مین پھر یہ اٹھا، اور ریاض کے مصری دستہ پر حملہ کرکے اسکو
منتشر کردیا، اور محمد علی پاشا کو سالانہ رقم دیکر ان کو راضی کرلیا، پھر ۱۸۳۰ء مین الحسا جس پر ترک قابض تھے فتح کرکے
بحرین پر تسلط جمالیا، اس وقت سے نجدی حکومت کا دارالسلطنت درعیہ سے ریاض منتقل ہو گیا، ۱۸۳۴ء مین
مشاری بن عبدالرحمن کے ہاتھون ترکی بن عبداللہ کا خاتمہ ہوا، ابھی اس کو حکومت ملے کل چالیس دن ہوئے تھے کہ ہفوف
مین فیصل بن ترکی کے ہاتھون قتل ہو گیا، اور فیصل تخت حکومت پر بیٹھا، نجدی سلسلہ کے تیسرے فرمانروا سعود
کے لڑکے خالد نے مصری فوج کی مدد سے فیصل کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور ریاض مین اس کو شکست فاش دی
مصری فوج کے سپہ سالار خورشید پاشا نے ۱۸۳۸ء مین الدکیم مین اس کو دوسری مرتبہ شکست دیکر گرفتار کرکے
مصر بھیجدیا، اور خالد بن سعود نجد کا فرمانروا ہوا، لیکن مصری فوج کے واپسی کے بعد ۱۸۴۱ء مین عبداللہ بن
ثنیان آل سعود ان کو ریاض سے نکال کر خود بادشاہ بن بیٹھا، ابھی ایک سال بھی نہ گذرا تھا کہ اس سلسلہ کے
آٹھوین فرمانروا فیصل نے (جو اب رہا ہو چکا تھا) اس کو گرفتار کرکے قید کردیا، فیصل بن ترکی ایک مرتبہ تجربہ
اٹھا چکا تھا اس لئے نہایت ہوشیاری کے ساتھ اس نے دوبارہ نجد مین اپنی حکومت جمائی، اور ۱۸۶۵ء مین انتقال
کر گیا، اس کے بعد اس کا لڑکا عبداللہ بن فیصل بن ترکی حکمران ہوا، اسکی تخت نشینی کے ۶ سال بعد ۱۸۷۱ء مین اسکے
بھائی سعود بن فیصل نے اسکو تخت سے اتار دیا، سعود بن فیصل کے زمانہ مین ترکون نے الحسا اور قطیف پر قبضہ کرلیا، اسکی

موت کی بعد سنہ ۱۸۶۵ء مین پھر عبداللہ نے تخت حاصل کرلیا اور سنہ ۱۸۷۱ء تک قابض رہا، اسی سنہ مین اسکو محمد بن رشید حائلی سے جنگ کرنا پڑی، یہ جنگ مین مشغول تھا کہ سعود کے بیٹون نے حکومت پر قبضہ کرکے اسکو جلاوطن کردیا، اور محمد بن سعود حکمران ہوا، اس کے چند ہی دنون کے بعد محمد بن سعود کا چچا عبدالرحمن بن فیصل تخت نشین ہوا، ایک سال کے بعد محمد بن رشید نے اس کو تخت سے اتار دیا، اور عبداللہ بن فیصل کو بٹھایا، یہ اس کی حکومت کا تیسرا موقع تھا، دو سال بعد سنہ ۱۸۸ء مین اس کا انتقال ہوگیا، اس کے انتقال کے بعد محمد بن رشید نے محمد بن فیصل کو بٹھایا، یہ سلسلہ رشید کے ماتحت تھا، محمد کی وفات کے بعد ریاض مین رشید کے عمال حکمران رہے،

موجودہ حکمران | اسی سلسلہ کے بیدار مغز فرمانروا عبدالعزیز ہین، انھون نے اپنی کوششون سے اپنے آبا و اجداد کی مٹی ہوئی حکومت از سر نو قائم کی ریاض پر محمد بن رشید والیِ حائل کا قبضہ تھا اور یہ جسکو چاہتے تھے حکمران بناتے تھے، سنہ ۱۹۰۲ء مین موجودہ سلطان نے کویت کے شیخ کی مدد سے ریاض کو واپس لیا، اور مدتون ان کے حملون کا کامیاب مقابلہ کرتے رہے، ابن رشید نے ترکون سے بھی مدد لی، لیکن حائل مین خود بدامنی پھیل گئی تھی، اس لئے کچھ نہ کرسکے، اور ریاض مین آزاد نجدی حکومت قائم ہوگئی، اب رشید خود ان کے دست نگر ہین، اور ان کی جملہ ضروریات سلطان عبدالعزیز پوری کرتے ہین، سلطان عبدالعزیز آل سعود نہایت بیدار مغز اور روشنخیال حکمران ہین، ذہانت طباعی اور زبان آوری کے جوہر انمین موجود ہین، علوم سے بھی انکو وافر حصہ ملا ہے، خصوصاً موجودہ پالٹیکس مین ان کے معلومات نہایت وسیع ہین، ہر مسئلہ کے متعلق ذاتی اور صائب رائے رکھتے ہین، یورپ کو انھون نے خوب سمجھا ہے، اور اس کی ہر ادا پر ان کی نظر بہت غائر رہتی ہے، اس کے متعلق ان کی یہ رائے نہایت دلچسپ ہے، کہ "یورپ اس آہنی پھاٹک کے مثل ہے جس کے اندر کچھ نہین ہے"، یہ بیرونی طاقتون سے مطلقاً خوف نہین کھاتے، اور ان کے نمائندون کے سامنے نہایت بےباکی سے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہین، گو وہ نجدی ہین، لیکن ان کی ذات مین کوئی تعصب نہین، ان کو شیعون کا سب سے بڑا دشمن کہا جاتا ہے، لیکن غالباً لوگون کو یہ معلوم نہین کہ احسا مین ۳۰ ہزار شیعہ ان کے زیر حکومت نہایت آزادی سے زندگی بسر کرتے ہین، البتہ مراسم مین افراط تفریط کی اجازت نہین ہے، شیعہ تو مسلمان ہین، غیر مسلمون کے ساتھ انکو

تعصب نہین، چنانچہ انگریزون کے ساتھ بلا تکلف کانٹے چھری سے کھاتے ہین،

**انگریزون سے تعلق** حجاز مقدس کی حکمرانی کی وجہ سے مسلمانون کے لئے ان کے بیرونی غیر مسلم حکومتونکے ساتھ تعلقات کا مسئلہ بہت اہم ہے، جنگ عظیم کے قبل تک ان کے اور انگریزون کے تعلقات دوستانہ تھے اور اس زمانہ مین انھون نے ان کی بہت قیمتی مدد کی تھی، اس کے صلہ مین انگریزون نے کچھ رقم بھی مقرر کی تھی، لیکن اختتام جنگ کے بعد پوری ادا نہین کی، اس لئے تعلقات مین ناخوشگواری پیدا ہوگئی ہی گو ظاہری تعلقات مین کوئی فرق نہین آیا ہے، تاہم وہ بات باقی نہین رہی، اس کے علاوہ انگریزون نے سلطان کے دشمنون کو ان کے اردگرد حکمران بنا دیا ہی جس کی وجہ سے سلطان ہر طرف سے محصور ہو گئے ہین، عراق مین فیصلؒ اور شرق اردن مین عبداللہ ان کے سخت دشمن ہین، آج سے چند سال پیشتر انگریزون کے ساختہ پرداختہ شریف حسین بھی تھے لیکن اب وہ ختم ہو چکے تاہم جو لوگ باقی ہین انگریزون کی مالی وسیاسی مدد کرتے ہین، اور اس کا منشا یہ ہے کہ سلطان انگریزون کے مفاد کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکین، اور یہ بھی دوسرے فرمانروایان عرب کیطرح انکی بساط سیاست کا مہرہ بنے رہین،

**اتحاد عرب کا خیال** سلطان ابن سعود ان تمام امور کو شدت کے ساتھ محسوس کرتے ہین اسی لئے وہ تمام امرائے عرب کو متحد کرنا چاہتے ہین، اور اس مین وہ نہایت خلوص سے کوشان ہین تاکہ عرب مین کوئی خطرناک اجنبی اقتدار قائم نہ کر سکے اتحاد عرب کے لئے انھون نے مختلف صورتین پیش کین، ایک یہ کہ تمام فرمانروایان عرب کی کانفرنس ہو اور وہ سب ان کو جزیرۃ العرب کا بادشاہ تسلیم کرین کیونکہ ان کے نزدیک اس منصب جلیل کا ان سے زیادہ کوئی اہل نہین ہی، لیکن اگر امرائے عرب ان کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو منتخب کرینگے تو ان کو اس کے تسلیم کرنے مین تامل نہ ہوگا، اور اس کے بعد بھی یہ عرب کے فلاح وبہبود مین کوشان رہین گے، اور اگر یہ صورت بھی نہ ہو سکے اور کوئی ایسی تیسری شکل پر اتفاق ہو جو سب کے لئے مفید ہو تو اس کے قبول کرنے مین بھی ان کو عذر نہ ہوگا، مثلاً آپس مین کوئی اس قسم کا معاہدہ ہو جائے جو امرائے عرب کے انتظامی یا سیاسی امور کے متعلق ہو یا مشترک اقتصادی مسائل کے

لہ تقریباً ایک سال ہوا امیر فیصل کا انتقال ہو گیا، اور اب انکی جگہ ان کے لڑکے امیر غازی حکمران ہین،

تحفظ پر مشتمل ہو تو وہ اس کو بہایت خوشی سے قبول کرین گے، اور اگر ان شکلون مین کوئی بھی نہ ہوسکے تو کم از کم وہ خود اپنے سیاسی مقتضیات کے موافق ہر اس سلطنت کے ساتھ جس کا اور ان کا مفاد مشترک ہوگا معاہدہ کرنے مین تامل نہ کرینگے لیکن اس کا مقصد کسی کی مخالفت نہ ہوگا کیونکہ سلطان ایک صلح پسند آدمی ہین، البتہ وہ یہ ضرور چاہتے ہین کہ انپر بھی کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے پائے، لیکن عربون کے کسی معاملہ مین بھی انگریزون کی ثالثی پسند نہین کرتے، وہ یہ کہتے ہین کہ ان کی ثالثی اختلاف کی خلیج اور زیادہ وسیع کردیتی ہے، اگر دو شیوخ کے حدود مین کوئی ایسا اختلاف ہو جو ملکی آدمی کے ذریعہ سے بآسانی طے ہو سکتا ہی، اور اس مین انگریز ثالث بنجائین تو ان کا پولٹیکل ایجنٹ اس اختلاف کو اس درجہ تک پہنچا دیگا، کہ پھر صلح ناممکن ہوجائیگی، اس مین تنہا انگریزون کا قصور نہین، بلکہ ایک حد تک شیوخ بھی اسکے ذمہ دار ہین، کیونکہ فریقین اپنی اپنی جگہ فطری طور پر یہ سمجھتے ہین کہ ثالث یا ان کا جنبہ دار ہوگا یا مخالف ہوگا، اسلئے وہ زیادہ سے زیادہ مطالبات پیش کرتے ہین، تاکہ جنبہ داری کی صورت مین سب پورے ہوجائین، اور مخالفت کی صورت مین نقصان نہ اٹھانا پڑے،

**نظام حکومت** نجد کی حکومت مختلف اضلاع پر تقسیم ہے، ہر بڑے مقام پر ایک حاکم اعلیٰ رہتا ہی، یہ یہان کے تمام سپید و سیاہ کا مالک ہوتا ہی، عدل و انصاف، امن و امان، اور پابندی شریعت حکومت نجد کا نمایان وصف ہے، خصوصًا عدل اس کا بنیادی اصول ہے، عدل و انصاف کے دائرہ سے کوئی عامل سر مو تجاوز نہین کرسکتا حتیٰ کہ خود سلطان جب دورہ پر نکلتے ہین تو کسی رعایا اور ادنیٰ پیشہ ور سے بھی رسد نہین لیجاتی، شاہی اسٹاف بازاری نرخ سے ایک حبہ کم نہین کرسکتا، تاجرون پر کسی قسم کی زیادتی نہین ہونے پاتی، محض قیام عدل کے خاطر رعایا کو عام اجازت ہے کہ راستون مین بھی سلطان کے سامنے اپنی شکایت پیش کرسکتی ہی، اس عدل و انصاف کا یہ کھلا ہوا نتیجہ تم کو ہر جگہ نظر آئیگا، کہ نجد کے طول و عرض مین بلا مبالغہ اتنا امن و امان ہے کہ متمدن ممالک مین بھی اس کی نظیر نہین مل سکتی، قافلون کی گذرگاہین بالکل مامون ہین، ایک تنہا آدمی جس صحرا اور ویرانہ مین چاہے سفر کرے کوئی شخص تعرض نہین کرسکتا، سلطان کے عدل نے ان مقامات پر امن پیدا کردیا ہے، جہان ترکی حکومت اپنی قوت و شوکت

کے باوجود قیام امن سے عاجز تھی، عقیر و حسا کے درمیان ہمیشہ سے تجارتی قافلے آتے جاتے رہتے ہین، ترکون کے زمانہ مین اسی راستہ مین ہر پانچ دس میل کی مسافت پر تاجرون کو قبائل کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا اسی طرح بحرین اور عقیر کے تجار پھر عقیر سے نخل اور نخل سے لم الذر، ام الذر سے علاقہ کے تمام راستون مین تجار کو ہر ہر قدم پر داد و دہش کرنی پڑتی تھی، ترکون نے یہان امن و امان قائم کرنے کی کوشش کی لیکن الٹے شکست کھائی، اب انھین راستون مین اگر کسی تاجر کا مال بھی رہجاتا ہو، تو کوئی ہاتھ نہین لگا سکتا، تاآنکہ وہ خود آکر نہ اٹھائے،

**پابندی شرع** شرع کی پابندی جس قدر نجد مین ہے اس کی نظیر کسی اسلامی ملک مین نہین مل سکتی، اس زمانہ مین شرعی حدود کا اجرا، نجد کے سوا کہین نہین ہوتا، اس بارہ مین نجدی حکومت نے عہد صحابہ کی یاد تازہ کردی، پھر حدود کا اجرا، اس شدت سے ہوتا ہے کہ اس سے امیر و غریب کوئی نہین بچ سکتا، چور کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، تارک نماز کو کوڑے کی سزا دیجاتی ہے، اور اسی قبیل کے تمام شرعی حدود جاری ہین، ریاض کی تمام مسجدون مین نمازیون کی باقاعدہ حاضری لیجاتی ہے، بلا عذر غیر حاضر شخص کو ایک مرتبہ سمجھایا جاتا ہے، دوسری مرتبہ تنبیہ کیجاتی اور تیسری مرتبہ کوڑون سے ضیافت ہوتی ہے، تمباکو کا استعمال قانوناً ممنوع ہے، کوئی شخص علی الاعلان استعمال نہین کر سکتا، گھر کے اندر لوگ چوری چھپے سگریٹ وغیرہ پی لیتے ہین، خود معتدل نجدی اس سے احتراز نہین کرتے اور شیوخ ان باتون مین عموماً چشم پوشی کر جاتے ہین، گو یہ قوانین اس متمدن عہد مین پسندیدہ نہین ہین لیکن خالص شرعی نقطہ نظر سے ان کے مستحسن و محمود ہونے مین کس کو شبہہ ہو سکتا ہے،

**حلم و عفو** یہ ایک اصول ہے کہ محض درشتی اور سختی سے حکومت نہین چل سکتی، اس کے لئے شدت کے ساتھ نرمی اور مواخذہ کے ساتھ درگذر بھی ضروری ہے، سلطان اس نکتہ سے اچھی طرح واقف ہین، چنانچہ اون کی ذات مین حدود اللہ کے علاوہ حلم و عفو کا مادہ زیادہ ہے، جو شخص چند ساعتین بھی ان کے ساتھ گذاریگا، اس کو اس وصف کا اعتراف کرنا پڑیگا، وہ خلاف مزاج باتون مین بہت جلد مشتعل ہو جاتے ہین لیکن پھر چند ہی منٹون مین تبسم اور خندہ جبینی اس کی تلافی کر دیتی ہے، ان کا بڑے سے بڑا دشمن بھی ان کے اس سحر سے مسحور ہو جاتا ہے، بڑے بڑے

باغی شیوخ گرفتار ہوکر آتے ہین، اور یہان چند دن ان کی میزبانی مین بسر کئے، سارے باغیانہ جذبات سرد پڑجاتے ہین، اسی لئے اون کی رعایا عام طور پر ان سے خوش ہے شیخ محمد بن رشید جن کا ذکر اوپر آچکا ہی، مدتون ان سے لڑے، ان کے آبا و اجداد کی سلطنت کو مٹایا لیکن جب وہ ان کے قبضہ مین آگئے تو انھون نے ان کے ساتھ کوئی برا سلوک نہین کیا، بلکہ شاہی مہمان کی حیثیت سے ان کا پورا گھرانا سلطان کے یہان مقیم ہے اور حکومت کی طرف سے ان کے شایان شان جملہ ضروریات پوری کیجاتی ہین، مکان، سواری، لونڈی، غلام اور جملہ ضروریات کے سامان سلطان کے ذمہ ہین، اس لئے اب وہ سب ان کے بڑے دوست ہین،

ایک اور وصف جو ان سب پر فائق اور لائق ذکر ہے، وہ سلطان کی غربا پروری ہے، ریاض اور اس کے اطراف مین ہزارون کی تعداد مین فقرا اور مساکین ہین، ان کی پرورش حکومت کرتی ہی، صبح شام ان سب کو شاہی لنگرخانہ سے کھانا ملتا ہی، ان اوقات مین ہزارون کی تعداد مین شہری اور دیہاتی عربان اور اخوان مرد اور عورتین، بوڑھے اور بچے جمع ہوتے ہین، ان سب کو کھانا کھلایا جاتا ہی، پھر ان مسکینون مین فرق مراتب کا لحاظ رہتا ہی، بھیک مانگنے والون کو کشکول مین دیدیا جاتا ہے، اور شریف تنگ حالون کو دسترخوان پر کھلایا جاتا ہی،

**فوج** نجدی فوج کی تعداد کی صحیح تعیین نہین کیجاسکتی، اور غالباً بڑی تعداد مین کوئی مستقل فوج ہے بھی نہین، قیام امن کے لئے اہم مقامون پر تھوڑی بہت فوج رہتی ہی، باقی ضرورت کے وقت مجنون اخوان سے فوجی خدمت لیجاتی ہے، ان مجنون اخوان کا تذکرہ آگے آئیگا، جنگ کے زمانہ مین عام منادی کرادیجاتی ہے، اس منادی پر ملک کے ہر حصہ کے نجدی ہزارون کی تعداد مین جمع ہوجاتے ہین، یہ لوگ زمانہ جنگ مین اپنے اخراجات کا بار حکومت پر نہین ڈالتے، سواری، اسلحہ، اور سامان خورد و نوش خود ساتھ لاتے ہین، اخوان جن پر فوج کا بڑا حصہ مشتمل ہے، سخت جفاکش ہین، جفاکشی مین شاید ہی افریقہ کے وحشی ان کا مقابلہ کرسکین، دو دو تین تین دن بے آب و دانہ رہ سکتے ہین، اور ابرو پر شکن نہین پڑتی، عرب کے ریگستان مین کوسون ننگے پاؤن چلے جاتے ہین، اور زبان سے اف نہین کرتے، ان کا نمایان وصف جہاد کا ولولہ ہے، جہاد کی اسپرٹ اون کے رگ و ریشہ مین ساری ہی،

خدا کے نام پر جان دیدینا ان کا محبوب ترین مشغلہ ہی، ان کو فتحمندی سے زیادہ شہادت کی تمنا رہتی ہی، اور جنگ کے زمانہ مین نہایت جذب و ولولہ کے ساتھ نعرہ لگاتے ہین کہ "جنت کی ہوا چل رہی ہی، اسکا طالب کہان ہے" جس مین یہ اسپرٹ ہو اس کو دنیا کی کون سی طاقت مغلوب کر سکتی ہی، اسلیئے نجدی فوج بہت کم ناکام ہوتی ہے، یہ وہی جذبۂ فدویت ہے، جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے نصف صدی کے اندر اندر ایران وروم کی پرشوکت سلطنتون کو ریگ بنا کر اڑا دیا تھا، گو مسلمانون مین یہ جذبہ عرصہ ہوا رخصت ہو چکا لیکن الحمد اللہ کہ ویرانۂ نجد کے وحشی مسلمانون مین آج بھی یہ خصوصیت نظر آتی ہی،

**محاصل** نجدی حکومت کی آمدنی سے ہم بالکل لاعلم ہین، لیکن قیاس کہتا ہی کہ مختلف ضروری ٹیکسون سے کافی آمدنی ہوتی ہوگی، مفروضہ زکوۃ، پیداوار کا عشر کھلی ہوئی آمدنی ہے، نجد مین متعدد بازار ہین خصوصاً بریدہ مین اونٹون کا عرب کا سب سے بڑا بازار ہے اور حکومت کی نگرانی مین ان بازارون سے کافی آمدنی ہوتی ہوگی، بعض قدرتی اشیاء انگریزی کمپنی کے ٹھیکہ مین ہین اس کے علاوہ اب چند برسون سے حجاز سے لاکھون روپیہ سالانہ کی آمدنی ہی، یہ تمام آمدنیان ملا کر محاصل کی مقدار کافی ہو جاتی ہوگی،

**تعلیم اور بعض ترقیات** نجد مین گو تعلیم عام نہین ہے لیکن اخوان کا ایک طبقہ جو "مطاوعہ" کہلاتا ہی، مذہبی تعلیم کی اشاعت کے لئے مخصوص ہے، علما ان کو ضروری تعلیم دیکر تیار کرتے ہین، اور یہ گھوم پھر کر عوام کو مذہبی تعلیم دیتے ہین، بعض خاص خاص مقامات مثلاً عنیزہ وغیرہ مین بہت خاصی تعلیم ہے، شاہی خاندان مین تعلیم البتہ نہایت اعلی ہی، خود سلطان کے لڑکے مصر مین جدید تعلیم حاصل کر رہے ہین، سلطان تعلیم اور اس قسم کی دوسری ضروری اصلاحات مین کوشان ہین، چنانچہ محکمۂ حفظان صحت اور تعمیرات کے لئے انھون نے ڈاکٹرون اور انجنیرون کی خدمات حاصل کی ہین، اور چھوٹی چھوٹی آبادیون کی تعمیر کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا ہی، یہ آبادیان "ہجر" کہلاتی ہین، جو لوگ تعلیم حاصل کر لیتے ہین، وہ اپنے وحشت کدون سے نکل کر اس مین آکر آباد ہوتے ہین،

**ایک ترقی یافتہ مقام،** نجد کے خشک، بنجر اور غیر تربیت یافتہ علاقہ مین ایک مقام عنیزہ ہے، اس کو نجد کا پیرس کہنا

چاہیئے، یہ مقام نجد کی عام خصوصیات سے بالکل مختلف ہی اس کی آبادی ۳۰ ہزار ہے منظر کے لحاظ سے نہایت خوشنما ہے، چارون طرف سے سرسبز و شاداب کھجور کے جھنڈ اپنے دامن مین چھپائے ہوئے ہین، بازار نہایت بارونق ہین خصوصاً سوق منیرہ اپنی رنگارنگی کے لحاظ سے عجیب چیز ہے، یہان عربی بولنے والون کے جرگہ مین انگریزی، فرنچ اور اردو بولنے والے بھی نظر آتے ہین، اور مختلف رنگ اور نسل کے لوگون کے ازدحام سے کوئی بڑے شہر کا بازار معلوم ہوتا ہے، یہان کے باشندون کے طبائع بھی نجدیون سے مختلف ہین، ان مین کسی قسم کی وحشت نہین، اکثر تعلیم یافتہ، صاحب ذوق، خوش اخلاق، شیرین زبان ہین، خواہ کسی ملک و ملت اور کسی زاد و بوم کا آدمی آئے مطلقاً مغائرت نہ محسوس کریگا، اور بہت جلد ان مین گھل مل جائیگا، مکانات نہایت خوشنما اور آراستہ و پیراستہ ہین، اگر آپ کسی کے ہان چلے جایئے تو نہایت خندہ جبینی سے استقبال کریگا، باعزت جگہ بٹھائیگا اور اپنے ہاتھ سے قہوہ بنا کر پلائیگا بعض ایسے بھی ملین گے جو علوم و فنون اور مختلف سیاسی مباحث پر گفتگو کرتے جائین گے، ان مین عام نجدیون کے جیسا مذہبی تقشف بھی نہین ہے، سیر و تفریح کے اوقات مین نماز بھی کھو دیتے ہین، اور ترک نماز کے بعد انکی پیٹھ مواخذہ سے بھی بری رہتی ہے، غرض یہ وہ نجدی نہین جن کو دیکھکر مہذب انسان ڈر جاتا ہے،

**اہل نجد کے طبقات** ہندوستان مین علی العموم یہ اصول موضوعہ کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہی کہ نجدی نہایت وحشی اور سخت مزاج ہین خصوصاً ان کا مذہبی تشدد و جنون کی حد تک پہنچا ہوا ہے حتی کہ وہ اپنے علاوہ دوسرے مسلمانون کو مسلمان نہین سمجھتے، اور ان پر تلوار اٹھانے مین بھی باک نہین کرتے، لیکن یہ حکم علی الاطلاق صحیح نہین ہے عام مسلمانون کی طرح ان مین بھی مختلف خیالات اور طبقات کے لوگ ہین، اخوان کا ایک طبقہ بلا شبہہ نہایت جاہل متعصب ہے، اس کو روحانیت اور عقل سے کوئی تعلق نہین، یہ لوگ اپنے علاوہ اور کسی مسلم فرقہ کو مسلمان نہین سمجھتے، اور اس کے سلام کا جواب نہین دیتے ہین، اس کا سبب یہ ہے کہ ابھی ان کو اسلام قبول کئے ہوئے زیادہ زمانہ نہین گذرا، کچھ عرصہ پہلے یہ بالکل وحشی اور رسوم جاہلیت کے پابند تھے، دور جہالت سی نکلتے ہی انھون نے

خشک وہابی تعلیم پائی اور دنیا سے ملنے جلنے کا موقعہ نہین ملا اسلئے ان مین نرمی اور لچک نہ پیدا ہوسکی، خصوصاً اخوان تو از نو سخت وحشی ہین، ان کی وجہ سے بعض اوقات حکومت کو قیام نظم مین دشواری پیش آجاتی ہے، یہ لوگ بلا قوت کے سیدھے نہین رہتے اس لئے حکومت ان کے ساتھ سختی سے پیش آتی ہے، انھین کے مقابلہ مین دوسرا طبقہ ان نجدیون کا ہے جن کو نجدی مذہب مین داخل ہوئے کئی پشتین گذر چکی ہین، ان مین مطلق خشونت اور تنگ نظری نہین ہے، عام مسلمانون سے ملتے جلتے ہین، سلام کرتے ہین، سلام کا جواب دیتے ہین، بلکہ تمباکو نوشی سے بھی پرہیز نہین کرتے، تفریح طبع کے لئے کبھی کبھی گنگنا بھی لیتے ہین، عنیزہ کے وہابی تو نماز وغیرہ مین بھی تساہل کر جاتے ہین، ان سے زیادہ ترقی یافتہ طبقہ کی "توحید وسنت" صرف عقائد تک محدود ہے، عملاً وہ اس مین بہت سست اور کاہل ہین، غرض اس وقت نجد مین ۳ طبقات ہین، ایک وحشی اور مجنون نجدی، یہ عقل و روحانیت سے بالکل معریٰ ہین، ان سے فوجی خدمت لیجاتی ہے، دوسرا معتدل یہ عہدون اور مناصب پر ممتاز ہین، تیسرا سست اور بے عمل، یہ تجارتی اور سیاسی امور مین لگائے جاتے ہین،

# ۲۔ حکومت عسیر،

## سید محمد بن علی ادریسی،

**عسیر** حکومت عسیر یمن کے متصل اور اس سے چھوٹی حکومت ہے، سید محمد بن علی ادریسی یہان کے حکمران ہین، عسیر کے حدود اربعہ یہ ہین، مغرب مین بحر احمر، شمال مین ابو تنہ، جنوب مین حدیدہ، مشرق مین کوہستان یمن، مجموعی رقبہ پچیس ہزار مربع میل ہے، یہ کل رقبہ شمال سے جنوب تک ۴۵۰ میل طویل، اور مشرق سے مغرب ۷۰ میل عریض ہے، اور وہ حصہ جو میدی اور جنیزان کے آگے عقبہ سے متصل ہے، عرضاً ۱۵۰ میل مین پھیلا ہوا ہے، اس طول و عرض مین دس لاکھ نفوس آباد ہین، عسیر کے اہم قبائل مسارحہ، بنی مروان، فحرار، بنو ہلال، اور بنو عبس ہین، اور مشہور شہر صبیا، جنیزان، میدی، لحیہ، حدیدہ، ابو عریش اور باجل ہین، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی سنیون مین شوافع اور شیعون مین جعفری اور اسمٰعیلی اور غیر مسلمون مین پارسی، یہودی اور ہندؤن پر مشتمل ہے،

**عسیر مین ادریسیون کی تاریخ** عسیر کی ادریسی حکومت کا سلسلۂ نسب مراکش کے قدیم ادریسی خاندان سے ملتا ہے، جس نے وہان مدتون حکومت کی ہے، عرب مین اس سلسلہ کی دعوت اس کے مشہور صوفی بزرگ احمد بن ادریس سے شروع ہوتی ہے، یہ سنہ ۱۱۷۲ھ مطابق سنہ ۱۷۵۸ء مین فاس (مراکش) کے ایک مقام بلدۂ عرایش مین پیدا ہوئے نسباً یہ حسنی سادات ہین، فاس مین علوم ظاہری کی تکمیل کی، اور باطنی فیض شیخ عبد الوہاب تازی سے حاصل کیا، اور برسون علما و مشائخ کی صحبت مین رہکر یگانۂ روزگار ہوئے رفتہ رفتہ ان کی شہرت اور روحانیت کا دائرہ وسیع ہونے لگا، اسی زمانہ مین یہ حج کے لئے مکہ آئے، اتفاق سے اسی سال سید محمد سنوسی مغربی بھی آئے ہوئے تھے، یہ حضرت سید احمد سے بہت متاثر ہوئے، اور ان سے روحانی فیض حاصل کیا، اس سے ان کی شہرت مین اور اضافہ ہوا، اس کے بعد یمن کے

مشہور و معروف مفتی سید عبد الرحمن بن سلیمان اہدل مفتی زبید مکہ آئے، یہ حضرت سید احمد بن ادریس کے روحانی فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے، ان پر آپ کے باطنی فیض کا بہت گہرا اثر پڑا چنانچہ وطن لوٹ کر اون کی دعوت شروع کردی، کچھ دنوں کے بعد حضرت سید احمد یمن گئے اور زبید مین عبد الرحمن کے مہمان ہوئے، یہان ان کے کمالات کا بڑا شہرہ ہوا، اور جوق در جوق علما و مشایخ اکتساب فیض کرنے لگے، بیس دن قیام کے بعد زبید سے تہامہ گئے، اور یہان سے گھوم پھر کر حدیدہ، مراوعہ، باجل ہوتے ہوئے صبیا پہنچے اور یہان مستقل اقامت اختیار کرلی، اس سیاحت نے ہر مقام پر نہایت گہرا اثر ڈالا، اور ان تمام مقامات کے علما و مشایخ نے ان کی دعوت شروع کردی، اور چند دن کے اندر اندر تہامہ اور عسیر ان کے غلغلہ سے گونج اٹھا، صبیا مین شیخ ابراہیم ان کے مرید خاص تھے، ان پر خاص نظر توجہ رہتی تھی، ۱۲۵۳ھ مطابق ۱۸۳۷ء مین ستر سال سے زیادہ کی عمر مین زبید مین وفات پائی، حضرت سید احمد علم و عمل کے ساتھ صاحب تصانیف بھی تھے مصر مین ابتک ان کا روحانی اثر قایم ہے اور رجب کے مہینہ مین بڑی دھوم سے ان کی تاریخ ولادت منائی جاتی ہے،

اس زمانہ مین تہامہ اور عسیر مین طوائف الملوکی تھی، اس کا ایک حصہ قنفذہ سے مخا تک ابراہیم پاشا (خلف محمد علی پاشا خدیو مصر) کے زیر اقتدار تھا، لیکن یہان کے باشندے ان کی حکومت ناپسند کرتے تھے، اور جنگ کا سلسلہ برابر جاری تھا، کامل ۲۰ سال سے یہ خلفشار برپا رہا، بالآخر ۱۸۴۰ء مین لندن کی موتمر کے فیصلہ کے مطابق ان کو تہامہ اور عسیر کو خالی کرنا پڑا، اس وقت امرائے عرب مین سے شریف محمد بن عون شریف مکہ، شریف حسین بن علی حاکم ابی عریش، اور امام یحییٰ[1]، ان مقامات کی سیادت کے خواہش مند تھے، ان مین شریف ابی عریش زیادہ مدبر اور با اقتدار تھے اس لیے ابراہیم پاشا نے ایک مقررہ سالانہ خراج پر تہامہ کی زمام حکومت انھی کے سپرد کردی، لیکن شریف حسین کا طرز حکومت نہایت جابرانہ تھا، یہ چاہتے تھے کہ یمن اور عدن دونون پر قبضہ کرکے امام یحییٰ اور انگریزون کو نکال دین، اس سلسلہ مین دونون کے ساتھ انکی مڈبھیڑ بھی ہوئی تو جنگ جاری رہی، تاآنکہ رعایا اون کے مظالم سے تحت

[1] اس کی تفصیل سلطنت نجد کی حالات مین آئیگی،

تنگ آگئی اسلئے ۱۸۴۹ء مین ترکون نے یمن اور عسیر پر قبضہ کرنے کی کوشش شروع کی توفیق پاشا نے حدیدہ مین فوجین اتار دین، اور شریف حسین کو اپنے قدیم مرکز ابی عریش مین واپس ہوجانا پڑا، حدیدہ کے بعد ترکون نے تہامہ کے ایک حصہ پر قبضہ کرکے صنعا کی طرف قدم بڑھایا، لیکن قبضہ نہ پاسکے، بلکہ تہامہ مین پھر شورش پیدا ہوگئی ادریسیون نے اس اضطراب سے فائدہ اٹھا کر اپنی روحانی سیادت کے ذریعہ سے اپنی حکومت قائم کرنے کی کوشش شروع کردی ان کے داعی ہر طرف پھیل گئے، چند دنون مین انکے عقیدتمند صبیا مین جمع ہوگئے انکے ذریعہ سے ادریسیون نے شریف ابی عریش پر قبضہ حاصل کرلیا، پھر قبائل کے ذریعہ ترکون کو مغلوب کرنے کی کوشش کی، لیکن بظاہر ان کو کوئی کامیابی نہین ہوئی لیکن اتنا فائدہ ضرور ہوا کہ ان کا قدم پہلے سے بہت زیادہ جم گیا،

**موجودہ امام**

باقاعدہ سلطنت موجودہ امام[1] سید محمد بن علی ادریسی سید احمد کے پروتے نے قائم کی، یہ ۱۸۷۶ء مین صبیا مین پیدا ہوئے اور جامع ازہر مین تعلیم حاصل کی، یہان سے فراغت کے بعد جاکر مغرب مین شیخ سنوسی سے پڑھا پھر سوڈان آئے اور احمدیہ طریقہ کے شیخ الطریقہ شیخ ہارون الکمال کی لڑکی سے شادی کرلی، ان مین مصر کی آب وہوا اور تعلیم وتربیت نے بڑا حوصلہ اور بڑی بلند نظری پیدا کردی تھی، چنانچہ یہ سوڈان سے پھر عسیر واپس آئے، اس وقت یہان طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا، آزاد قبائل تاخت وتاراج کرتے پھرتے تھے، عسیر کے جنوبی حصہ مین ترکون کی کمزور سی حکومت قائم تھی، لیکن سرداران قبائل ان سے سخت برہم تھے، کیونکہ ترکون کی حکومت ان کے مشاہرون پر قائم تھی، اور اس زمانہ مین وہ مشاہرہ دینے مین بھی لیت ولعل کرتے تھے، اس کے علاوہ اس وقت ترکون کی زیادتیون اور بےعنوانیون کی وجہ سے ان کے خلاف سخت نفرت پھیل گئی تھی، سید محمد بن علی نے اس زرین موقع سے فائدہ اٹھا کر سرداران قبائل کو اپنی طرف مائل کرلیا، اور ان کی مدد سے قبائل پر ایک گونہ ادریسی سیادت قائم ہوگئی، مزید توثیق کے لئے انھون نے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ جو قبیلہ مطیع ہوتا اسکے کچھ آدمی رہن کے طور پر اپنے قبضہ مین کرلیتے، تاکہ وہ خیانت اور عہدشکنی نہ کرسکے، پھر رفتہ رفتہ اس سیادت کا دائرہ

[1] یہ ۲۲ سنہ کے واقعات ہین ۲۳ سنہ مین امام سید محمد کا انتقال ہوگیا، ان کے بعد ان کے لڑکے سید علی بن محمد تخت نشین ہوئے، لیکن زیادہ دنون تک تخت پر نہ رہے، اور اپنے چچا سید حسن کے حق مین حکومت سے دست بردار ہوگئے " م "

شمال مشرق کی طرف پھیلنے لگا، اور بہت سے قبائل ابہا کے قلعہ مین سید محمد کے علم کے نیچے جمع ہو گئے، گو قبائل پر بڑی حد تک اون کی سیادت قائم ہو گئی تھی، لیکن ابھی تک حکومت کی باقاعدہ شکل نہ پیدا ہوئی تھی، اس کا موقع ۱۹۱۲ء مین جب طرابلس کے بارہ مین اٹلی اور ترکون مین جنگ چھڑی اس وقت ملا، عسیر کے قبائل مین ترکون کے خلاف عام نفرت پھیل چکی تھی، اور سید محمد بن علی کا اثر ترقی پر تھا، اس لئے اٹلی کے وزیر اعظم سینور جولیٹی نے اس سے فائدہ اٹھا کر تہامہ مین ترکون کے خلاف بغاوت کرادی، اور سید محمد بن علی کو اپنے ساتھ ملا لیا، چنانچہ انھون نے اٹلی سے اسلحہ لیکر اس کو ترکون کے خلاف مدد دی، اس کا فائدہ یہ ہوا کہ عسیر اور تہامہ مین ان کی قوت بالکل کمزور پڑ گئی اور محمد بن علی کا اقتدار بہت بڑھ گیا، پھر ۱۹۱۵ء مین انگریزون سے معاہدہ کیا، جس کی رو سے انگریز ان کی اسلحہ اور مال سے مدد دیتے تھے، اور عسیر کے بندرگاہون کی حفاظت کرتے تھے، انگریزون کو اس سے یہ فائدہ پہنچا کہ ادریسی ترکون کے مقابلہ مین ان کے مددگار بن گئے، اس معاہدہ کے بعد ہی سید محمد بن علی کے چچیرے بھائی مصطفیٰ نے ترکون پر حملہ کر کے انکو سخت شکست دی، اور ان کی فوجین مشرق مین صعدہ اور شمال مین تہامہ اور قنفذہ تک بڑھتی چلی گئین اسطرح سید محمد بن علی کی قوت بہت بڑھ گئی، محمد بن علی نہایت مدبر اور عاقبت اندیش تھے، یہ اپنے آس پاس کی تمام قوتون کو ایک دوسرے کے خلاف استعمال کرتے تھے، زرانیق کو ترکون کے خلاف شوافع کو زیدیون کے خلاف قبائل کو اشراف کے خلاف، اور انگریزون کو ان سب کے خلاف کام مین لاتے تھے، ذاتی مفاد ہمیشہ پیش نظر تھا جس قوت کا ساتھ دینے مین ان کی حکومت کو تقویت پہنچتی فوراً اس کے ساتھ ہو جاتے، خواہ اس سے عربی قومیت کو نقصان ہی کیون نہ پہنچ جائے، چنانچہ جنگ عظیم مین انھون نے ترکون کے خلاف اتحادیون کی پوری مدد کی اس صلہ مین اختتام جنگ کے بعد ان کے حدود سلطنت بہت وسیع ہو گئے، جنگ عظیم کے قبل جنوب مین انکی سلطنت وادی العین سے آگے نہ تھی، اور جنگ کے بعد دفعۃً حدیدہ تک وسیع ہو گئی، اسی کے ساتھ تحیہ صلیف باجل اور عبال بھی ان کو مل گئے،

حدیدہ | حدیدہ کا اوپر جہان کہین ذکر آیا ہے، وہ امام یحییٰ کے تعلق یا اس کی عمرانی حیثیت سے تھا، لیکن جنگ عظیم

کے بعد سے حدیدہ امام ادریسی کے پاس ہے، اور اس سے حکومت عسیر کو بہت گہرا تعلق ہے، اس لئے اس تعلق کو بھی معلوم کر لینا چاہئے، ورنہ حکومت عسیر کے متعلق معلومات ناقص رہجائیں گے، اس وقت حدیدہ کی پوزیشن اس حسین دوشیزہ کی ہے جس کے بہت سے گاہک ہوں اور ان میں محبت کے جذبہ سے زیادہ رشک وحسد کا غلبہ ہو، گو انگریزوں نے اپنے مفاد کے خیال سے اس کو امام ادریسی کے حوالہ کر دیا ہی لیکن درحقیقت وہ اب بھی متنازعہ فیہ ہے اور انگریز سید ادریسی اور امام یحیٰی تینوں میں کشمکش جاری ہی اسی لئے ادریسی کو خود اپنے قبضہ پر اعتبار نہیں ہے، اور وہ اس کی ترقی کے لئے کوئی سیاسی اور اقتصادی قدم نہیں بڑھاتے ہیں، انگریز بھی علی الاعلان اس پر قبضہ کرنا نہیں چاہتے، کیونکہ یہ ان کی بساط سیاست کا نہایت مضبوط مہرہ ہے، اگر قبضہ کر لیں تو ادریسی اور یحیٰی کے ساتھ کھیل خراب جائیگا، غرض حدیدہ بالکل معلق حالت میں ہے اس کی آبادی بھی اس بارہ میں مذبذب ہے، تجار کا ایک طبقہ امام یحیٰی کو چاہتا ہے، وہ انگریز اور ادریسی دونوں سے ناخوش ہی کیونکہ جنگ کے زمانہ میں اس کو جو نقصان پہنچا اس کا تاوان دونوں میں سے کسی نے نہیں دیا، شافعی آبادی امام یحیٰی کو مطلق نہیں چاہتی، وہ ادریسی سے مطمئن ہو سکتی تھی لیکن ان کے دور میں بھی حدیدہ کی تجارت اور رونق میں کوئی اضافہ نہیں ہوا، اس لئے وہ بھی مذبذب ہے، انگریزوں کے ابتدائی قبضہ کے زمانہ میں عام تجار خصوصاً ہندوستانی تاجران کے قبضہ سے بہت خوش تھے، لیکن ایک ہی سال کے بعد ان کے رائے بالکل بدل گئی، چنانچہ حدیدہ کی حکمبرداری کے تصفیہ کے وقت جب یہاں کے باشندوں سے رائے لی گئی، تو سب نے باتفاق ترکوں کی حکومت کی خواہش کی لیکن یہ ایسی خواہش تھی جس کا پورا ہونا محال تھا، پھر انھوں نے حکومت مصر سے الحاق کی خواہش کی لیکن یہ بھی نہ ہوسکا، اور حدیدہ والوں کی مرضی کے خلاف حدیدہ امام ادریسی کے حوالہ کر دیا گیا، انھوں نے حدیدہ کے تجار کو بلایا، یہ ان سے خوش نہ تھے، اس لئے ٹال گئے، دوبارہ حاکم حدیدہ نے اپنے محل میں بلا بھیجا، یہ لوگ آئے اور جیسے ہی محل کے اندر گئے، فوراً فوج نے جو پہلے سے متعین تھی گرفتار کر کے جنیزان روانہ کر دیا، اور ترکوں کی حمایت کے جرم میں سات مہینہ قید رہے، سات مہینہ کے بعد بعض تاجروں

نے روپیہ دیکر گلوخلاصی حاصل کی، اور بعضون نے لڑکون کو ضمانت مین دے کر رہائی پائی، اس وقت حدیدہ بظاہر امام ادریسی کے قبضہ مین ہے لیکن عملاً انگریزون کا قبضہ ہے[۵]،

تجارتی حالت

حکومت عسیر کے پاس چونکہ حدیدہ جیسا بڑا بندرگاہ ہے، اس لئے اس کی تجارت کی حالت نہایت اچھی ہے خصوصاً حدیدہ مین بڑی تجارتی چہل پہل رہتی ہے، اس کے بعد میدی کا نمبر ہے، یہ مقام بازارون سے بھرا ہوا ہے، ہرطرف تجارت اور صنعت وحرفت کی گرم بازاری ہے، یہان ملک کے ہر حصہ کے تاجر آتے ہین، اس کی تجارت کا بڑا حصہ اسلحہ اور غلامون کی تجارت پر مشتمل ہے، امام یحیٰ بھی یہین سے اسلحہ خریدتے ہین، موتی اور تل کے تیل کی تجارت بھی ہوتی ہے، میدی کی تجارتی ترقی کا بڑا سبب یہ ہے کہ یہان چنگی نہین ہے، اس لئے اکثر دور دراز کے تجار دوسرے مقامات پر بھی اسی راستہ سے آتے جاتے ہین، چنانچہ حجاز کے تاجر اسی راستہ سے جدہ سامان تجارت لیجاتے ہین، محرم کے مہینہ مین تجارت بالکل بند رہتی ہے، انگریزی حکومت کے سخت احتساب کے باوجود یہان اب تک بردہ فروشی بند نہین ہوئی ہے، مغربی علاقہ سے غلامون کے جہاز کے جہاز آتے ہین، اور بکتے ہین، انگریزی قنصل متعینہ حدیدہ پوری روک تھام کرتا ہے، لیکن سیکڑون غلام اور سکی لاعلمی مین بک جاتے ہین، میدی کے بعد جیزان کا بازار ہے گو اس کی آبادی کل ۷ ہزار ہے لیکن یہان شاہی قلعہ ہے، اور اس مین کبھی کبھی سید ادریسی بھی آکر رہتے ہین، اس لئے اس کا شمار ثانوی پایہ تخت مین ہوتا ہے، زمانہ جنگ کے ابتدائی دو سالون مین صرف یہی ایک مقام تجارت کے لئے کھلا رکھا گیا تھا، اس لئے اس وقت یہان کی تجارت بہت فروغ پر تھی، اس کے بعد پھر اصل مرکز میدی مین منتقل ہوگئی لیکن پھر بھی سلطانی قیام گاہ کی وجہ سے چونکہ اس کی حیثیت ایک حد تک مرکزی ہے، اس لئے مغرب اقصیٰ، مصر، عسیر اور تمام جنوبی اور شمالی تہامہ کے باشندے یہان تجارت کے لئے آتے ہین، یہ عجیب بات ہے کہ یہان بظاہر کوئی بڑا بازار نہین ہے، لیکن خرید و فروخت

---

[۵] سید محمد ادریسی کے بعد ان کے جانشین سید علی بن محمد کے زمانہ مین امام یحیٰ والی یمن نے حدیدہ اور اس کا پورا علاقہ علی سے خالی کرالیا، چند برسون تک ان کے قبضہ مین رہا، پھر سنہ حال یعنی ۱۳۵۳ھ مین امام یمن اور ابن سعود کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اور کئی مہینہ کی کشمکش کے بعد گذشتہ مئی مین طرفین مین مصالحت ہوگئی اس مصالحت کی رو سے حدیدہ ابن سعود کے قبضہ مین آگیا لیکن ابن سعود نے پھر امام یمن کے حوالہ کردیا، اور اب وہ حکومت یمن کے قبضہ مین ہے، "م"

کی بڑی کثرت اور بڑی تجارتی چہل پہل رہتی ہے، اور چاندی سونا برستا رہتا ہے، جیزان کے بعد باجل مین بھی کسیقدر تجارت ہے، یہان کی ایک خصوصیت نہایت تعجب انگیز ہے، یہان کی عورتین بہت آزاد ہین، زندگی کی کشمکش مین مردون کے دوش بدوش حصہ لیتی ہین، ان کے قد موزون، خد وخال دلآویز ہین، اور وہ نہایت آزادی کے ساتھ خرید وفروخت کے لئے بازار مین چلتی پھرتی ہین، کھیتون مین مردون کے ساتھ کام کرتی ہین، مہمانون کی میزبانی کے فرائض انجام دیتی ہین، غرض زندگی کے ہر شعبہ مین ان مین ایک حرکت نظر آتی ہے، ایسا نسوانی منظر جزیرۃ العرب مین باجل کے سوا کہین نہین نظر آتا، ان کی اس آزادی اور چہل پہل سے یورپ اور امریکہ کا دھوکا ہوتا ہے،

**محاصل** عسیر مین یمن کی ایسی سیرابی نہین ہے، اس لئے غلون مین زیادہ گیہون ہی پیدا ہوتا ہے، پیداوار مین دسوان حصہ حکومت لیتی ہے، تجارتی منڈیان بکثرت ہین، اور میدی کے علاوہ سب مقامات پر چنگی سے حکومت کو کافی آمدنی ہوتی ہے، خصوصاً لونڈی غلامون کی تجارت آمدنی کا بڑا ذریعہ ہے، بیسیون جہاز آتے ہین، اور حکومت فی غلام ۲۵ ریال ٹیکس لیتی ہے، قدرتی محاصل مین نمک کی کانین بکثرت ہین، خصوصاً صلیف کی کان بہت مشہور ہے، جنگ عظیم کے قبل یہ کان ایک انگریزی کمپنی کے ٹھیکہ مین تھی، اگر حکومت ان کانون سے فائدہ اٹھانا چاہے، تو بہت معقول آمدنی ہو سکتی ہے، بہر حال حکومت عسیر کی موجودہ آمدنی کم وبیش پچیس لاکھ روپیہ سالانہ ہے،

**فوج** ادریسی کی فوجی قوت کچھ زیادہ اچھی نہین ہے، اسلئے وہ انگریزون سے میل جول ضروری سمجھتے ہین، امن وامان کی حالت مین صرف پانسو آدمی شہرون مین پولیس کی جگہ رہتے ہین، خواہ ان کو پولیس کہا جائے یا فوج، لیکن باجل مین مختصر سی فوج رہتی ہے، اور محمد طاہر رضوان اس کے سپہ سالار ہین، البتہ جنگ کے زمانہ مین شیوخ اور سرداران قبائل کے ذریعہ سے تیس چالیس ہزار آدمی ان کے علم کے نیچے جمع ہو جاتے ہین، یہ لوگ قدیم مجاہدین کی یاد تازہ کرتے ہین، ان مین کا ہر سپاہی اپنے خورد ونوش کا سامان سواری اور اسلحہ خود ساتھ لاتا ہے،

جو کمی پیشی ہوتی ہے، اس کو حکومت پورا کر دیتی ہے، جنگ کے زمانہ بھر ان کو تنخواہیں بھی ملتی ہین، اس کے علاوہ مال غنیمت مین سے علیحدہ حصہ ملتا ہے،

دوسری قوتون سے اختلاف | امراے عرب مین ادریسی کے تعلقات امام یحیٰی کے ساتھ بہت خراب ہین، جن کا سدھرنا بہت دشوار ہے، حتیٰ کہ ان کی رعایا مین بھی امام کے خلاف نہایت نفرت انگیز جذبات موجود ہین، وہ لوگ امام کا نام نہایت حقارت کے ساتھ لیتے ہین، یہ ادریسی کا بیان ہے کہ جنگ عظیم کے قبل دونون کے تعلقات نہایت خوش گوار تھے، اور ایک دوسرے مین امداد کا معاہدہ تھا، لیکن امام یحیٰی نے اس کی پابندی نہین کی جس کی وجہ سے ادریسی کو سخت نقصان پہنچا، اس کے ثبوت مین وہ واقعات پیش کرتے ہین کہ ترکون نے جب یمن پر حملہ کرنا چاہا تو ادریسی نے تہامہ مین ان کو روک دیا، دوبارہ پھر جب جنگ عظیم کے دوران مین ترکون نے ان کے حدود حکومت سے گذر کر شمال جانب سے یمن پر حملہ کی کوشش کی تو پھر ادریسی نے اون کو روکا، لیکن جب انھون نے یمن کے پہاڑی علاقہ سے عسیر پر حملہ کیا تو امام یحیٰی نے کوئی مزاحمت نہین کی جس سے حکومت عسیر کو سخت نقصان اٹھانا پڑا، ان واقعات کے بعد دونون مین خط و کتابت بھی ہوئی، لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ نکلا، اسی لئے ادریسی کو امام یحیٰی کے نقصان پہونچانے مین بالکل باک نہین ہوتا، گو ان کے یہان باقاعدہ فوج نہین ہے، لیکن جو زیدی سپاہی یمن چھوڑ کر عسیر آتا ہے، ادریسی اسکو معقول تنخواہ پر رکھ لیتے ہین، ان کے تعلقات انگریزون کے ساتھ بظاہر اچھے ہین، لیکن درحقیقت ادریسی کو ان سے کسی قسم کا خلوص نہین ہے، وہ صرف اپنے فائدہ کے لئے ان سے ملے ہوئے ہین، انگریز مال اور اسلحہ سے ان کی مدد کرتے ہین، اور امام یحیٰی کے مقابلہ مین ان کے کام آتے ہین، اس لئے یہ ان کا سہارا لئے ہوئے ہین، لیکن ان کی دوستی پر ان کو مطلق اعتبار نہین ہے، چنانچہ بہت سے ایسے مواقع پر جہان ان کے اور انگریزون کے مفاد مین تصادم ہوتا ہے ادریسی مطلق اون کے مفاد کا لحاظ نہین کرتے ہین، وہ علی الاعلان انگریزی قنصل کے سامنے کہتے ہین کہ میری طرح انگریزون کو کسی نے قبضہ مین نہین کیا ہے، مین نے انکو

نچا نچا دیا ہے،

| بعض قبائل | عسیر کے باشندون مین قدیم عرب کے تمام خصوصیات موجود ہین، شجاعت، شہامت، فیاضی اور

مہمان نوازی کی وہی آن قائم ہے، زرانیق مین یہ شجاعت نہایت بری شکل مین نظر آتی ہے، ترکون کے زمانہ مین بھی قتل وغارت گری ان کا پیشہ تھا، چنانچہ یہ اون سے وظائف بھی لیتے تھے، اور تار کا سلسلہ بھی کاٹ دیتے تھے، اور بحری وبری تاخت وتاراج کرتے پھرتے تھے، یہ لوگ روپیہ کے دوست ہین، ترکون کے زمانہ مین انگریزون سے اسلحہ لے کر ترکون کے خلاف ان کو مدد دی، پھر امام یحیی سے روپیہ لے کر مل گئے، پھر انگریزون کی گرفتاری مین قحرا کے ساتھ ہو گئے، اور آخر مین ان کی چھڑانے والی جماعت مین پیش پیش تھے، غرض ان کا عجب حال ہے، لیکن اس کے باوجود ان کا نظام بہت مکمل ہے، متمدن حکومتون کی طرح ان کے جاسوس حدیدہ، باجل اور یمن وغیرہ مین پھیلے ہوئے ہین، اور ڈاکہ زنی مین بھی ضابطہ اور نظام کے پابند ہین، ایک مرتبہ سید ادریسی اور انگریزون سے بگڑے ہوئے تھے کہ جاسوسون نے خبر دی کہ حکومت کی دو کشتیان حدیدہ سے یمن جا رہی ہین، چنانچہ حملہ کر کے ان کے اسلحہ چھین لئے، لیکن بعد کو جب معلوم ہوا کہ ایک کشتی حکومت کی نہ تھی، بلکہ حدیدہ کے کسی تاجر کی تھی تو اس کا کل سامان فوراً جا کر واپس کر دیا،

| سادات | ادریسی حکومت کی وجہ سے یہان جابجا سادات کی بستیان ہین، اور عموماً یہ لوگ آزاد ہین، جہالت کے سبب سے ان کی اخلاقی حالت نہایت پست ہے، حدیدہ کی مشرقی جانب ان کی ایک بستی ہے، اس مین تمام تر سادات آباد ہین، تمام اطراف مین ان کی تعظیم پرستش کی حد تک ہوتی ہے، خواہ کیسا ہی جاہل سید کیون نہ ہو، لیکن اس کی دست بوسی ہر شخص پر فرض ہے، اس صورت حال نے ان مین اور زیادہ خراب عادتین پیدا کر دی ہین، سادات کشکول لے کر بازار نکل جاتے ہین، اور جس دوکان سے جو چاہتے ہین بلا قیمت اٹھا لیتے ہین، کوئی روک نہین سکتا، اور وہ غلہ

ترکاری گوشت، اور مٹھائی سے کشکول بھر کے واپس آجاتے ہین۔ ان مین سیادت کا اتنا غرور ہے
کہ اگر کوئی سید اہل بیت کے علاوہ کسی اور گھرانے مین شادی کرلے اور اس کے بطن سے بچہ پیدا
ہو، تو اس عورت پر ضروری ہے کہ مان ہوکر بھی روزانہ اپنے "سیدزادہ" بیٹے کی دست بوسی اور
قدمبوسی کرے، اور لڑکا اس کو لونڈی سے زیادہ وقعت نہ دے، عیاذاً باللہ،

# حکومت یمن

## امام یحیی بن حمید الدین

یمن

یمن عرب کا ایک سرسبز شاداب اور سیر حاصل خطہ ہے حکومت یمن عرب کی بڑی اور نہایت ممتاز حکومت ہے، امام یحیی بن حمید الدین یہان کے موجودہ حکمران ہین، یمن کے حدود اربعہ یہ ہین، جنوب مین مخا، بحر احمر، تعز، ماویہ اور عقبہ، شمال مین بلاد خولان، و بلاد نجران، مغرب مین امام ادریسی کے حدود سلطنت سے ملتا ہے، اور مشرق مین صحرائے خالی پر منتہی ہوتا ہے، اس کے بڑے شہر اور قصبے صنعا (پایہ تخت) ذمار، یریم تعز، زبید، بیت فقیہ، اور مناخہ ہین، مجموعی رقبہ ۴۰ ہزار مربع میل ہے، جسمین ۲،۵۰۰،۰۰۰ نفوس آباد ہین، ستر ہزار تنہا پایہ تخت کی آبادی ہے، اس آبادی مین، حاشد، بکیل، حمدان، حوارثہ، ذو محمد، ذو حسین، بنو اسلام بنو مطر، بنو مکارہ، اپنی شہرت اور اہمیت کے لحاظ سے قابل ذکر ہین، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی کچھ یہود، کچھ سنی شوافع اور بقیہ زیدی اور اسمٰعیلی شیعون پر مشتمل ہے، یمن کے اکثر قبائل سخت جنگجو، اور حریت پسند ہین، کسی کے سامنے سر اطاعت خم نہین کرتے، اس لئے سب کو امام یحیی بھی مطیع نہ کر سکے، اور ان کی حکومت یمن کے ایک خاص حصہ سے آگے نہ بڑھ سکی، بقیہ سب آزاد ہین، یہ لوگ اپنے قبیلہ کے کسی شیخ کو امام بنا لیتے ہین، اور جب چاہتے ہین اس کو ہٹا دیتے ہین،

زیدی اور انکی تاریخ

حکومت یمن کے ملکی حالات معلوم کرنے سے پہلے یمن مین زیدیون کی مختصر تاریخ سن لینی چاہئے، زیدی شیعون کا ایک فرقہ ہے، جو زید بن علی زین العابدین کی طرف منسوب ہے، ان مین بعض

امام منتظر کے قائل ہین لیکن اکثر امام موجود کو مانتے ہین، وہ کہتے ہین کہ ہمین امام منتظر کے انتظار کی ضرورت نہین حسنؓ وحسینؓ کی اولاد مین جو صاحب علم، صاحب تقویٰ اور صاحب اقتدار ہو وہی امام منتظر ہے، ان کے یہان امامت کے ۱۴ شرائط ہین، ان مین سے ۴ زیادہ اہم ہین یعنی امام عاقل، بالغ، آزاد، مجتہد، اور صاحب قوت واقتدار ہو، ابتدا مین فاطمیت کی شرط ضروری تھی لیکن جب بعد مین مختلف فرقے پیدا ہوئے تو بعضون نے یہ شرط بھی اڑادی، چنانچہ جارودیہ کے عقیدہ مین امامت حضرت علیؓ کے ساتھ وصفاً منصوص ہے، نسباً نہین یعنی جس شخص مین حضرت علیؓ کے اوصاف پائے جائین وہ امام ہوسکتا ہے، اون کی اولاد سے ہونا ضروری نہین ہے، سلیمانیہ ان سے بھی زیادہ آزاد خیال ہین، ان کا خیال ہے کہ امامت شوریٰ ہے، اور ہر مسلم مرد صالح امام ہوسکتا ہے، تاہم جمہور زیدی فاطمی کی شرط ضروری سمجھتے ہین،

یمن مین زیدی مذہب کی دعوت تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتی ہے، اول اول سید یحییٰ بن حسین رسی نے یمن کے بالائی حصہ مین اس کی تبلیغ شروع کی، ان کے بعد انھین کی اولاد مین سے قاسم بن محمد رسی نے امامت قائم کی، قدیم زیدی ائمہ کے زمانہ مین زیدی حکومت کے حدود بہت وسیع تھے، ایک طرف عمان اور حضرموت سے لیکر حجاز تک سلسلہ پھیلا تھا، دوسری طرف عسیر اور تہامہ کا ایک حصہ ممالک محروسہ مین شامل تھا،

زیدی اماموں مین امام شرف الدین بن شمس الدین دسوین صدی کے ربع اول کے بڑے فاتحین مین تھے، امام مہدی احمد بن حسین اپنے زمانے مین سارے یمن پر چھا گئے، اور امام مہدی لدین اللہ نے اپنے عہد مین غیر ملکیون مین فرانسیسیون کو عدن اور مخا مین داخلہ کی اجازت دی، اور ۱۷۰۹ء مین ان سے ایک تجارتی معاہدہ کیا گو یمن مین بہت قدیم سے زیدیون کی حکومت تھی، لیکن وقتاً فوقتاً دوسری قومین بھی تھوڑے عرصہ تک حکمران ہوتی رہین، چنانچہ ترکون سے پہلے کچھ دنون تک قرامطہ کی حکومت رہی، پھر ۱۵۳۸ء مین عدن اور یمن کے بعض حصون پر سلطان سلیمان قانونی نے قبضہ کرلیا تھا، لیکن

بیس سال کے بعد ان کو یمنیون نے نکال دیا، اس کے ایک صدی بعد ابی عریش کے شریف نے تھامہ مین مستقل حکومت قائم کی، ۱۸۴۹ء مین پھر ترکون نے ابی عریش اور حدیدہ پر قبضہ کر لیا، اور صنعا کی طرف بڑھے لیکن قابض نہ ہو سکے، لیکن تہامہ اور حج کی طوائف الملوکی کی وجہ سے امام کی قوت کمزور پڑ گئی، پھر ۱۸۷۲ء مین سادات نے ترکون کی مدد سے پہاڑی علاقہ پر قبضہ کر لیا، جہان آج تک قابض ہین، اور ترک صنعا پر قابض ہو گئے، لیکن ۱۸۹۱ء مین پھر یمنیون نے ان کو نکال دیا، اور اس سلسلہ مین ایک چوتھائی صدی تک جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہا، امام منصور کے زمانہ مین احمد فیضی پاشا نے اس سلسلہ کو ختم کر کے پھر صنعا پر قبضہ کیا، اس کے بعد موجودہ امام یحیٰی نے ۱۹۰۴ء مین ترکون کو صنعا مین گھیر لیا، اور وہ واپس جانے پر مجبور ہو گئے، یمن زیرین مین بھی ترکون کو شکست ہوئی، ان کی ستر توپین اور بہت سا سامان حرب یمنیون کے قبضہ مین آیا، اس وقت احمد فیضی پاشا بصرہ مین تھے، یہان سے پچاس ہزار فوج لے کر پہنچے، اور صنعا کو واپس لے لیا، اس مرتبہ امام کو بہت سخت شکست ہوئی، ۱۹۱۱ء مین جب ترکون اور اٹلی مین جنگ چھڑی، تو پھر یمنی قبائل نے بغاوت کی، اور صنعا کا محاصرہ کر لیا، اس وقت ترک خود ایک مصیبت مین مبتلا تھے، اس لئے انھون نے جنگی پیشقدمی نہین کی، عزت پاشا یمن کے والی نہایت مدبر اور ہوشمند تھے انھون نے امام یحیٰی کو کامل اندرونی آزادی دیکر ان سے ترکون کی سیادت تسلیم کرا لی، اس کے عوض ترکی حکومت ڈھائی ہزار لیرہ طلائی امام اور قبائل کے شیوخ کو وظیفہ دیتی تھی، جنگ عظیم کے قبل تک دونون کے یہی تعلقات تھے،

**موجودہ امام** موجودہ امام یحیٰی زیدی مذہب کے سب سے پہلے یمنی مبلغ سید یحیٰی بن حسین رسی کی اولاد سے ہین، یہ ۱۹۰۴ء مین اپنے باپ منصور کے بعد تخت نشین ہوئے، منصور کی وفات کے وقت ایک اور سید سید احمد بن قاسم نے تختِ سلطنت کا دعویٰ کیا، لیکن ناکام رہے، پھر جنگ عظیم کے بعد جب تمام حکومتون کے نقشے بگڑ چکے تھے، امام کے مخالفون نے دوسرے امرائے عرب کو ان کے خلاف ابھارنے کی کوشش کی

اور انھون نے شریف حسین، امام ادریسی اور انگریزون کے پاس وفود بھیجے لیکن امام یحییٰ کو خبر مل چکی تھی، انھون نے عدن کے انگریزی حکام کو توڑ لیا، اس لئے یہ وفود عدن ہی مین روک لئے گئے، اور آگے نہ بڑھ سکے، امام یحییٰ نہایت مدبر اور سمجھدار شخص ہین انھون نے اسی زمانہ مین ترکی باقیات الصالحات افسرون کی مدد سے اپنی فوجی قوت فوراً درست کرلی،

طرز حکومت | یمنی حکومت کی بنیاد گو خالص مذہبی ہے لیکن علاوہ تمدنی حکومت سے ملتی جلتی ہوئی ہے امام یحییٰ نہایت باتدبیر اور صاحب عقل حکمران ہین، لیکن رعایا کی جہالت کی وجہ سے ان کا طریقۂ حکمرانی کامیاب نہین ہونے پاتا، ان کی ذات مین مطلقاً کسی قسم کا تعصب نہین، ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ رعایا کے کسی فرقہ پر ظلم و تعدی نہ ہونے پائے، اسی لئے وہ دربار کے علاوہ دن کے ایک حصہ مین محل سے باہر نکل کے کسی میدان یا درخت کے نیچے بیٹھ جاتے ہین، تاکہ وہ مظلوم جن کی رسائی محل کے اندر نہین ہو سکتی بلا روک ٹوک آزادی کے ساتھ اپنی شکایتین پیش کر سکین، چنانچہ حاجت مند اپنی شکایتین پیش کرتے ہین، اور امام نہایت لطف و مہربانی کے ساتھ ان کا تدارک کرتے ہین، اگر کوئی مذہبی معاملہ ہوا تو شرعی محکمہ کے سپرد کر دیتے ہین، لیکن اس کوشش کے باوجود جاہل اور متعصب زیدیون کی وجہ سے رعایا ظلم سے نہین بچتی، عیسائیون سے ان کو سخت نفرت ہے، ان کو ہمیشہ "سور کے بچے" کے لقب سے ملقب کرتے ہین، بغیر حکومت کی حفاظت کے کسی بیرونی عیسائی کا جان بچانا بہت مشکل ہے، یہودیون کے ساتھ ان کا جو سلوک اور سنی مسلمانون کے ساتھ جو طرز عمل ہے، وہ آگے معلوم ہوگا،

ذاتی حالات | موجودہ فرمانروایان عرب مین امام یحییٰ سے زیادہ کوئی لائق اور بالغ نظر فرمان روا نہین، مذہبی علوم مین ان کو پوری دستگاہ حاصل ہے، خصوصاً ادب اور شاعری مین اپنے تمام معاصر عربی حکمرانون مین ممتاز ہین، سب سے زیادہ تعجب انگیز یہ امر ہے کہ وہ دنیا سے الگ بالکل ایک گوشہ مین رہکر تمام عالم کے واقعات خصوصاً یورپ کی جدید سے جدید پالٹیکس سے کامل واقفیت رکھتے ہین، ان کے یہان

تمام مصری اخبارات آتے ہین ان مین سے اکثر خود دیکھتے ہین، اور اگر کثرتِ کار کی وجہ سے خود موقع نہین ملتا تو سکریٹری تمام اہم واقعات کا خلاصہ سنا دیتا ہی،

ملکی انتظام مین انہماک | حکومت کا کام نہایت انہماک اور پابندی کے ساتھ کرتے ہین، آرام کے اوقات کے علاوہ سارا وقت اسی مین صرف ہوتا ہے، روزانہ صبح کو چند گھنٹے کام دیکھتے ہین، اس کے بعد شہر کا انتظام دیکھنے کے لئے گشت لگاتے ہین، ظہر کے قریب واپس آکر نماز پڑھ کے کھانا کھاتے ہین، قیلولہ کے بعد پھر دیوان خانہ مین آجاتے ہین، اور رات گئے تک امورِ سلطنت مین منہمک رہتے ہین، رمضان مین بھی ان معمولات مین فرق نہین آتا، دیوان خانہ مین کوئی ممتاز جگہ نہین ہی، بلکہ سادہ طریقہ پر عمالِ حکومت کے ساتھ بیٹھ جاتے ہین، داہنی جانب کاتب اعلیٰ بیٹھتا ہے، اور سامنے اور لکھنے والے ہوتے ہین، وسطِ دیوان مین دو فوجی بیٹھتے ہین، ایک کے پاس مہر امامت ہوتی ہی، دوسرا روزانہ کے کاغذات کاتب اعلیٰ کے سامنے پیش کرتا ہے یہ انکو دیکھکر مناسب احکام لکھاتا ہی، جو معاملہ زیادہ اہم ہوتا ہی اسکو کاتب اعلیٰ امام کے سامنے پیش کرتا ہی، امام اسپر حکم لکھتے ہین، جوابات اور احکام لکھنے کے بعد یہ تمام کاغذات خاتم بردار کے حوالے کردیئے جاتے ہین یہ سب پر مہر کرکے انکو طلوب کرتا ہی اسی درمیان مین ہر محکمہ کے افسر اپنی اپنی رُوداد پیش کرکے امام سے ضروری احکام وہدایات حاصل کرتے ہین،

درباری آداب | گو امام سادہ مزاج ہین، لیکن ترکون کے اثر سے شریف حسین کی طرح ان مین بھی ترفع پیدا ہوگیا ہے، اور باریابی کے وقت لوگون کو بلحاظ مراتب مختلف قسم کے آداب بجالانے پڑتے ہین، بعض صرف دست بوسی پر اکتفا کرتے ہین، بعض قدمبوس ہوتے ہین، بعض نصف خم ہوکر کورنش بجالاتے ہین، امام عام زائرین کے لئے مسند سے نہین اٹھتے، لیکن ممتاز خواص کے آنے پر ان کے رتبہ کے مطابق تعظیم کرتے ہین، لیکن نصف قیام سے زیادہ کسی کی تعظیم نہین کرتے، صرف شیخ الاسلام درباری آداب سے مستثنیٰ ہین، وہ مسنون طریقہ پر سلام کرتے ہین، اور اُن کی آمد پر امام کھڑے ہوجاتے ہین،

محاصل | یمن عرب کا نہایت شاداب اور سیر حاصل خطہ ہے، اکثر علاقے نہایت سرسبز وشاداب

ہین، آب و ہوا نہایت لطیف اور زمین زرخیز ہے، لیکن یمنی اس سے بہت کم فائدہ اٹھاتے ہین، پھر بھی ہر قسم کا غلہ بافراط پیدا ہوتا ہے، میوؤن مین کیلا، انار، انگور، سیب، لیموں، اخروٹ، بادام، زیتون اور آم کی پیداوار ہوتی ہی، پیداوار کا حکومت دسوان حصہ لیتی ہی، رعایا سے ٹیکس بہت زیادہ لیا جاتا ہی، وہ مختلف قسم کے ٹیکسون سے گرانبار ہے، یہود سے ایک ریال سے تین ریال تک فی کس جزیہ لیا جاتا ہی، پھر مسلمانون سے مختلف قسم کے شرعی اور غیر شرعی ٹیکس وصول کئے جاتے ہین، پیداوار کا عشر، مویشی کی زکوٰۃ، زیورات کی زکوٰۃ، اصل فرض (نقدیہ) زکوٰۃ، صدقہ فطر، اس پر جنگی ضروریات کا چندہ مستزاد ہے، حدیدہ اور عدن سے جس قدر مال کی درآمد ہوتی ہی، سب پر جنگی مقرر ہے، اس سے حکومت کو بہت کافی آمدنی ہو جاتی ہے، یہ تمام ٹیکس ملا کر حکومت کے خزانہ مین بے شمار روپیہ داخل ہوتا ہے، اس کا سرسری اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ صرف مفروضہ زکوٰۃ کی سالانہ آمدنی پچاس ہزار گنی ہے، یہ تمام رقمین بیت المال مین جمع ہوتی ہین، امام یحییٰ اس کے تنہا مالک ہین، بغیر ان کی مرضی کے ایک حبہ بھی نہین خرچ ہو سکتا، یہ ٹیکس، رعایا پر بہت گران ہین، لیکن اسی کے ساتھ ان کو فائدہ بھی پہنچتا ہے، نادار اور کم مایہ لوگون کو بلا سود قرض دیا جاتا ہے، سود قطعی ممنوع ہے، امام یحییٰ کی دولت کا صحیح اندازہ مشکل ہے، ان کے خزانے سونے اور چاندی سے معمور ہین، ان پر ہر وقت سخت پہرا لگا رہتا ہی، ضرورت کے وقت خود امام اپنے ہاتھ سے اسکو کھولتے ہین، کہا جاتا ہے کہ اس بے حساب دولت جمع کرنے سے امام یحییٰ کے پیش نظر کوئی خاص اہم مقصد ہے، لیکن وہ کیا ہے، یہ متعین طور پر نہین بتایا جا سکتا،

صنعت و حرفت اور تجارت، یمن مین صنعت و حرفت بھی خاصی ہے، وہان کا ایک خاص کپڑا جو مصر مین غزنیہ اور شام مین دیمہ کے نام سے موسوم ہے، بہت مشہور ہے، ازار نہایت عمدہ بنتے ہین، ہر قسم کے فرش رنگین اور سادے نہایت اعلیٰ تیار ہوتے ہین، تانبا بکثرت ہے، اور اس پر سادہ اور نقشی کام نہایت نفیس بنتا ہے، شدہ، شعر، زبید، بیت الفقیہ، حدیدہ اور مراوعہ پارچہ بافی کے مرکز ہین،

فوجی قوت | یمن ایک ناخواندہ جنگجو اور مسلح ملک ہے، اس لئے ہر شخص فوجی ہے، اور امام کی ایک آواز
پر سارا ملک جمع ہو سکتا ہو لیکن حکومت کی فوج علحدہ ہے، یمن کے تمام اہم مرکزون پر مثلاً، مادیہ، اب، یریم
اور ذمار مین تھوڑی تھوڑی فوج رہتی ہے، لیکن بڑا حصہ پایہ تخت مین رہتا ہی، فوج کی مجموعی تعداد
کم و بیش ۳ لاکھ ہے، اور چار لاکھ بندوقین میگزین مین موجود ہین ان مین سے کچھ تعداد قدیم طرز کی
بندوقون کی ہے لیکن زیادہ حصہ نیا ہے، اس کا ایک حصہ مال غنیمت کے طور پر حاصل ہوا ہے، اور کچھ
باہر سے خرید کر منگایا گیا ہے، دو سو توپین ہین، ایک آسٹرین کی نگرانی مین قصر غمدان مین کارتوس سازی
کا کارخانہ قائم ہے، جہان چار ہزار کارتوس روزانہ تیار ہوتے ہین، بہرحال امام کی فوجی قوت بہت مضبوط
ہے، ہر جمعہ کو امام فوج کا معائنہ کرتے ہین، اگر مستعمرین کی گرفت ڈھیلی ہو اور امام کو حصار سے نکلنے کا موقعہ
ملے تو کیا عجب ہے یہ حکومت عرب مین کوئی اہم حیثیت حاصل کرلے،
تعلیم | آج سے چند دنون پہلے یمن کی تعلیمی حالت نہایت خراب تھی، ملک کے عرض و طول مین کوئی
باقاعدہ مدرسہ نہ تھا کہین کہین مساجد مین ملا اپنے طور پر بچون کو قرآن پاک، لغت اور معمولی مسئلہ و مسائل
کی تعلیم دیتے تھے، وہ بھی اسکی اجرت اتنی مانگتے تھے کہ غریب طلبہ اسکو ادا نہین کر سکتے تھے، اگر کسی قدر اعلیٰ
تعلیم تھی، تو وہ صرف سادات تک محدود تھی بعض علما تعلیم و ارشاد کا فرض ادا کرتے تھے لیکن ایسے لوگ
شاذ ہین، ترکون کے زمانہ مین باقاعدہ منتظم مدارس تھے جنمین مذہبی تعلیم کے علاوہ حساب اور جغرافیہ وغیرہ
بھی پڑھایا جاتا تھا، اور طلبہ کی تمام تعلیمی ضروریات حکومت پوری کرتی تھی، لیکن افسوس، ع

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

ترکون کے ساتھ علم و ارشاد کی بساط بھی الٹ گئی، علم دوست یمنی ترکون کے اس احسان کو بہت حسرت
و افسوس کے ساتھ یاد کرتے ہین، لیکن اب امام یحییٰ نے ادھر توجہ کی ہے، اور ملک کے مختلف حصون
مین مدرسے کھول دیئے ہین، خاص پایہ تخت یمن مین ایک ٹریننگ اسکول کھولا ہے جس کے تعلیم یافتہ

دیہاتون کے مدرسون مین تعلیم کے لئے بھیجے جاتے ہین، ایک بڑا حربی کالج ہی ایک مدرسہ شبینہ ہی، اسمین
تین سو طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہین جن کے جملہ اخراجات حکومت برداشت کرتی ہی، ان تمام مدارس کا نظام مصری
مدارس کے طرز پر ہی، ایک یتیم خانہ ہی جسمین یتیمون کی بہت بڑی تعداد ہی، اسکے متعلق ایک مدرسہ ہی، یتامی کی نہایت
عمدہ تعلیم و تربیت ہوتی ہی، غرض اب چند دنون سے یمن مین ہر طرف تعلیم کا چرچا پھیل گیا ہی،

جہل و تعصب | یمنیون مین تعصب بہت ہے، خصوصاً وہ بیرونی آدمیون سے بہت گھبراتے اور نفرت کرتے ہین
خصوصاً عیسائیون کا تو سور کے بچے کہے بغیر نام ہی نہین لیتے، کسی بیرونی غیر مسلم کا بلا حکومت یا قنصل
جدہ کی ذمہ داری کے یمن کے اندر صحیح و سالم رہنا بہت مشکل ہے، یہودی جہل و جمود مین کچھ مسلمانون
سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہین، مسلمانون مین گو جہل ہے لیکن حاکم قوم ہونے کی وجہ سے ان مین حاکمانہ
رفعت اخلاق موجود ہے، دنائت اور سفاہت تو نام کو نہین، بلکہ جنگجویانہ اسپرٹ کی وجہ سے حد درجہ
خود دار اور نخوت پسند ہین، اور یہود ان شریفانہ اوصاف سے معرا اور نہایت
دنی الطبع اور ذلیل و خوار ہین، اپنے قدیم صیہونی روایات سے ایک انچ نہین ہٹتے ہین، مذہبی رسوم
مین اسی پرانی لکیر پر چلے جاتے ہین، اب تک اپنے بچون کو قدیم عبرانی زبان مین مذہبی تعلیم دیتے ہین جدید
تمدن کی ان کو ہوا تک نہین لگی، زیدی اپنے اندھے تعصب اور یہودکی جبلی سفاہت کی وجہ سے انکو
جانور سے زیادہ وقعت نہین دیتے، راستہ چلتے گالیان دیتے ہین، تمام زیدی مسلح ہین، راستہ مین کہین
یہودی نظر آیا خواہ وہ غریب ان سے الگ ہی چل رہا ہو، لیکن یہ بندوق کے کندے پر ہاتھ رکھ کر
اس کو ڈانٹ ضرور بتائیگا، کہ کمبخت یہودی خدا تجھے ذلیل و رسوا کرے، راستہ چھوڑ کر چل، یہ سزا یہین پر ختم
نہین ہوتی، بلکہ زیدی گالیان برساتا ہوا بڑھ کر اس کے منہ پر تھوک دیتا ہے، اور کہتا ہے، اگر امام کے
عدل کا ڈر نہ ہوتا، تو تجھکو ذبح کر ڈالتا، یہودیون کے لئے بعض خاص قوانین ہین، جو ان کو مسلمانون سے
ممیز کرتے ہین، یہ طرز عمل صرف زیدیون کا ہی، ورنہ حکومت کے نزدیک دونون کو یکسان حقوق حاصل ہین،

وہ اپنے علم مین ان پر کسی طرح کا ظلم نہین ہونے دیتے، چنانچہ زیدیون کی زیادتیون کی روک تھام کیلئے اس نے قانون بنا دیا ہے، جب کوئی مسلمان کسی یہودی کو گالی دیگا تو اس کو ایک معین جرمانہ داخل کرنا ہوگا، جس کا نصف حکومت لیتی ہے، اور نصف یہودی کو دلایا جاتا ہی لیکن یہودی اتنے ذلیل و رسوا ہین کہ وہ اس حقیر رقم کی لالچ مین کوشش کر کے اپنے کو گالیان کھلواتے ہین، لیکن اس تحقیر و تذلیل کے باوجود اپنی قومی خصوصیت "بنیاپن" کی وجہ سے تجارت مین ممتاز حیثیت رکھتے ہین، زیدیون کے اس تعصب کو اسلامی تعصب پر نہ محمول کرنا چاہئے، بلکہ یہ زیدی تعصب کا فرقہ پرستانہ مظہر ہی چنانچہ ان کے تیر ستم کا نشانہ سنی مسلمان بھی ہین، گو وہ ان کے ساتھ یہودیون کے ایسا ذلیل سلوک نہین کر سکتے اولاً کسی قدر مذہبی پاس ہے، پھر سنی خود اسقدر جنگجو اور خوددار ہین کہ وہ بھی برابر کا جواب دے لین، تاہم جہان موقع مل جاتا ہی، اپنی فطرت سے نہین چوکتے، چنانچہ زیدی محصل سنیون سے نہایت سختی سے ٹیکس وصول کرتے ہین، اس لئے یہ لوگ ان سے ناخوش ہین، اور امام کے مخالفون سے مل کر انکو نقصان پہونچا دیتے ہین،

ذرائع خبر رسانی یمن مین خبر رسانی کے ذرایع انکی حیثیت کے مطابق خاصے وسیع ہین، تمام اہم مرکزون پر تار برقی کا سلسلہ قائم ہے، حکومت کو ہر وقت تازہ بتازہ خبرین ملتی رہتی ہین، بیرونی آنے والون کی دیکھ بھال پورے طور پر ہوتی ہے، ہر اجنبی کے حدود سلطنت مین داخل ہونے کے ساتھ اس کی تمام خبرین حکام کو مل جاتی ہین،

کانین یمن مین سونے، چاندی، تانبے، کوئلے اور پٹرول کی بہت سی کانین ہین، اسکے علاوہ قیمتی پتھرون کی بھی کانین ہین، ہر قسم کا عقیق بکثرت پایا جاتا ہے، بلور اور اعلیٰ درجہ کے قیمتی پتھر جو مختلف صنعتون مین کام آتے ہین بکثرت ملتے ہین،

**صنعاء** صنعاء یمن کا پایہ تخت ہے، یہ فطرت کی فیاضیون سے مالامال ہے، آب وہوا نہایت لطیف، بلندی
کے باوجود برف باری سے محفوظ اور خط استوا کی قربت کے باوجود موسم خوشگوار رہتا ہی، یہ مقام عرب
کے قدیم اخبار وآثار کا عجائب خانہ اور اون کی قدیم تاریخ کا مدفن ہے، ملکہ سبا کی جلوہ گاہ یہی تھا
اور حمیر وقحطان کی بساطِ سطوت اسی زمین پر بچھی تھی، فن تعمیر یہان کا قدیم فن ہے، آج بھی ٹوٹے ہوئے
کھنڈر اس کی شہادت دیتے ہین، زمانہ اسلام مین اس نے بڑے بڑے ارباب کمال پیدا کئے، آج بھی
اسکی قدیم خصوصیات اس مین موجود ہین، باشندون مین وہی ذہانت ہے، لیکن جہل نے پردہ ڈال رکھا
ہے، عمارتین نہایت خوش نما اور بعض چھ چھ منزل کی ہین، سڑکین بھی وسیع وکشادہ ہین، لیکن ناصاف
اور بے مرمت ہین، اگر اس کے اور عدن کے درمیان ریل جاری ہوجائے تو موجودہ حیثیت سے کہین
زیادہ ترقی کرجائے، جو سڑکین باہر سے آتی بھی ہین، وہ آبادی اور تجارتی کاروبار کے بجائے فوج،
سامانِ جنگ اور دوسرے جنگی امور مین کام آتی ہین،

**انگریزون کی پالیسی** حکومت یمن کے ساتھ انگریزون کی پالیسی بہت ناقابل اطمینان ہی، اس نے
ہر طرف سے یمن کی ناکہ بندی کررکھی ہے، اور بیرونی دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہین، بحری وبری
دونون راستون پر انگریز یا ان کے حلیف قابض ہین، عدن پر خود ان کا قبضہ ہے، حدیدہ جو جغرافی
حیثیت سے یمن کا حصہ اور یمن کا بحری ناکہ ہے، زبردستی اپنے حلیف سید ادریسی کو دے رکھا ہے اس سے
امام یحیی کی قوت بالکل کمزور پڑگئی ہے، اور انگریزون کی بحری قوت بہت بڑھ گئی ہی اس کا ایک کھلا ہوا
نقصان امام کو یہ پہنچتا ہے، کہ وہ بیرونی دنیا سے آزادانہ تعلقات نہین پیدا کرسکتے، دوسرے اس
بندرگاہ کی وجہ سے ان مین اور ادریسی مین ہمیشہ ان بن رہتی ہے، وہ ان کو خشکی کے راستہ سے کہین
بڑھنے نہین دیتے، اگر کہین بڑھنے کا قصد کرتے ہین تو انگریز خود ان کو روک دیتے ہین، یا اپنے حلیف
ادریسی کے ذریعہ سے رکوا دیتے ہین، اس کے علاوہ یمن کے آس پاس کے تمام چھوٹے چھوٹے

اور سرداران قبائل کو وظیفہ پر لگا رکھا ہے، یہ الگ امام یحییٰ کی راہ مین حائل ہو جاتے ہین، اگر امام یحییٰ اپنی قوت کے بل پر ان کو قابو مین لانا چاہتے ہین، تو انگریز ان کی طرف سے مدافعت کرتے ہین، چنانچہ اس سلسلہ کے ایک رئیس علی بن مانع جو لحج جنوبی اور یمن کے درمیانی حصہ پر حکمران ہین اور سلطان حواشب کے لقب سے ملقب ہین، انگریزون کے وظیفہ خوار ہین، ان کے پاس تھوڑی بہت فوج بھی ہے، ۱۹۲۲ء مین امام یحییٰ نے ان پر چڑھائی کی تھی، اور ان کی فوجین حواشب کی آبادیون تک پہنچ گئی تھین لیکن انگریزی طیارون نے بمباری کر کے ان کو منتشر کر دیا، انگریزون کی خوش قسمتی سے ان دونون مین عقائد کے اختلاف نے مخالفت کی خلیج کو اور زیادہ وسیع کر دیا ہے، کیونکہ سلطان حواشب سنی ہین،

یمنی بیرونی دنیا سے الگ رہتے رہتے اجنبیون سے گھبرانے لگے ہین، ان کی یہ وحشت بے وجہ بھی نہین ہے، اس لئے بمشکل کسی بیرونی شخص کو داخلہ کی اجازت ملتی ہے، خواہ وہ مسلمان ہی کیون نہ ہو، لیکن بلا خطرہ کے وہ یمن کے حدود مین داخل نہین ہو سکتا، اگر ان دشوارپون کے باوجود کوئی یمن کا خیر خواہ یمن جانا چاہے، تو جب تک انگریزون کو اس کی طرف سے کامل اطمینان نہ ہو جائے، اس کی راہ مین طرح طرح کی رکاوٹین پیدا کرتے ہین، اگر ان رکاوٹون پر بھی وہ غالب آگیا تو ان کی خفیہ پولیس اس کی ہر نقل و حرکت اور رفتار و گفتار کی کامل نگرانی کرتی رہتی ہے، ان حالات مین یمن کا بیرونی دنیا سے تعلقات پیدا کرنا ذرا مشکل ہے،

حدیدہ[1] حدیدہ کے تفصیلی حالات اوپر امام ادریسی کے تحت مین گذر چکے ہین، لیکن اسکی سیاسی پوزیشن کو امام یحییٰ سے بھی گہرا تعلق ہے، اسلئے اس کی اس حیثیت سے کسی قدر واقفیت ضروری ہے، حدیدہ یمن کا اہم بندرگاہ ہے، اسکی آزادی پر یمن کی آیندہ ترقی کا دار مدار ہے حدیدہ بحر احمر کے بنادر مین بہت اہم بندرگاہ ہے، اسکی آبادی ایک لاکھ سے متجاوز ہے، اور بہت بڑا تجارتی مرکز ہے، ترکون کے زمانہ مین یہان فوجی چھاؤنی تھی، اور انھون نے ایک فرانسیسی کمپنی کو یہان سے

[1] حدیدہ کے موجودہ حالات کیلئے صفحہ (۶۲) دیکھئے،

منا خہ اور صنعا تک ریلوے لائن بنانے کا ٹھیکہ دیا تھا، کام بھی شروع ہو گیا تھا، لیکن جنگ عظیم کی وجہ سے یہ اسکیم پوری نہ ہو سکی، اور جب اتحادیون نے یہان سے ترکون کو نکالنے کا فیصلہ کیا، تو انھون نے بعض چھوٹے چھوٹے مقامات حوالہ کر دیئے، لیکن حدیدہ دینے سے انکار کر دیا، مگر انگریزی فوجون نے زبردستی قبضہ کر لیا، اس مین بہت کشت وخون ہوا، اور حدیدہ کو سخت نقصان پہنچا، جب ترکون سے اسکی حفاظت نہ ہو سکی، تو محمود دیک والی حدیدہ نے اسکو امام یمن کے حوالہ کر دیا، کہ یہ یمن کا طبعی حصہ تھا، لیکن انگریزون نے اپنا قدیم اصول پیش کر کے کہ ہم نے امن وامان قائم رکھنے کے لئے اسکو لیا ہے اس سے اطمینان کے بعد واپس کر دین گے، اپنا قبضہ قائم رکھا، کچھ دنون کے بعد سید ادریسی سے معاہدہ کر کے ان کے حوالہ کر دیا، اور انگریزی فوجین یہان سے ہٹ گیئن، صرف پولٹیکل ایجنٹ رہ گیا حدیدہ کے علاوہ انھون نے ادریسی کو اسلحہ بھی دیئے تاکہ ترکون کا تسمہ بھی نہ لگا رہنے پائے،

**عجیب سفارت**

انگریز دنیا کے کسی حکمران سے علی الاعلان دشمنی نہین خریدتے خصوصاً جس سے ان کا کسی قسم کا مفاد متعلق ہو، گو اس سے مقصد عہد مواخاۃ نہین بلکہ محض فریق ثانی پر دوستی کا اظہار ہوتا ہے، حدیدہ کے معاملہ کے بعد یہی روپ انھون نے امام یحییٰ کے ساتھ بھی بدلا، اور ۱۹۱۹ء مین کرنل جیکب کی زیر سرکردگی ایک سفارت ہدایا و تحائف لیکر انگلستان سے یمن روانہ ہوئی جیسا کہ ابھی معلوم ہوگا، اس سفارت کا مقصد امام یحییٰ کے پاس جانا نہین تھا، بلکہ انگریز قیدیون کا چھڑانا، اور بعض قبائل کو اپنی طرف مائل کرنا تھا، بہر حال یہ سفارت حدیدہ سے یمن روانہ ہوئی، اور بالکل خلاف امید قبیلہ قحرا نے جو انگریزون کا سخت دشمن تھا، ان کی بڑی خاطر و مدارات کی، باجل مین امام یحییٰ کے نمائندہ ان کے استقبال کو آئے کہا یہ جاتا ہے کہ یہان سے قبیلہ قحرا نے ان کو آگے بڑھنے سے روک دیا، اسی درمیان مین برٹش گورنمنٹ نے پچاس ہزار لیرہ فدیہ دیکر اپنے قیدی چھڑا لئے، اور وزارت خارجہ نے سفارت کو واپسی کا حکم دیدیا اور قحرا جو انگریزون کے سخت دشمن تھے اور جنھون نے ان کے آدمیون کو قید کیا تھا، حدیدہ تک

سفارت کو پہنچانے گئے، اس سفارت کی واپسی کے ساتھ ہی انگریزون کی گرفتاری اوران کی رہائی کے بارہ مین قبیلۂ قحرا مین پھوٹ پڑ گئی، امام یحییٰ کو سفارت کی واپسی کی خبر ہوئی تو وہ سمجھے کہ سفارت صنعا نہین آنا چاہتی تھی، بلکہ یہ محض ایک چال تھی، اس لئے انھون نے فوراً جہاد کا اعلان کردیا، چنانچہ یمنیون نے عدن حدیدہ اوران نو مقامات پر جو جغرافی حیثیت سے یمن کا جزو ہین، لیکن یہان انگریزون کی زیرحمایت ریاستین قائم ہین، تاخت وتاراج شروع کردی، انگریز اس ناگہانی آفت سے گھبرا گئے، اور مصالحت کی گفت وشنید شروع کردی، ایک سال اس گفت وشنید کا سلسلہ جاری رہا، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا، دوران مصالحت مین بھی انگریز برابر خفیہ طور پر امام ادریسی کی مدد کرتے رہے، جب امام یحییٰ کو یقین ہوگیا، کہ اس گفتگو سے تضیع اوقات کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا، تو انھون نے اپنے نمایندے کو بلا لیا، کہ جب تک انگریز نو مقامات اور حدیدہ واپس نہ کرین گے اس وقت تک کوئی مصالحت نہین ہوسکتی، واقعہ یہ ہے کہ جب تک انگریز اپنی پوشیدہ شاطرانہ پالیسی کو نہ چھوڑین گے اس وقت تک صلح وآشتی کا خیال بھی نہ کرنا چاہئے،

امام کے مطالبات | امام یحییٰ کے مطالبات یہ ہین، کہ حدیدہ اور وہ نو مقامات جو جغرافی حیثیت سے یمن کا جزو ہین، ان کے حوالہ کردیئے جائین، اس کے بدلہ مین امام ضارع، شعیب، احجود، اور بلاد قطبی سے اپنی فوجین ہٹالین گے بشرطیکہ یہ تمام مقامات نیز یافع، عوالق، حضرموت اور ربیع بالکل آزاد کردیئے جائین یہان کے قبائل ان مقامات کے آزاد حکمران رہین، اوران پر خود امام موصوف نیز انگریزون کو مداخلت کا کوئی حق باقی نہ رہے، اور اگر انگریز یہ مطالبات پورے نہین کرتے تو پھر امام بلا کسی شرط وقید کے حدیدہ، لحیہ، صلیف اور وہ تمام بندرگاہین، جو یمنی حدود کے اندر بحراحمر کے ساحل پر ہین، بلکہ یمن کا وہ کل رقبہ جو جنگ عظیم کے زمانہ مین ترکون کے پاس تھا، واپس چاہتے ہین، اور جب بھی ان کو موقعہ ملیگا کسی نہ کسی طرح لیکر چھوڑین گے،

انگریز امام کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کے خواہش مند ہین، لیکن اسی کے ساتھ یمن کا کوئی اہم حصہ چھوڑنا نہین چاہتے ہین، چنانچہ نہ وہ کوئی بندرگاہ دینے پر آمادہ ہوتے ہین، اور نہ امرائے عرب مین سے کسی کی حمایت سے دست برداری پر رضامندی ظاہر کرتے ہین، بلکہ اس کے برعکس وہ حمایت کا دائرہ اور زیادہ وسیع کرنا چاہتے ہین، تاکہ یمن بالا مین ان کا اثر و اقتدار قائم رہے، لیکن اس پالیسی پر ان مین اور امام یحییٰ مین مصالحت کی کوئی امید نہین، کیونکہ امام کامل آزادی چاہتے ہین، یمن مین وہ انگریزون کے کسی قسم کے تعلق کو پسند نہین کرتے حتیٰ کہ اون کے پولیٹیکل ایجنٹ کا قیام بھی ان کو گوارا نہین، کہ درحقیقت یہی تمام فتنون کی بنیاد ہوتے ہین، اپنے حدود سے نکل کے دوسرون کے اختیارات مین مداخلت شروع کر دیتے ہین، عرب حکمرانون کے خلاف اون کے معاند قبائل کو برانگیختہ کرکے تماشا دکھنا تو ان کا معمولی کھیل ہے، مثلاً حاشد و بکیل (یہ امام یحییٰ سے سخت نفرت کرتے ہین ترکون کے زمانہ سے وظیفہ خواری کے عادی چلے آتے ہین، اور چند سکون کے عوض عربی قومیت کو نقصان پہنچا دینے مین اون کو کوئی باک نہین ہوتا) یمن کی سرحد پر ادریسی حکومت کے قریب آباد ہین، ادریسی امام یحییٰ کے حریف اور انگریزون کے حلیف ہین، انگریزی پولیٹیکل ایجنٹ بھی یہان رہتا ہے، اگر امام یحییٰ ذرا پیش قدمی کرین تو حاشد و بکیل نہایت آسانی کیساتھ ان کے خلاف صف آرا کئے جا سکتے ہین،

دوسری سلطنتین، خارجی پالیٹکس مین فرانسیسی بالکل انگریزون کے نقشِ قدم کی پیروی کرتے ہین، ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے، کہ بیرونی تعلقات مین ان کا قدم انگریزون سے پیچھے نہ پڑنے پائے، اگر آج انگریز کسی سے معاہدہ کرین، تو کل ان کا بھی معاہدہ کرنا ضروری ہے، انھون نے سب سے پہلا تجارتی معاہدہ اٹھارہوین صدی عیسوی مین ہدی

لدین اللہ سے کیا تھا، اسی وقت سے ان کی قہوہ کی تجارت یمن مین پہیلی، موجودہ امام کے عہد مین
انھون نے اپنے تعلقات کو اور زیادہ وسیع کرنا چاہا، چنانچہ اون کی ایک سفارت امام یحییٰ
کے پاس آئی تھی، کہ وہ مخا اور خوخہ کے پرانے بندرگاہ کی تعمیر کی اجازت حاصل کرے، اور
یمن مین قہوہ کی تجارت اپنے لئے مخصوص کرالے، لیکن امام کی توجہ حدیدہ کی واپسی کی طرف
اس درجہ ہے کہ وہ مخا اور خوخہ کی طرف مطلق متوجہ نہین ہوتے اسلئے قہوہ کی تجارت کو مخصوص
کرنے پر آمادہ نہ ہوسکے،

# ۴۔ حکومت لحج

## سلطان عبدالکریم فضل

لحج | حکومت لحج عرب کی ایک چھوٹی مگر نہایت ترقی یافتہ اور زرخیز ریاست ہے، سلطان عبدالکریم فضل یہاں کے حکمران اور نہایت روشن خیال ہیں، اس کے حدود اربعہ یہ ہیں، جنوب میں بحر عرب کا ساحل باب المندب سے بلحاف تک، شمال میں امام یحیی کے حدودِ سلطنت، مشرق میں حضر موت اور مغرب میں بحر احمر مجموعی رقبہ ۵۲۰۰ میل اور آبادی تین لاکھ ہے، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی مختلف مذاہب اور فرقوں پر مشتمل ہے، سنیوں میں شافعی حنفی، اور شیعوں میں جعفری، اسمٰعیلی اور زیدی، دیگر مذاہب میں یہودی، عیسائی اور ہندو ہیں، یہاں بعض قبائل ایسے بھی آباد ہیں جو ابھی تک اسلام سے بے گانہ اور زمانہ جاہلیت کی روایات پر قائم ہیں، مشہور قبائل میں عبادلہ، یوافع، آلِ فضلی، عواذق، حواشب، صبیحہ ہیں، مشہور مقامات کے نام یہ ہیں، سقرہ، حوطہ، بلحاف، لحج، ابین، انصاب، سیمیر وغیرہ،

حکومتِ لحج کی تاریخ | آج سے دو سو برس قبل حکومت لحج کا رقبہ سلطنت یمن کے مقبوضات میں شامل تھا، یہاں امام یحیی کی جانب سے ایک حاکم رہا کرتا تھا، اٹھارہویں صدی کے ربع اول میں یمن سے علیحدہ مستقل حکومت قائم ہوئی، اس کا آغاز اس طرح ہوا ۱۷۲۸ء میں حکومت یمن کی طرف سے ایک زیدی فوجی افسر یہاں کا حاکم تھا، اس میں آزادانہ حکمرانی کا جذبہ پیدا ہوا، چنانچہ اس نے عدن پر قبضہ کرکے مستقل حکومت قائم کرلی، اس وقت یہاں کی آبادی کا غالب عنصر شافعی سنی تھے، یہ گو امام یمن کے زیر حکومت تھے، لیکن ان کو دل سے ناپسند کرتے تھے،

اس نئے حکمران نے ان کو مائل کرنے اور اپنی حکومت مضبوط کرنے کے لئے سنی مذہب اختیار کرلیا، اس تبدیل مذہب سے اس کو حکومت کی تاسیس مین بہت مدد ملی، یہ شخص سلطنت لحج کا پہلا بانی تھا اس کے بعد عبادلہ یہان کے حکمران ہوئے، یہ سب زیدی النسل اور شجاعت وشہامت مین مشہور تھے،

سلاطین لحج | سلاطین لحج مین سے چار زیادہ مشہور ہین، سلطان محسن بن فضل، ان کا زمانہ سترہوین صدی کا اواخر اور اٹھارہوین صدی کا اول تھا، یہ نہایت غیور اور حریت پسند تھے، قبائل اور علماء کے ساتھ ان کا طرز عمل نہایت شریفانہ تھا، ان مین سلطنت کی توسیع اور ملک گیری کا جذبہ بہت شدت سے تھا، اور اسکے لئے وہ ہمیشہ مواقع کے منتظر رہا کرتے تھے، اسی لئے ان مین اور انگریزون مین کبھی نہین بنی، انھین کے زمانہ مین عدن پر انگریزون کا قبضہ ہوا، یہ نہایت زمانہ شناس، عاقبت اندیش، صائب الرائے اور عالی ہمت حکمران تھے، انھون نے اپنے عہد حکومت مین لحج کی اصلاح وترقی کی انتہائی کوششین کین، گو ان کا عہد حکومت بہت مختصر تھا لیکن اپنی ان تھک کوششون کی وجہ سے اس قلیل زمانہ مین فوج مالیات، اور علوم وفنون کی اصلاح اور ترقی مین بہت کچھ کامیابی حاصل کرلی، اگر ان کو زیادہ موقع ملا ہوتا تو لحج کی حکومت کو کہین سے کہین پہنچا دیتے لیکن ان کی ناوقت وفات کی وجہ سے یہ سلسلہ ٹوٹ گیا، مرتے وقت وہ اپنی تمام ثروت، مدارس اور شفاخانون کی تاسیس اور ترقی دینے کے لئے وقف کرگئے، ان کے بعد سلطان فضل بن علی بن محسن ان کے قائم مقام ہوئے، یہ بھی شجاعت و شہامت عقل وفرزانگی اور اصابت رائے مین اپنے پیشرو کے برابر تھے اس راز کو وہ اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ بغیر دولت کے حکومت اور بادشاہ کی کوئی عزت نہین، اس لئے انھون نے اپنی توجہ تمام امن وامان کے قیام اور زراعت کی ترقی کیجانب مبذول رکھی، سلطنت کا رقبہ بھی وسیع کیا، اس سلسلہ مین انھون نے حواشب پر قبضہ کیا، لیکن کچھ دنون کے بعد انگریزون کی وجہ سے پھر واپس کردیا، ان کے اور حکومت عدن کے تعلقات اچھے تھے، انگریز ان کا ظاہری پورا احترام کرتے تھے، لیکن مخلصانہ تعلقات

نہ تھے، یہ ۳۰ برس تک حکمران رہے، اور نہایت عدل و انصاف سے حکمرانی کی، زراعت، اوقاف اور قبیلوں کے باہمی تعلقات کے متعلق انھوں نے نہایت عمدہ قوانین جاری کئے، جو آج تک دستور العمل کا کام دیتے ہیں، ان کے بعد سلطان احمد بن فضل بن محسن تخت نشین ہوئے، یہ علم دوستی اور عقل و دانش میں اپنے اسلاف کے ہمسر اور ہمت و حوصلہ میں ان سے بڑھکر تھے لیکن ویسے فیاض اور مخیر نہ تھے، انگریزوں سے ظاہری تعلقات اچھے تھے لیکن اندرونی تعلقات میں انگریز چال بازی اور بوسیدہ سیاست سے کام لیتے تھے، امام یحییٰ کے ساتھ سلطان احمد کے تعلقات بہت مخلصانہ اور مضبوط تھے، ترکوں کے مقابلہ میں انھوں نے امام یحییٰ کی نہایت قیمتی مدد کی، اور شریف حسین کو بھی ترکوں کی امداد سے روکنے کی کوشش کی لیکن شریف حسین ترکوں کے مقابلہ میں امام کی بھی مدد کرنا پسند نہیں کرتے تھے، اس لئے سلطان کی کوشش کامیاب نہ ہوئی، یہ عرب پر عربوں کے علاوہ کسی اور کی سیادت پسند نہ کرتے تھے، اسی لئے ترکوں سے ہمیشہ تعلقات کشیدہ رہے، انھوں نے اپنے زمانہ میں اتحاد عرب کی نہایت مبارک اور مہتم بالشان کوشش کی تھی، اور اس مقصد کے لئے فرمانروایان عرب کی ایک عام موتمر منعقد کرنا چاہتے تھے، اور دعوت نامے بھی جاری کر دیئے تھے، لیکن دعوت نامے بھیجنے کے بعد پھر کسی نامعلوم سبب سے یہ تجویز ملتوی کر دی، اگر اس تجویز کو عملی جامہ پہنا دیتے تو یہ ان کی زندگی کا نہایت روشن کارنامہ ہوتا،

**قدیم عدن** موجودہ سلطنت لحج کی تاریخ معلوم کر لینے کے بعد عدن قدیم کی مختصر تاریخ سن لینی چاہئے، کہ اس کو حکومت لحج سے گہرا تعلق ہے، لحج گو چھوٹی سی ریاست ہے لیکن عدن کی وجہ سے کسی زمانہ میں نہایت طاقتور تھی اور کوئی بیرونی طاقت اس وقت اس کے معاملات میں مداخلت نہ کر سکتی تھی، انگریزوں کے قبضہ سے پہلے عدن عرب کا بہت بڑا تجارتی مرکز تھا، ۱۷۰۹ء میں ایک فرانسیسی سیاح لاروک عدن آیا تھا اس نے اپنے سفرنامہ میں اسکی قدیم عظمت کا نقشہ کھینچا ہے، لیکن ہم اس کو قلم انداز کرتے ہیں، عدن ہی عربی وحدت کا سب سے سنگین قلعہ تھا، یہاں ایک زبان، ایک مذہب اور ایک تمدن تھا، امرائے عرب کے محلات

وقصور ان کی تجارتی کوٹھیان اور سنگین قلعے اس کی رونق کو دوبالا کرتے تھے، قدیم آثار مین یہان کا مشہور و معروف بند نہایت حیرت انگیز اور عجیب و غریب چیز ہے، یہ بند آج سے کئی ہزار برس پہلے دو پہاڑیون کے بیچ مین پانی جمع کرنے کے لئے بنایا گیا تھا، اس مین پانی کے متعدد مخزن ہین، جن مین ۵۰ ملین گیلن پانی جمع ہوتا ہے یہ مخزن اتنے بڑے ہین، کہ یہان کی قلیل بارش ایک سال مین بھرنے سے قاصر رہتی ہے، امتداد زمانہ سے یہ بند پٹ گئے تھے، ۱۸۵۶ء مین انگریزون نے اسکو دوبارہ صاف کرایا ہے،

عدن کی موجودہ اہمیت

عدن کی قدیم تاریخی عظمت کے علاوہ اس کی جغرافی حیثیت نے اس کو موجودہ دور مین اور زیادہ اہم بنادیا ہے، عدن مشرق اور مشرق کی درمیانی کڑی اور مشرق کا صدر دروازہ اور اس کی کنجی ہے، جزائر برطانیہ اور ہندوستان کے درمیان یہ جہازون کا آخری مرکز ہے، پہلا جبرالٹر، دوسرا سوئیس تیسرا عدن، اس کی بحری حیثیت بہت اہم ہے، مشرق اور مغرب کے درمیان جتنے جہاز چلتے ہین، عدن ان سب کا کوئلے کا سب سے بڑا مخزن ہے، اس کے ٹیلیگراف آفس پر بحری امن وامان کا دار و مدار ہے، گو دنیا مین اس سے بھی بڑے ٹیلیگراف آفس ہین، لیکن عدن کا مرکز ان سب سے اہم ہے، اگر آج عدن کا سلسلۂ تار برقی توڑ دیا جائے تو یورپ، افریقہ، اور اسٹریلیا سب ایک گوشہ مین پڑجائین گے، اور قدیم زمانہ کی بحری تاخت وتاراج شروع ہوجائیگی، خصوصاً ہندوستان کا تعلق بحری راستہ سے جزائر برطانیہ سے بالکل منقطع ہوجائیگا، جن قوتون کے بل پر انگریز ہندوستان مین حکمران ہین، اس مین عدن کی قوت بھی بہت اہم ہے، اگر عدن ان کے ہاتھون سے نکل جائے تو پھر ہندوستان پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑجائے، اسی لئے اب انھون نے ہندوستان اور یورپ کے درمیان ہوائی سروس قائم کی ہے،

عدن پر انگریزون کی قبضہ کرنے کی کوشش

ہندوستان پر قبضہ رکھنے کے لئے عدن پر انگریزون کا قبضہ نہایت ضروری تھا، چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ مین انگریزون نے عدن پر قبضہ جمانے کی خفیہ کوششین شروع کین اور ۱۸۰۲ء مین سلطان احمد فضل کے ساتھ پہلا تجارتی معاہدہ کیا، اور اس تجارت کے پردہ مین عرب کے

ساحل پر ہندوستان آنے جانے والے جہازون کے لئے کوئلہ کا مخزن قایم کرنے کی کوشش شروع کی، سلطان احمد کے لڑکے سلطان محسن نہایت مدبر اور حریت پسند تھے، انھون نے انگریزون کی چال سمجھ لی، اور ۱۸۲۶ء مین یہ معاہدہ توڑ دیا، یہ محمد علی پاشا خدیو مصر کا زمانہ تھا، وہ شام پر قبضہ کرنے کے بعد عرب کے بعض حصون تہامہ اور عسیر پر قابض ہو چکے تھے، عرب مین ان کا اثر و اقتدار انگریزی مصالح کے بالکل خلاف تھا، خاص کر عدن کے معاملہ مین تصادم کا خطرہ یقینی تھا، کیونکہ انگریز یہان کوئلہ کا مخزن قائم کرنے کے لئے اس پر قبضہ کرنے کی فکر مین تھے، اور محمد علی پاشا اپنے عربی مقبوضات کی حفاظت کے لئے اپنا قبضہ جمانا چاہتے تھے، اور سلطان لحج سے عدن مین اپنے حقوق محفوظ کرانے کی کوشش کر رہے تھے، انگریزون کے مقابلہ مین ان کی کامیابی زیادہ متوقع تھی، اس لئے انگریزون نے سب سے پہلے اس خطرہ کو دور کرنا ضروری سمجھا، اور لارڈ پامرسٹن وزیر اعظم انگلستان نے ۱۸۳۹ء مین محمد علی پاشا کو لکھا کہ عرب مین اون کا کوئی حق نہین ہے، یہان سے وہ اپنی فوجین ہٹالین[۱]،

دوسری طرف باب عالی کا سہارا لیا، گو عدن پر ترکون کا مستقل قبضہ نہ تھا، لیکن اون کی سیادت ضرور تھی، ایسے مواقع پر یورپین طاقتین ہمیشہ ظل اللہ کی مذہبی سیادت سے فائدہ اُٹھایا کرتی تھین، چنانچہ انھون نے عثمانی حکومت سے ایک تجارتی معاہدہ کیا، جس کی رو سے انگریز تاجرون کو عثمانی حکومت مین ولایتی مال بیچنے کا حق حاصل ہو گیا، اس معاہدہ کے سلسلہ مین انھون نے ان اطراف مین تجارتی کوٹھی بنانے کیلئے عدن مانگا، سلطان عبد الحمید نے فوراً فرمان جاری کر دیا، ایسٹ انڈیا کمپنی نے یہ وسیلہ تو اچھا پیدا کر لیا، لیکن اس کے ساتھ وہ بھی خوب سمجھتی تھی کہ عرب مین حقیقی حکومت عربون کی ہے، اسلئے تنہا اس فرمان سے کام نہ چلیگا، اسلئے عدن پر قبضہ کرنے کے لئے کسی معقول عذر کی تلاش ہوئی، بد قسمتی سے اس زمانہ مین انگریزی تجارتی جہاز عدن آیا جایا کرتے تھے، اتفاق

---

۱؎ اسی سلسلہ مین ۱۸۴۰ء مین انگلستان مین کانفرنس ہوئی اور اس کے فیصلے کے بموجب شام ترکی حکومت کو واپس مل گیا اور عرب سے بھی محمد علی پاشا کو دست بردار ہونا پڑا،

سے ایک جہاز ڈوب گیا، عربون نے اس کا سامان لوٹ لیا تمام جرم کافی تھا ایسٹ انڈیا کمپنی کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا
چنانچہ اس نے کپتان اسٹافرڈ ہینس کو تین سو مسلح سپاہیون کے ساتھ ایک جنگی جہاز دیکر سلطان لحج کے پاس
تاوان مانگنے کے لئے بھیجا، اس وقت سلطان محسن یہان کے حکمران عدن ہی مین موجود تھے کپتان مذکور نے سلطان
عبدالمجید کا فرمان دکھا کر ان سے تاوان مانگا، یہ اس فرمان سے بہت برہم ہوئے اور کہا عثمانی سلطان کو عربی
حکومت مین دخل دینے کا کیا حق ہے، ان کے انکار پر کپتان اسٹافرڈ نے فوراً حملہ کر دیا، سلطانی افواج نے مقابلہ کیا
آخر مین فریقین مین سمجھوتہ ہو گیا اس کی رو سے انگریزون نے عدن مین سلطان کے حقوق محفوظ کر کے ایک لاکھ
ماہانہ ان کا وظیفہ مقرر کر دیا اور انگریزون کو عدن کے قریب ایک چھوٹے سے مقام پر قیام کی اجازت مل گئی، اس
معاہدہ مین دو شرطین یہ بھی تھین کہ کوئی اجنبی شخص خواہ وہ برطانیہ کا عہدہ دار ہی کیون نہ ہو، لحج مین بغیر سلطان
کی اجازت کے داخل نہین ہو سکتا، دوسرے انگریز یا ان کی رعایا اگر کوئی جرم کریگی تو سلطنت لحج کے قوانین
کے مطابق اس کو سزا دیجائیگی،

ان شرائط سے اندازہ ہو سکتا ہے، کہ انگریز ابتدا مین کن شرائط پر عدن مین آباد ہوئے تھے لیکن یہ
کسی مقام پر خواہ کتنی ہی ذلیل شرائط پر کیون نہ داخل ہون، لیکن یہان ایک مرتبہ ان کے قدم پہنچ گئے، وہان
پھر کسی دوسرے حکمران کا ٹکنا بہت مشکل ہے، چنانچہ کچھ ہی دنون کے بعد انگریزی قنصل اور سلطان مین اختلافات
شروع ہو گئے، جس کا نتیجہ جنگ کی صورت مین ظاہر ہوا، اس جنگ مین سلطان کو شکست ہوئی، اور ان کے قبیلہ
عبادلہ کو انگریزون نے عدن سے بالکل نکال دیا، اور کسی کو عدن مین گھر تک بنانے کی بھی اجازت نہ دی،
اور عدن پر ان کا کامل قبضہ ہو گیا، اس قبضہ کے بعد دوسرا معاہدہ ہوا جس کی رو سے سلطان لحج نے انگریزون
کی سیادت تسلیم کر لی، لیکن اندرون ملک ان کی کامل آزادی برقرار رکھی البتہ بیرونی طاقتون سے معاہدہ
ناجائز قرار دیا گیا، امرائے عرب کے ساتھ تعلقات پر کوئی قید نہ تھی، سب سے زیادہ دلچسپ دفعہ یہ تھی کہ لحج
کے حدود مین کسی اجنبی کی ملکیت یا اس کا داخلہ سلطان کی اس اجازت کے بغیر جو حکومت برطانیہ سے حاصل

کی جاسکتی، نہیں ہوسکتہ بہرحال اس معاہدے کے الفاظ مین گو سلطان آزاد تسلیم کئے گئے تھے لیکن حقیقت در عملاً ان کی آزادی سلب ہوگئی،

دوسری جنگ کے بعد عدن انگریزی قبضہ مین چلا گیا لیکن عدن کے علاوہ ابھی کوئی اور حصہ ان کے پاس نہ تھا اور بیرونی طاقتون سے عدن کی حفاظت کے لئے یہان فوجی بارکین اور دوسرے استحکامات کے لئے ضروری تھا لیکن اس کے لئے کوئی معقول جگہ نہ ملتی تھی، اس لئے انگریزون نے عدن سے باہر قدم نکالنے کی کوششین شروع کین، پاس ہی شیخ عثمان کی آبادی اس مقصد کے لئے نہایت موزون اور موقع سے تھی، یہ مقام گو آزاد تھا لیکن حکومت لحج کے زیر سیادت تھا، انگریزون نے پہلے یہان کے رئیس سے اسکو مانگا قیمت بھی پیش کی لیکن وہ راضی نہ ہوا، تو انھون نے ایک دوسرا طریقہ اختیار کیا، سلطان لحج کے حقیقی بھائی سلطنت مین بہت دخیل اور اس کے کارکن تھے، یہ بڑے طامع تھے، اور روپیہ کے مقابلہ مین ملکی مقاصد کی بھی پرواہ نہ کرتے تھے، ان سے انگریزون نے ۱۸۸۲ء مین شیخ عثمان کی خفیہ معاملت کرکے کتابت کرالی، سلطان کو علم ہوا، تو وہ بہت برہم ہوئے، اور بھائی کو خارج البلد کرکے ان کو تمام حقوق سے محروم کردیا، اور اس کتابت کے خلاف بہت احتجاج کیا، لیکن انگریزون نے اسکو قانونی دستاویز قرار دیکر واپسی سے انکار کردیا، اور شیخ عثمان مین اپنی فوجین اتار دین، اور سلطان مجبور ہوکر خاموش ہوگئے، کیونکہ انگریزی فوج کا مقابلہ ان کے امکان سے باہر تھا، رفتہ رفتہ شیخ عثمان کی حیثیت ایک چھوٹے سے شہر کی ہوگئی، اور فوجی بارکون اور سامان جنگ کی وجہ سے خاصی چہل پہل رہنے لگی،

**جنگ عظیم اور لحج** جنگ عظیم مین ترکون اور انگریزون کے درمیان لحج کی پوزیشن بالکل یتیم کی سی تھی، اس کو دوران جنگ مین سخت نقصان اٹھانا پڑا، خاندان شاہی بھی ان مصائب کا شکار ہوا، اس کی تفصیل یہ ہے، کہ شیخ سعید کا رقبہ جنگ کے قبل ترکون کے پاس تھا، یہان ان کے قلعے تھے، اور جنگی سامان رہتا تھا، جب انھون نے ۱۹۱۴ء مین عدن پر حملہ کرنا چاہا، اور انگریزون کو اس کا علم ہوا تو وہ شیخ سعید کی طرف

بڑھے تاکہ اس پر قبضہ کرکے ان کی جنگی قوت توڑدین لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے انگریزی فوجین حملہ نہ کرسکین تاہم ترباور اس کے قرب وجوار کے متعدد قلعے تباہ کردیئے، اور اس وقت ترک آگے نہ بڑھ سکے، بلکہ انکو پیچھے ہٹنا پڑا لیکن چندہی مہینون کے بعد ماویہ سے لحج ہوتے ہوئے عدن کی طرف بڑھے، انگریزون نے عدن کی حفاظتی فوج کو شیخ عثمان ہوتے ہوئے لحج کی طرف بڑھنے کا حکم دیا، لیکن موسم کی سختی کی وجہ سے وہ وقت پر نہ پہنچ سکی، اور ترک اس کے پہلے لحج پہنچ گئے، اور انگریزون کو پسپا ہوکر پیچھے ہٹنا پڑا، اس کے بعد ترکون نے لحج کو خوب لوٹا، اور شیخ عثمان مین فوجین اتار دین، لیکن چندہی دنون کے بعد انگریزی فوجین پہنچ گئین، اور ترکون کو شیخ عثمان چھوڑکر لحج واپس آجانا پڑا، انگریزون نے ان کو یہان سے ہٹانے کی بھی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہے،

ترکون کی ۱۵ ہزار شامی فوج یمن مین تھی اور اس کا ایک حصہ سعید پاشا چرکسی کے زیر کمان ماویہ مین تھا، سعید پاشا نہایت خوش اخلاق افسر تھے، عرب ان کی خوش اخلاقی کے گرویدہ تھے، اس لئے سعید پاشا نے کوشش کی کہ عربون کو ساتھ لیکر عدن پر حملہ کرین، اس حملہ کا مقصد صرف یہ تھا کہ انگریز یہان پھنسے رہین، اور عرب کے دوسرے حصون پر ترکون کا مقابلہ نہ کرسکین، چنانچہ سعید پاشا اپنی ہردلعزیزی کی وجہ سے اس کوشش مین کامیاب ہوئے، اور بہت سے قبیلے ان کے علم کے نیچے جمع ہوگئے، ماویہ سے عدن پر حملہ کا راستہ لحج کے اندر ہوکر تھا، سعید پاشا نے سلطان لحج سے اجازت مانگی، لیکن یہ انگریزون کے حلیف تھے، اس لئے اجازت نہ دی، ان کے انکار پر سعید پاشا نے لحج پر حملہ کردیا، لحجیون نے مقابلہ کیا اور وکیم کے پاس سخت معرکہ آرائی ہوئی، لیکن یہ سب غیر تربیت یافتہ اور تعداد مین کم تھے، اس لئے شکست کھاگئے، اور انگریزی فوجین اس وقت پہنچین جب لحجی کامل شکست کھاچکے تھے، اس تاخیر کی مختلف تاویلین کیجاتی ہین، لیکن عدن مین عام طور پر مشہور ہے کہ ہندوستانی مسلمان رجمنٹ نے ترکون کے مقابلہ سے انکار کردیا تھا، بہرحال واقعہ جوکچھ بھی ہو ترک لحج پر کامل طور پر قابض ہوگئے، اور سعید پاشا نے

سلطان لحج سے ان کے انکار کا نہایت سخت انتقام لیا، شاہی خاندان قلعے سے برابر مدافعت کرتا رہا، لیکن آخر مین ترکون کی گولہ باری سے مجبور ہوکر راتون رات شیخ عثمان کی طرف نکل گیا، عین اس وقت انگریزی امدادی فوج پہنچ گئی لیکن اس نے تاریکی مین شاہی خانوادہ کو ترکی دستہ سمجھکر آتشباری شروع کردی، بہت سے لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہوئے، خود سلطان کے پیر مین گولی لگی جس کے صدمہ سے وہ عدن پہنچ کر انتقال کر گئے،

ترکون نے لحج پر قبضہ کرنے کے بعد اس کو خوب تباہ کیا، یہان کے باشندے ان کی منتقمانہ دست درازیون سے تنگ آکر عدن چلے گئے، شاہی خاندان کے باقی ماندہ افراد نے بھی عدن کا راستہ لیا، لحج پر قابض ہونے کے بعد سعید پاشا نے جارحانہ پیش قدمی روک دی، انگریز بھی شیخ عثمان اور عدن سے مطمئن ہوکر خاموش ہوگئے اور جنگ کے ہولناک زمانہ مین ان دونون مقامات پر کامل امن وامان رہا، انگریز سعید پاشا کی اس صلح پسندی اور اخلاق کے معترف اور مداح ہین، اس مدت مین خاندان شاہی عدن مین بیٹھکر اپنی قسمت کے فیصلہ کا انتظار کرتا رہا، ان کے دوران قیام مین انگریز برابر ان کی خبرگیری اور ہرطرح کی دلدہی کرتے رہے، اور سلطان عبدالکریم کے اس احتجاج پر کہ "انگریزی فوجون کے بروقت نہ پہنچنے سے شاہی خانوادہ کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، انگلستان کی حکومت نے عدن کے حاکم اور یہان کے کمانڈر دونون کو معزول کردیا، اختتام جنگ کے بعد جب ترکون کی قسمت کا فیصلہ ہوا، تو خود سعید پاشا جرکسی نے عدن جاکر انگریزون کو تلوار حوالہ کی اور لحج پھر سلطان عبدالکریم کو واپس مل گیا، جب یہ لوگ لحج واپس ہوئے تو یہان کی حالت نہایت ابتر تھی، لیکن لحجیون نے زراعت مین ہمہ تن مشغول ہوکر بہت جلد حالت سنبھال لی،

**موجودہ حکمران** موجودہ حکمران سلطان عبدالکریم فضل نہایت روشنخیال، تعلیم یافتہ اور حریت پسند امیر ہین، ان مین ان کے اسلاف کی تمام خصوصیات موجود ہین، علوم وفنون کے ساتھ خاص دلچسپی ہے، خصوصاً عرب

اور تاریخ اسلام کے مطالعہ کا خاص ذوق ہے، ان کا مطالعہ نہایت وسیع ہے، جدید سے جدید کتابین اور شام ومصر کے تمام اخبارات زیر مطالعہ رہتے ہین، جس وقت یہ اقوام عالم کی پالٹیکس پر گفتگو کرتے ہین، تو یہ نہین معلوم ہوتا کہ عرب کے کسی گوشہ کا بدوی حکمران گفتگو کر رہا ہے، بلکہ مصری تعلیم یافتہ کا دھوکا ہوتا ہے، ان مین تعصب و تنگ نظری کا نام بھی نہین، ان کے آزادانہ خیالات سنکر سخت حیرت ہوتی ہے، وطنیت اور قومیت ان کی رگ رگ مین سرایت کئے ہوئے ہے، کہا کرتے ہین کہ تعصب اور مذہبی تنگ نظری اقوام کی سب سے بڑی مصیبت اور وطنیت کی سب سے بڑی بدبختی ہے، کاش عرب سمجھ جاتے کہ انکی آزادی کا مدار دماغ پر ہے، دل پر نہین ہے" اپنے وطن مین اجنبی اثر و نفوذ کو سخت ناپسند کرتے ہین، اور اس کی کامل آزادی کے لئے ہمیشہ کوشان رہتے ہین، اگر ان کی کوششین جاری رہین، تو عجب نہین، کہ بعض کھوئے ہوئے حقوق ان کو واپس مل جائین، ان مین اور برٹش گورنمنٹ مین عرصہ ہوا، ایک جدید معاہدہ کے متعلق گفت وشنید ہو رہی تھی، اس کی دفعات سے اون کی وطن پرستی اور حریت پسندی کا اندازہ ہوگا،

(۱) نجد حکومت کو اندرون ملک کی حفاظت اور بیرونی مدافعت کے لئے اسلحہ خریدنے کا پورا حق ہوگا، اور اس معاملہ مین اس پر سے تمام قیود اٹھا دیئے جائین گے،

(۲) سلطان عدن کی انگریزی ہوائی قوت کو ضرورت کے وقت سرکش قبائل کی تادیب مین استعمال کر سکین گے،

(۳) حکومت نجد اپنے حسب منشا ملکی فوج کی تنظیم جس طرح چاہیگی کر سکے گی،

(۴) امام یحیٰی نے حکومت نجد کے جن مقبوضات کو دبا لیا ہے، سلطان اس کی واپسی مین بالکل آزاد ہون گے،

(۵) برٹش گورنمنٹ کو سلطان کے بیرونی تعلقات مین جو سلطان کے اندرونی ملک سے متعلق ہون آزادانہ حقوق ماننے چاہئین،

(۶) لحج کے قرب وجوار کی عربی امارتوں صبیحہ، حواشب، قطیب، امیر، صنائع، یافع اور علوی سے برطانیہ کو اپنی حمایت اٹھا کر لحج کی حکومت کے متعلق کر دینا چاہئے،

(۷) سلطان کو ایک جنگی موٹر (ٹینک) رکھنے کا اختیار ہوگا، اور وہ اس کو جب چاہیں گے کام میں لا سکیں گے، دو ایک دفعات ولیعہدی کے متعلق ہیں جن کا تذکرہ آگے آئیگا،

گورنمنٹ میں اعزاز، برٹش گورنمنٹ میں سلطان عبدالکریم کا بڑا اعزاز ہے، عدن کی حکومت ان کا بہت احترام کرتی ہے، اکثر مسائل میں جن کا تعلق قبائل یا عرب کے اندرون ملک سے ہوتا ہے، ان سے صلاح ومشورہ کرتی ہے، کے، سی، آئی، ای خطاب گیارہ ضرب توپ کی سلامی مقرر ہے، مراسلات میں ایشیائی طرز کے بڑے بڑے القاب عمدۃ الامراء الکرام، قدوۃ النجباء الفخام حضرت سلطان محبی وصدیقی عبدالکریم فضل بن علی کے، سی، آئی، ای، لکھتی ہے، ۲۸۰۰ ماہوار اعزازی وظیفہ مقرر ہے،

ولیعہدی، حکومت لحج کے لئے ولیعہدی کا مسئلہ بہت اہم ہے، یہاں انتخابی حکومت کا طریقہ رائج ہے، گو اب تک ایک ہی خاندان کے حکمران منتخب ہوتے رہے، لیکن قبائل اس کے پابند نہیں ہیں، اور انتخاب میں ان کو آزادی حاصل ہے جس کو چاہیں سلطان منتخب کر سکتے ہیں، انتخابی حکومت یقیناً بہت عمدہ شے ہے، اور آج کل تمام دنیا اسی کی طرف جا رہی ہے لیکن یہ طریقہ صرف ترقی یافتہ ممالک کے لئے مناسب ہے جہاں کے باشندے تعلیم یافتہ اور انتخاب میں بالکل آزاد ہوں، مگر ایک غیر تعلیم یافتہ ملک میں خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ انتخاب میں دوسری قوتیں بھی دخیل ہوں، سخت مضر ہے، لحج میں گو حکمران کا انتخاب عمال ارکان سلطنت اور سرداران قبائل کرتے ہیں، لیکن اس میں انگریز بھی مداخلت کر سکتے ہیں، اور وہ جس کو اپنے اغراض ومقاصد کے لئے موزوں سمجھیں، خواہ وہ ملک کے لئے کتنا ہی مضر کیوں نہ ہو، سلطان بنا سکتے ہیں، اس لئے سلطان عبدالکریم ولیعہدی کا طریقہ رائج کرنا چاہتے ہیں کہ بادشاہ خود اپنا جانشین مقرر کر جائے، چنانچہ زیر بحث معاہدہ میں ایک دفعہ ولیعہدی کے مسئلہ کے متعلق بھی

ہے، سلطان عبدالکریم اپنے بعد اپنے لڑکے امیر فضل کو ولیعہد بنانا چاہتے ہین، یہ ابھی نوجوان ہین، ان کی تعلیم و تربیت خاص اہتمام کے ساتھ ہو رہی ہے، مشرقی علوم کے ساتھ انگریزی کی بھی تعلیم دیجاتی ہے؛

**لحج مین ترقی کے آثار** حکومت لحج گو رقبہ کے لحاظ سے عرب کی بہت چھوٹی حکومت ہے، لیکن ترقی مین بہت آگے ہے، عدن سے پایہ تخت تک ریلوے لائن ہے، سلطان عبدالکریم اس کی ترقی مین ہمہ تن کوشان رہتے ہین، سلطان محسن اپنی تمام ثروت اسی مقصد کے لئے وقف کر گئے تھے، سلطان عبدالکریم نے اس سے حوطہ مین مدارس اور شفاخانے قائم کئے ہین، مدارس مین شام و مصر کی جدید ریڈرین اور کتابین پڑھائی جاتی ہین، اور ان مدارس اور شفاخانون کے لئے سلطان نے انھین دونون مقامون کے اطبا اور مدرسین کی خدمات حاصل کی ہین، اگر انگریزون کی موافقانہ مدد شامل رہی، تو بہت جلد لحج کی حکومت متمدن حکومت بنجائیگی، زراعت کی ترقی مین بھی سلطان کو خاص انہماک ہے، وہ خود بھی اپنا تھوڑا وقت زراعت اور باغبانی مین صرف کرتے ہین، لحج کی زمین سیر حاصل ہے، اس کی ترقی کے لئے سلطان جدید آلات منگانے والے تھے، (اب غالباً آگئے ہون گے) روئی کی کاشت بھی شروع ہوگئی ہے، گندھک اور بارود کی تیاری کا سامان بھی ہو رہا ہے، غرض اس چھوٹی سی حکومت مین ہر طرف ترقی کے آثار نمایان ہین،

**مغربی تمدن** سب سے زیادہ عجیب یہ بات ہے کہ یہان جدید تمدن نہایت سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے، سلطان عبدالکریم کی روشنخیالی اس مین اور مدد دے رہی ہے، خود سلطان کی ذات مشرق و مغرب کے امتزاج کا عملی نمونہ ہے، وہ فرنگی لباس پر عربی عبا اور ہندوستانی وضع کا عمامہ باندھتے ہین، ان کا محل مشرقی اور مغربی تمدن کے امتزاج کا سب سے بڑی نمایش گاہ ہے، محل کی عمارت عربی اور انگریزی مخلوط طرز کی ہے، پھر اس کے اندر بھی یہی تقسیم ہے، بعض کمرے جدید ترین سامانون سے آراستہ ہین ایک طرف

پیانو، گراموفون اور اس قبیل کی دوسری اشیا، نظر آئین گی، جو اس جدید تمدن کی نقیب ہین، بلیارڈ کا کمرہ مع مکمل سامان کے علیحدہ ہے، اسی کے بالمقابل دوسرے کمرون مین خالص عربی وضع کی آرایش ہے، نہایت عمدہ صوفے اور بیش قیمت قالینون سے کمرہ آراستہ ہے، سامنے ٹیبل پر صحیح بخاری قسطلانی اور نووی کی مجلدات رکھی ہوئی ہین، محل سے نکل کے باغ کی سیر کیجئے، تو یہان بھی دورنگی بہار دکھائی دے گی، مشرقی درختون کے پاس مغربی پودے بھی جھوم رہے ہین، غرض قصر شاہی کی تمام چیزین نشستگاہ، دسترخوان، سواری اور کتابون تک مین مشرق و مغرب دست و گریبان نہین، بلکہ باہم بغل گیر نظر آتے ہین،

# ۵۔ نواحی تسعہ

یعنی

# نو زیرِ حمایت قبائل

انگریزی سیاست ایک ننھے سے زندہ جسم کی طرح ابتدا مین بہت چھوٹی سی شکل مین نمودار ہوتی ہے، پھر رفتہ رفتہ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ترقی کرتے کرتے ایک دیو ہیکل شکل مین تبدیل ہوجاتی ہے، شروع مین دوستانہ معاہدہ ہوتا ہے، پھر اس مین وقتاً فوقتاً نہایت غیر محسوس طور پر قیود کا اضافہ ہوتا جاتا ہے، کہ اس کا سمجھنا بھی مشکل ہے اور جب معاہد اس کے ذریعہ سے گرفت مین آگیا تو پھر جنبش نہین کرسکتا، یہ ایک عام اصول ہے، جو عموماً برتا جاتا ہے اور بہت کامیاب ثابت ہوتا ہے،

اس عام اصول کے علاوہ ملک کی حالت کے لحاظ سے اور بھی مختلف نسخے استعمال ہوتے ہین، ان ممالک مین یہان زیادہ جہل وجمود اور لامرکزیت ہے، "ورق نقرہ" کا استعمال تیر بہدف ثابت ہوا ہے، بحر عرب کے ساحل اور حضرموت اور یمن کی سرحدون پر مثلث نما رقبہ مین اسی قسم کے قبائل آباد ہین، اور انھین قبائل کے انقیاد وسرکشی پر بحر عرب کی بندرگاہون کے امن و بدامنی کا دار و مدار ہے، ان مین سے بعض راہزن ہین، قتل وغارتگری ان کا پیشہ ہے، لیکن اکثرون مین یہ وحشت نہین ہے، لیکن جنگجو اور سرکش سب ہین، انگریزون نے ان سب کو وظائف پر لگا رکھا ہے، اسلئے ان کی بندرگاہین محفوظ ہوگئی ہین، اور بوقت ضرورت یمن کے مقابلہ مین بھی یہ کام مین لائے جاسکتے ہین،

ابتدا مین ان سے دوستانہ معاہدہ ہوا تھا، لیکن رفتہ رفتہ یہ سب زیر حمایت آگئے، سب سے پہلے

عزیبی سے معاہدہ ہوا کہ "ہم ایک دوسرے کے دوست ہین، اور امن وامان اور باہمی امداد کا عہد کرتے ہین ہمارے مقاصد اور دلی خواہشات متحد ہین، عدن مین بدامنی نہ ہونے پائیگی اگر انگریز ہمارے قبیلہ کے کسی آدمی کو یا ہم کسی انگریز کو پکڑین گے، تو اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ دیجائیگی اور نہ اسکی اہانت کیجائیگی" پھر ۱۸۳۹ء مین یوافع اور حواشب وغیرہ کے ساتھ اسی قسم کے معاہدے ہوئے لیکن ان مین مزید شرائط کا اضافہ ہوتا گیا، جن مین ان کے اختیارات اور آزادی کی تحدید ہوتی گئی مثلاً قبیلہ کا سردار خواہ وہ شیخ ہو یا سلطان سلطنت برطانیہ کی اجازت کے بغیر کسی دوسری سلطنت سے نہ خط وکتابت کرسکتا ہی، نہ معاہدہ کرسکتا ہے، نہ ان سے کسی قسم کی مالی اور غیر مالی امداد دے سکتا ہے، اور نہ اپنی ملکیت کا کوئی حصہ کسی بیرونی سلطنت کو کرایہ پر یا رہن مین یا عطیہ کے طور پر دے سکتا ہے، اس معاہدہ نے قبائل کے بیرونی تعلقات کو بالکل منقطع کردیا، اور اس کے بدلہ مین مرتبہ کے اعتبار سے قبیلہ کا وظیفہ مقرر ہوگیا،

لیکن ابھی آزادی کا تسمہ باقی ہے، کیونکہ قبائل اندرونی معاملات مین آزاد ہین لیکن ان کی باہمی آویزش کے تصفیہ مین یہ تسمہ بھی باقی نہین رہتا، آزاد قبائل ہمیشہ لڑتے جھگڑتے رہتے ہین، خاص طور پر عربی قبائل تو اس وصف مین مشہور ہین، چنانچہ جب کسی ایسے دو قبیلون مین جو انگریزون کے وظیفہ خوار ہین کوئی اختلاف رونما ہوا، تو وہ فوراً ثالث بن گئے، اس ثالثی سے انھون نے پورا فائدہ اٹھالیا انھون نے دونون کے حدود مقرر کرکے پتھر نصب کردیا، لیکن ان کی زیر سرپرستی جو صلح ہوئی اس مین ایک فریق کو اپنا نقصان محسوس کرنا ایک فطری امر ہے، چنانچہ یہ فریق ان کے مقرر کردہ حدود توڑ دیتا ہے، اور دوسرا فریق صلحنامہ کی آڑ پکڑکے لڑتا ہے، اور چونکہ انگریز ثالث تھے اس لئے ان سے امداد کا خواہان ہوتا ہے، چنانچہ یہ اون کی امداد کرتے ہین، اور اس امداد سے حمایت کا دور شروع ہوجاتا ہے، اور جو قبیلہ پہلے برابر کا معاہد تھا وہ زیر حمایت آجاتا ہے، اس قسم کے زیر حمایت قبائل کی تعداد نو ہے، ان کے مختصر حالات یہ ہین:-

العبیسہ | یہ قبیلہ متعدد قبائل عطیفی، بریمی، وغیرہ کا مجموعہ ہے، اور عدن کے مغربی سمت مین عمران سے باب المندب تک لب ساحل آباد ہے، جنگ و غارت گری ان کا پیشہ ہے، ان مین کوئی ضبط و نظام نہین ہی شیوخ اور عقال ان پر بدویانہ حکومت کرتے ہین، ان مین ۲۰ ہزار نفوس ہتھیار اٹھانے کے لائق ہین، ان کا کوئی متعین وظیفہ مقرر نہین ہے، انعام کے طور پر ہر تیسرے مہینہ کچھ رقم ملجاتی ہی جس کی تعداد سَو سے زیادہ نہین ہوتی یہ قم عقال عمال عدن سے وصول کراتے ہین، اور بعضون کو شیخ کے ذریعہ سے ملتی ہی،

آل فضل | یہ قبیلہ عدن کے مشرق جانب عبادلہ کے حدود سے لیکر مغربی عوالق تک لب ساحل سو میل کے رقبہ مین آباد ہے، عدن کے شمال مشرق مین ان سے زیادہ تندخو اور طاقتور کوئی قبیلہ نہین ہی، سلطان عبدالقادر یہان کے رئیس ہین، ان کو ۴۰۰ ماہوار وظیفہ ملتا ہی، اور ۹ ضرب توپ کی سلامی مقرر ہے، انکے پاس پچیس ہزار مسلح بدوی اور ایکہزار فوج ہے، بدوی نہایت شجاع و جنگجو ہین، عبدالقادر کو اپنے حدود حکومت وسیع کرنے کی ہمیشہ فکر رہتی ہے، چنانچہ انھون نے اس مقصد کے لئے انگریزون سے اسلحہ بھی مانگے تھے لیکن انھون نے نہین دیئے، اس سے دونون کے تعلقات ناخوشگوار ہو گئے،

العوالق | یہ بھی لب ساحل آل فضل کے قریب آباد ہین، ان کا رقبہ آبادی نواحی تسعہ محمیہ مین سب سے زیادہ وسیع ہے، مشرق اور شمال دونون سمت مین سو میل سے اوپر کے رقبہ مین پھیلے ہوئے ہین، ان کی آبادی دو حصون مین منقسم ہے، بالائی عوالق اور نشیبی عوالق، بالائی عوالق پر سلطان صالح بن عبداللہ عوالقی حکمران ہین، انصاب ان کا صدر مقام ہے، نشیبی حصہ مین امیر ابوبکر بن ناصر حکمران ہین، اون کی طاقت سلطان صالح سے زیادہ ہے، ان دونون کے علاوہ عرقا اور ریا مین علحدہ حکمران ہین، بالائی عوالق کے شیوخ اور علماء مین مال و دولت کی طمع بہت ہے، اور وہ آزادی کو بھی اس پر قربان کر دیتے ہین، چنانچہ یہ لوگ برطانوی گورنمنٹ کے وظائف کے عوض اپنے ملک مین اس کا اثر و نفوذ بڑھاتے ہین، ان مین اور حکومت عدن مین ۱۹۰۳ء مین ایک معاہدہ بھی ہوا تھا، نشیبی عوالق کے تعلقات بھی انگریزون

کے ساتھ دوستانہ ہین، ۱۸۸۸ء مین ان سے اور انگریزون سے معاہدہ ہوا تھا، اس کے بعد ایک اور معاہدہ ہوا کہ سلطان، افریقہ کے غلام اپنے ملک مین نہ آنے دین گے، یہان کے سلطان ابوبکر کو سو روپیہ ماہوار وظیفہ ملتا ہے، ان کے پاس ۳۰۔۴۰ ہزار آدمی اسلحہ باندھنے کے لائق ہین، لیکن انگریزون سے تعلقات، ساحل پر آبادی و غیر اقوام سے اختلاط کے باوجود ان کی وحشت علی حالہ قائم ہے، حتی کہ بعض قبائل اسلام سے بھی واقف نہین، اور جاہلی روایات پر قائم ہین،

**الواحدی** یہ قبیلہ عوالق کے پاس شمال مشرق مین آباد ہے، سلطان علی بن محسن یہان کے حکمران ہین، حبان انکا پایہ تخت اور بلحاف بندرگاہ ہے، برٹش گورمنٹ سے ان کو وظیفہ ملتا ہے، حبان تاریخی مقام ہے، کسی زمانہ مین علم و ادب مین مشہور تھا، اور اب بھی یہان علما کی ایک مختصر جماعت موجود ہے، الواحدی مین بداوت بہت زیادہ ہے، اسی لئے یہ لوگ ہمیشہ حمایت کی قید توڑنے کی فکر مین رہتے ہین،

**العوازل** یہ آل فضل اور عوالق کے درمیان مین آباد ہین، ان کی آبادی کا نام وثنیہ ہے، یہ مقام نہایت سرسبز و شاداب ہے، اور یہان کے باشندے نہایت سخت مزاج اور تندخو ہین، کسی زمانہ مین دثنیہ اپنے تمرد اور سرکشی مین مشہور تھا، چنانچہ ایک مرتبہ انھون نے انگریزون کی حمایت کا قلادہ اتار کے پھینک دیا تھا اور عدن کی فوج کو نہایت فاش شکست دی تھی، لیکن عوالق کی وجہ سے جو ان کے ہمسایہ اور انگریزون کے دوست اور ان کے مددگار ہین، ان کا ملک اجنبی اثر سے پاک نہ ہو سکا، اب بھی ان مین اور انگریزون مین کھٹک رہتی ہے، کیونکہ انھون نے ایکمرتبہ برٹش اقتدار پر نہایت سخت ضرب لگائی تھی، انگریزون نے اسکے انتقام مین عدن کے عوازل کو کوڑے لگا کر شہر بدر کیا،

**الیوافع،** سمت مغرب مین وادی رقوح کو طے کرنے کے بعد سپید کوہستانی سلسلہ کے جنوب مین شاداب قطعہ کے اس پار ان کی آبادیان شروع ہوتی ہین، عوالق کی طرح انکی آبادی بھی دو حصون پر تقسیم ہے، ان دونون حصون کے علحدہ علحدہ حکمران ہین، ان حکمرانون کے علاوہ متعدد شیوخ بھی ہین، نشیبی یوافع کے حکمران سلطان محسن بن علی

ہین ۱۸۳۹ء سے ان مین اور انگریزون مین دوستانہ تعلقات تھے لیکن اب کچھ دنون سے کشیدگی پیدا ہو گئی ہے، کیونکہ انھون نے ان سے مشاہرہ مین اضافہ چاہا جس کو انھون نے نامنظور کر دیا، یہ سب بدوی ہین اسی لئے دوستی اور دشمنی دونون مین نہایت سخت ہین، ۱۸۴۳ء مین ان مین اور آل فضل مین بگڑ گئی تھی جس کا سلسلہ ۲۰ سال تک قائم رہا، آخر مین ۱۸۹۵ء مین انگریزون نے اپنی حمایت مین لیکر دونون کی کشیدگی رفع کی،

بالائی یوافع کی حالت نشیبی سے بالکل مختلف ہے، ان کے سلطان فضل بن محمد کو انگریزون سے کوئی تعلق نہین ہے، وہ نہ ان کی برتری تسلیم کرتے ہین اور نہ ان سے تعلقات پیدا کرنا چاہتے ہین، بلکہ ان سے دور ہی رہنا پسند کرتے ہین، یہ نواحی تسعہ مین عبادلہ کی طرح بہت ترقی یافتہ اور دولت مند ہین، ان کی تجارت کا سلسلہ ہندوستان اور بحر ہند کے جزائر تک پھیلا ہوا ہے، یہ حد درجہ آزاد اور حریت پسند ہین، اپنے دوسرے ہمسایون کے سامنے فخریہ بیان کرتے ہین کہ آج تک ہمارے یہان نہ کوئی اجنبی آسکا، نہ آیندہ آسکے گا، گذشتہ ایام مین حکومت عدن نے عربان شعیب کے ایک شیخ کو اپنے اور ان کے درمیان سرحد کی حفاظت کیلئے وظیفہ دیکر مامور کیا تھا،

**العلوی** یہ قبیلہ منجملہ ان قبائل کے ہے جنکو حکومت عدن باوجود کوشش کے دوسرے قبائل کی طرح اپنے ضبط مین نہ لے سکی، ۱۸۹۵ء تک ان سے باضابطہ تعلق نہ پیدا ہوا تھا لیکن ان کے ہمسایہ سلطان حوشب کے توسط سے یہان کے شیخ کو برابر وظیفہ ملتا رہا، تاآنکہ دوسرے قبائل کی طرح ان سے بھی معاہدہ کر لیا، لیکن اس معاہدہ کے بعد بھی پوری طور پر یہ حمایت مین نہ آئے، جو کچھ حمایت اور دوستی ہے وہ بھی برائے نام ہے،

**القطیبی** قطیبی صبیحہ کی طرح جنگجو ہین، پہلے یہ ضالع اور علوی سے بہت لڑا کرتے تھے، اور قافلون سے ٹیکس وصول کرتے تھے، اور کبھی کبھی راہزنی بھی کر لیتے تھے، پھر حمایت کے زمرہ مین آگئے، لیکن پوری طور پر حمایت نہین قبول کی، چنانچہ دارالاعتماد کو اب تک ان پر بھروسہ نہین ہے، ان کے موجودہ شیخ کا نام شیخ محمد صالح اخرم ہے، جب یمن نے نواحی تسعہ کو اپنے ممالک محروسہ مین شامل کرنے کے لئے ان پر حملہ کیا تو اولاً انھون نے

مقابلہ کی کوشش کی لیکن پھر مجبور ہو گئے، اور امام یحییٰ کی ماتحتی قبول کرلی، کیونکہ دارالاعتماد نے مال اور اسلحہ سے ان کی مدد نہیں کی،

الحواشب | یہ قطیبی لحج اور صبیحہ کے قریب آباد ہین، سب سے پہلے انگریزون سے انھون نے اور عزیبی نے معاہدہ کیا تھا، یہ زر کے بندہ ہین، جو روپیہ دے اسکی حمایت مین لڑتے ہین، محسن بن علی بن مانع ان کے حکمران ہین، میسیران کا صدر مقام ہے، چار سو ماہانہ ان کو وظیفہ ملتا ہے، اور چھٹے مہینہ برآمد ہوتا ہے، اس کے عوض یہ راستہ کے امن وامان کے ذمہ دار ہین، ان کو امام یمن سے سخت پرخاش ہے، اور انگریزون کے مقابلہ مین ان کی دوستی قبول کرنے پر آمادہ نہین ہوتے، کئی ہزار اسلحہ بند ہین اور ایک ہزار فوج نے امام یحییٰ کے حالات مین گذرچکا ہے، کہ انھون نے ایکمرتبہ ان پر حملہ کیا تھا، لیکن انگریزی طیارون نے بمباری کرکے یمنی فوجون کو منتشر کردیا، یہ وہ نو مقامات ہین جو انگریزون کے زیر حمایت یا کم از کم ان کے وظیفہ خوار ہین،

عقارب | ان کے علاوہ اسی رقبہ مین دو اور قبائل عقارب اور ضالع ہین، عقارب کا رقبہ گو نہایت مختصر ہے، لیکن بہت قدیم ہے، اور ابھی تک آزاد ہے، یہ قبیلہ درحقیقت عبادلہ کی ایک شاخ ہے لیکن بارھوین صدی عیسوی مین اس نے الگ مستقل حکومت قائم کرلی، اس کی چند خصوصیات قابل ذکر ہین، ان مین کسی دوسرے قبیلہ کی آمیزش نہین ہے، جو تعداد بھی ہے، وہ سب ایک جگہ آباد ہے، اور شروع سے اب تک ایک حالت پر قائم ہے، جو تعداد ان کی پہلے تھی وہی اب بھی ہے، اور جو حدود اس وقت تھے، بعینہ وہی اس وقت بھی ہین، یہ لوگ اپنے مرکز بیر احمد پر اپنی اس حالت پر قانع اور شاکر ہین، یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ ان کی تاسیس حکومت کے وقت سے معلوم نہین کتنے انقلابات ہوئے لیکن ان پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا حتی کہ جب لحج پر تباہی آئی تو یہ لوگ قربت کے باوجود محفوظ رہے،

ضالع | یہ قبیلہ متعدد قبائل پر مشتمل ہے، اور صنعار کے راستہ مین شمال جانب علویون کے مغربی سمت آباد ہے، یہان کے پہلے حکمران امیر نصر بن شائف تھے، لیکن اب یہ مقام امام یحییٰ کے زیر سیادت ہے،

ضالع کے شیوخ کے اجداد ائمہ یمن کے غلام تھے، اور ضالع پہلے سلطنت یمن کا ایک حصہ تھا گذشتہ صدی مین یہان کے مشایخ نے مستقل حکومت قائم کرلی تھی لیکن اب پھر زیدیون نے امیر نصر بن شافت کو نکال کے دوبارہ ممالک محروسہ مین شامل کرلیا،

فہرست وظائف ذیل کے نقشہ سے نواحی تسعہ اور بعض دوسرے شیوخ کے وظائف اور اُن کی فوج کا حال معلوم ہوگا،

| نام حکمران | مقام یا قبیلہ کا نام | وظیفہ ماہوار | تعداد فوج |
|---|---|---|---|
| سلطان عبدالکریم فضل بن علی | سلطان لحج | ۳۲۸۰ | ۲۰۰۰ |
| سلطان عبدالقادر بن حسین فضلی | سلطان شقرہ | ۳۷۰ | ۱۰۰۰ |
| سلطان صالح بن عبداللہ عولقی | سلطان بالائی عوالق | ۲۵۰ | ۰ |
| شیخ محمد محسن بن فرید عولقی | شیخ بالائی عوالق | ۳۵۰ | ۳۰۰۰ |
| شیخ محسن بن ردیق | " " " | ۱۵۰ | ۰ |
| سلطان ابوبکر بن ناصر | سلطان نشیبی عوالق | ۱۷۰ | ۱۰۰۰ |
| سلطان محسن بن علی | سلطان بنی قاصد | ۲۰۰ | |
| سلطان صالح بن عمر | سلطان حبنی | ۸۰ | |
| شیخ سالم بن صالح بن عاطف جابر | شیخ ضبی | ۸۰ | ۳۰۰ |
| شیخ ابوبکر علی | شیخ موسطہ | ۱۰۰ | |
| شیخ محمد بن محسن | " " | ۵۰ | |
| شیخ عبدالرحمن امفلحی | شیخ یوافع | ۸۰ | |

| نام حکمران | مقام یا قبیلہ کا نام | وظیفہ ماہوار | تعداد فوج |
|---|---|---|---|
| سلطان محسن بن علی بن مانع | سلطان حواشب | ۴۰۰ | ۱۰۰۰ |
| امیر نصر بن شائف | امیر ضالع | ۳۰۰ | ۱۰۰۰ |
| شیخ محمد صالح اخرم | شیخ قطیب | ۱۰۰ | ۵۰۰ |
| شیخ عبد النبی علوی | شیخ صہیب | ۱۰۰ | ۵۰۰ |

# بحرین،

## شیخ حمدون

بحرین | بحرین خلیج فارس کا مستطیل جزیرہ ہے، اور مشرق و مغرب مین محرق اور بدیع دو چھوٹے چھوٹے جزیرے اس کے متعلق ہین، اس کا رقبہ ساڑھے چار سو مربع میل ہے، اور آبادی دو لاکھ، مذہب کے اعتبار سے یہ آبادی مسلمان، ہندو، یہود، اور عیسائی پر مشتمل ہے، اسلامی آبادی مین شیعہ اور سنیون کے تمام فرقے ہین، شیوخ آل خلیفہ یہان کے حکمران ہین، گو یہ جزیرہ رقبہ کے لحاظ سے چھوٹا ہے مگر اپنی تاریخی اہمیت اور موتیون کے مخزن ہونے کی وجہ سے اسکو بڑی اہمیت حاصل ہی،

خلیج عجم کی عظمت | خلیج عجم کو زمانۂ قبل تاریخ سے بہت اہمیت حاصل ہی بعض مورخین کا خیال ہے، کہ یہی سرزمین تہذیب و تمدن کا سب سے پہلا گہوارہ تھی، اور خلیج عجم ہی کے باشندون نے سب سے پہلے دنیا مین جہاز رانی کی بنیاد ڈالی تھی، بعضون کا یہان تک دعویٰ ہے کہ فنیقی بھی عرب ہی کے باشندے تھے، رولنسن نہایت مستند حوالون سے لکھتا ہے کہ سب سے قدیم ایشیائی سلطنت خلیج عجم ہی کے دہانہ پر قائم ہوئی تھی، اور بہت سے علماے اثریین کا خیال ہے کہ دجلہ اور فرات وہ مقام ہے جہان سے آدم و حوا کی اولاد پھیلی، بعض نظرون سے اس خیال کی تائید ہوتی ہے کہ فنیقی مشرقی سامی قبائل سے تعلق رکھتے تھے، اور سب سے پہلے بحر پیما یہی تھے اور خلیج فارس یا اس کا قرب و جوار ان کا مولد و منشا تھا، ان کے ابتدائی سفر ہندوستان شام

اور مصر تک محدود تھے، اس کے بعد یہ لوگ سواحل شام اور بحر روم کے راستہ سے قادش اور بلاد گال پہنچے، اس طریقہ سے انھون نے مشرق اور مغرب اقصی کے درمیان تجارتی سلسلہ قائم کیا۔

بحرین کے آثار قدیمہ

بحرین کے آثار قدیمہ بھی اسکی تاریخی عظمت کے شاہد ہین، اس سے کچھ فاصلہ پر ایک عظیم الشان شہر خموشان آباد ہے، اور جنگل کی جھاڑیان ہزارون قبرون کو اپنے دامن مین چھپائے ہوئے ہین، یہ قبرین اتنی قدیم ہین کہ تاریخ ان پر روشنی نہین ڈال سکتی، ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اس شہر خموشان کے سونے والے ایسے زمانہ مین دنیا مین آئے اور گئے کہ انسان نے نوشت و خواند کے لئے قلم و دوات بھی ایجاد نہ کی تھی، اس قبرستان مین متعدد قدیم مقبرے ہین ان کے علاوہ ایک عام گور غریبان ہے، جسمین تقریباً ۷ ہزار قبرین ہین، یہ مشرق کا سب سے بڑا قبرستان ہے اور عجب نہین کہ سب سے قدیم بھی ہو،

سخت حیرت ہے کہ اس قبرستان کی تاریخی اہمیت کے باوجود اب تک علمائے اثریات نے اس کی طرف توجہ نہین کی، اس کا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبرستان سیاحون کے عام اور مالوف راستہ سے بالکل الگ ہے، اس لئے عام طور پر لوگ اس سے ناواقف ہین، ۱۸۷۹ء مین ایک انگریز سیاح ڈوروان یہان آیا تھا، اس نے ایک مدفن کا انکشاف کیا تھا، اس مین اس نے انسانی ہڈیون کے علاوہ گھوڑون کی ہڈیان کچھ برتنون کے ٹکڑے، ہاتھی دانت کے ظروف اور بعض پھٹے پرانے پردے پائے تھے، لیکن سیاح مذکور یہ نہین لکھتا کہ اس نے کوئی کتبہ یا کھدی ہوئی تصویرین بھی پائی تھین یا نہین، اس کے بعد ۱۸۸۹ء مین دوسرا سیاح تھیوڈر بنٹ آیا اس نے مزید تلاش و جستجو سے بعض صنعتی آثار پائے جس مین سے اس نے کچھ برٹش میوزیم کی نذر کئے، ان کے متعلق آثار قدیمہ کی انجمن نے یہ فیصلہ کیا کہ یہ فنیقی ہین، اس فیصلہ سے رولنسن کے نظریہ کی تائید ہوئی ہی، اور ضمناً یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ یہ قبرین بہت قدیم ہین کیونکہ فنیقیون نے اس

جزیرہ سے پانچہزار برس قبل ہجرت کی تھی، اس کی قدامت کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ اس کی اہمیت کے باوجود یہان کوئی کتبہ یا مزید نشانات کی تصویرین نہین ملتین،

ایک نظریہ | بحرین مین فنیقیون کے متوطن ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ ایک مقدونی فوجی افسر جسے سکندر نے ہندوستان کا راستہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا تھا لکھتا ہو کہ اسنے خلیج کے مغربی ساحل پر ایک فنیقی شہر اور ایک جزیرہ دیکھا تھا جس کا نام تیرین تھا، غالبًا تیرین عرب کا بگڑا ہوا "دارین" ہے، یہ تمام باتین اس بات کی تاریخی اور اثری دلیلین ہین، کہ فنیقیون نے خلیج عجم بلکہ مشرقی عرب سے بحر متوسط کی جانب نقل مکان کیا تھا، اس لئے یہ ماننا پڑیگا کہ فنیقی عربون کی طرح عربی النسل تھے اور سامی تھے، یا عرب خود ان کی نسل سے ہین، بہرحال اگر رولنسن کا خیال صحیح ہے تو یہ ماننا پڑیگا کہ فنیقی عربی النسل ہین، اور اگر اسکندر کے فوجی افسر کی روایت کو مانا جائے تو یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ عرب فنیقی الاصل ہین، غرض دونون صورتون مین یہی نتیجہ نکلتا ہو کہ فنیقیون کا مولد و منشا خلیج عجم کے جزائر اور سواحل عرب تھے،

پرتگالیون کا قبضہ | ابتدائے تاریخ اسلام سے لیکر تاتاریون کے ہنگامہ تک بحرین مختلف اسلامی سلطنتون اور امرائے عرب کے ماتحت رہا، اخر مین تیمور لنگ کا قبضہ ہوا پھر جب یورپ کے جہازیون کا زمانہ آیا تو اس عہد کے مشہور پرتگالی جہازی واسکوڈی گاما نے خلیج فارس کا پتہ چلایا اور اس کے دوسرے ہم قوم الفانسو البوکرک نے مسقط مین اپنی حکومت قائم کرکے تنگنائے ہرمز پر قبضہ کرلیا، اور ہندوستان پہنچنے کے لئے خلیج عجم کے سواحل اور بندرگاہون کی تلاش شروع کی، اس طرح بحرین پر پرتگالی قابض ہوگئے، یہ خلیج عجم شروع سے آج تک مشرق اور مغرب کی کنجی رہا ہے، ہندوستان مین کوئی اجنبی طاقت اسوقت تک اطمینان سے حکومت نہین کرسکتی جب تک یہ کنجی اس کے قبضہ مین نہ ہو، ہندوستان کی تجارت کا سہل ترین راستہ یہی ہے،

کیونکہ بحر ہند کی بہ نسبت اسمین خطرات بہت کم ہین، اس مین اس کے جیسے ہوا کے تیز و تند طوفان نہین آتے، پھر خلیج عجم ایک محفوظ قلعہ ہے، اور تنگناے ہرمزاکی کنجی ہی،

ایرانیون کا تسلط | لیکن پرتگالیون کی حکومت یہان چالیس سال سے زیادہ قائم نہ رہ سکی، اس کا سبب یہ ہوا کہ انھون نے ہندوستان کے مسلمانون پر ناروا زیادتیان شروع کردین، اور بحرین کے شیعہ امراسے بھی کچھ اختلاف پیدا ہوگیا، چنانچہ گجرات کے بادشاہ نے خلافت عثمانیہ سے ان کے ظلم و زیادتی کی شکایت کرکے مدد طلب کی، سلطان سلیمان قانونی نے ایک جنگی جہاز بھیجا، اس نے ان کو ہندوستان سے نکالدیا، ہندوستان سے پرتگالیون کے اخراج مین ایسٹ انڈیا کمپنی کے مصالح کی خاطر انگریزون کی مدد بھی شامل تھی، ترکی بیڑا پرتگالیون کو ہندوستان سے نکالنے کے بعد مسقط اور بحرین پہنچا، ابھی اوپر گذر چکا ہے، کہ بحرین کے شیعہ امرا اور پرتگالیون مین اختلافات پیدا ہوگئے تھے، یہ ایران کے بادشاہ شاہ عباس صفوی اول کا زمانہ تھا، شیعہ امرائنے ہم مذہبی کی بنا پر پرتگالیون کے خلاف اس سے مدد مانگی، چنانچہ شاہ عباس نے انھین پرتگالیون کے قبضہ سے چھڑایا، لیکن چھڑانے کے بعد خود اپنی شاہانہ حمایت کا جال بچھادیا، اور بحرین کی حیثیت دولت ایران کی ماتحت حکومت کی ہوگئی، اس وقت سے برابر ایرانی حکومت بحرین کے عرب امرا کا تقرر کرتی رہی، تاآنکہ ۱۷۸۲ء مین شیخ احمد فاتح آل خلیفہ نے ایران کے آخری عامل شیخ نصر کو نکال کے آزاد حکومت قائم کی،

آل خلیفہ کا قبضہ | بحرین کے بالمقابل ساحل پر زبارہ مین عربون کی ایک بڑی آبادی تھی، یہان بنی عتبہ آباد تھے، اس قبیلہ کی سب سے بڑی شاخ آل خلیفہ تھے، یہ لوگ نجد مین رہتے تھے، ان کے مورث اعلیٰ شیخ خلیفہ گیارہوین صدی ہجری کے اواخر مین کویت چلے گئے، شیخ خلیفہ کی وفات کے بعد اون کے لڑکے شیخ محمد اپنے وطن زبارہ واپس گئے، یہ نہایت متقی، پاکباز اور صاحب فہم تھے، اس لئے زبارہ والون نے ان کو اپنا امیر بنالیا،

ان کے بعد ان کے لڑکے شیخ خلیفہ ثانی ان کے قائم مقام ہوئے، مگر ان مین باپ کے جیسے اوصاف نہ تھے، یہ ۱۱۹۷ھ مین حج کے لئے مکہ گئے، اور وہین وفات پا گئے، ان کے بعد ان کے بھائی شیخ احمد نے ان کی جگہ لی، آل خلیفہ موتیون کی تجارت کے سلسلہ مین اکثر بحرین آیا جایا کرتے تھے، اور بحرین کا غالب عنصر شیعہ ہے جو سب سنیون سے عناد رکھتے ہین، اتفاق سے ایک مرتبہ دونون مین کچھ اختلاف پیدا ہوا، اور آل خلیفہ کے ایک خادم کو شیعون نے مار ڈالا، اس کے انتقام مین زبارہ والون نے بحرین پر حملہ کر دیا، بحرین کے ایرانی حاکم شیخ نصر نے مدافعت کی، لیکن زبارہ والون نے نہایت فاش شکست دی، اور شیخ نصر ابوشہر بھاگ گیا، اور بحرین کی فوجین بھی ساتھ لیتا گیا، اب بحرین کا میدان بالکل صاف تھا، چنانچہ ۱۷۸۲ء مین شیخ احمد نے اس پر قبضہ کر کے آل خلیفہ کی آزاد حکومت قائم کر دی،

**سلطان مسقط کا تسلط** بحرین پر قبضہ کرنے کے بعد شیخ احمد یہان اپنا ایک حاکم مقرر کر کے اپنے مستقر قطر واپس چلے گئے، ان کے بعد ان کے لڑکے سلیمان ان کے جانشین ہوئے، یہ نہایت کمزور آدمی تھے، اسی زمانہ مین امیر عبد العزیز آل سعود کا ظہور ہوا اور ان کی فتوحات کا دائرہ احسا تک وسیع ہو گیا، ان کا سیلاب دیکھکر زبارہ کے عربون کو زبارہ پر ان کے قبضہ کا خطرہ ہوا، اسوقت انھون نے سلیمان کو بحرین جانے پر آمادہ کرنا شروع کیا، لیکن اسی درمیان مین اس سے بھی بڑا خطرہ پیش آگیا سید سلطان حاکم مسقط کو بحرین کے نظام مین کچھ خرابی نظر آئی، وہ اس کی اصلاح کے بہانہ سے جنگی بیڑا لیکر بحرین پہونچے، سلیمان نے اپنی کمزوری کی وجہ سے مدافعت کے بجاے اپنا ایک بھائی رہن مین دیکر ان سے صلح کر لی، اور سلطان اپنی جانب سے اپنے لڑکے سعید کو بحرین کا نگران مقرر کر کے مسقط واپس گئے،

**ابراہیم بن عصیفان کا تسلط** بنی عتبہ نے اس وقت تو یہ فیصلہ چار و ناچار قبول کر لیا لیکن پھر کچھ دنون کے بعد جب شیخ سلیمان کے بھائی کا مسقط مین انتقال ہو گیا تو انھون سلطان نجد کے ایک فوجی افسر

ابراہیم بن عصیفان کی مدد سے سید سعید کو بحرین سے نکال دیا، لیکن اسے نکالنے کے بعد ابراہیم نے بحرین بنی عتبہ کو واپس دینے کے بجائے اس پر خود قبضہ کر لیا، اور بنی عتبہ کو زبارہ واپس کر دیا، ۱۲۲۴ھ مین عمائد بنی عتبہ کا ایک وفد سلطان نجد کے پاس ابن عصیفان کی شکایت لیکر گیا، انھون نے اس کے جواب مین ان لوگون کو احترام کے ساتھ قید کر دیا، اس واقعہ پر آل خلیفہ نے اپنے ننہالی رشتہ دار عبدالرحمن بن راشد آل فضل کے ذریعہ سے ایرانیون کی امداد حاصل کی اور تینون نے مل کر ابن عصیفان کو بحرین سے باہر کیا، اور نجدی یہان سے بھاگ کر قطر پہنچے،

آل خلیفہ کی واپسی امیر ابن سعود کو ابن عصیفان کے بحرین سے نکالے جانے اور آل فضل کے قبضہ کی خبر ملی، تو انھون نے ان کے ان رشتہ دارون کے ذریعہ سے جو ابن سعود کے قید مین تھے، بحرین پر دوبارہ قبضہ کرنا چاہا، اور آل فضل کو دھمکی دی کہ تمھارے اعزہ ہمارے قبضہ مین ہین اور تم بحرین پر قبضہ کرنے کی جرأت کرتے ہو، لیکن شیخ سلیمان کے لڑکے شیخ خلیفہ نے جواب دیا کہ بحرین ہم نے اپنے لئے لیا ہی، ہمین اعزہ کی ضرورت نہین، ہم ان سے پہلے ہی ہاتھ دھو چکے، نجدی اس جواب سے بہت برہم ہوئے اور کہلا بھیجا کہ ہم بحرین کو گھوڑون کی ٹاپون سے پامال کر ڈالین گے، آل خلیفہ نے بھی ایسا ہی سخت جواب دیا، کہ ہم لوگ درعیہ کو زیر و زبر کر دین گے، لیکن ابھی نجدی اپنا ارادہ پورا کرنے نہ پائے تھے کہ ان کے خلاف ابراہیم پاشا مصری کا طوفان اٹھا، اور ان کو بحرین وغیرہ چھوڑ کر اپنا ملک بچانے کی فکر پڑ گئی انھون نے آل خلیفہ کے قیدی بھی چھوڑ دیئے، اور وہ لوگ بحرین واپس آگئے،

ارحمہ کا حملہ بحرین کے قریب قطر مین ارحمہ بن جابر نہایت آزاد اور سرکش شخص تھا، اس کے قبیلہ پر اس کا بڑا اثر تھا، یہ کبھی آل خلیفہ کے حلقۂ اطاعت مین نہ آیا اور ہمیشہ ان کی امارت پر قبضہ جمانیکی فکر مین رہتا تھا اسلئے ابراہیم بن عصیفان بحرین سے شکست کھانے کے بعد ارحمہ کے پاس قطر پہنچا اور اسکو آل خلیفہ کے خلاف ابھار کر کھڑا کر دیا، آل خلیفہ کو اسکی خبر ملی تو ان کے جہازون نے قطر پر ہجوم

کر دیا، ارحمہ اور ابن عصیفان نے بھی جنگی جہاز بڑھائے، اور سطح آب پر ایک خونریز جنگ کے بعد ارحمہ کا جہاز ڈوب گیا اور ارحمہ اور ابن عصیفان تختہ کے سہارے بچ نکلے،

سلطان مسقط کا دوسرا حملہ۔ لیکن اس شکست کے بعد بھی ارحمہ دل شکستہ نہین ہوا، اور پھر ہمت کر کے سلطان مسقط سے امداد طلب کی انھون نے وعدہ کیا، اس کے بعد ہی اس نے بحرین کے بعض تاجرون کو جو ہندوستان جا رہے تھے، اور جنمین اسکے سب سے بڑے دشمن عبدالرحمن آل فضل بھی تھے گرفتار کر کے قید کر دیا، اور بحرین والون سے خراج اور اطاعت کا مطالبہ کیا، شیخ سلیمان کے حاکم نے اس کے جواب مین کہلایا کہ ہمین قیدیون کی پرواہ نہین ہی ہم نے اون کے نام پر اپنے لڑکون کے نام رکھ لئے ہین، اس جواب پر سلطان مسقط نے جنگی بیڑے کو کوچ کا حکم دیدیا، اور یہ بیڑا بحرین کے سامنے آکر لنگر انداز ہوا لیکن تین دن تک بحرین والون کا پتہ نہ چلا اسوقت سلطان مسقط نے ارحمہ سے حقارۃً کہا کیا تمھارے عتوب (بنی عتبہ) مر گئے؟ اس موقع پر عربی عصبیت دیکھنے کے لائق ہے، گو ارحمہ ہی سلطان مسقط کو بنی عتبہ کے خلاف لایا تھا، لیکن چونکہ خود بھی بنی عتبہ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے اسکو اس طرز سے بہت تکلیف ہوئی، اور چوتھے دن صبح کو جب بنی عتبہ کا نشان لہراتا ہوا نظر آیا، تو اس نے خوشی سے چیخ کر نعرہ لگایا کہ ہمارے عتوب آگئے، اس کے بعد دونون معرکہ آرا ہوئے اور سلطان مسقط شکست کھا کے واپس گیا، اور شکست کی خجالت اور غصہ مین بحرین کے قیدیون کو قتل کرنا چاہا، لیکن اسکی بہن موزہ نے شرم دلائی کہ جو شخص تمھارے ہاتھون مین قید اور تمھاری پناہ مین ہو اس کا قتل کرنا مردانگی سے بعید ہے، اگر تم کو بدلہ لینا ہے، تو مقابلہ کرو اسکی اس نصیحت پر وہ اپنے ارادہ سے باز آگیا، اور دوبارہ مقابلہ کے لئے نکلا، اس مرتبہ بحرین والون نے صلح کر لی، اور خراج دیکر اپنے قیدیون کو چھڑا لیا،

ارحمہ کا حملہ اور موت۔ انھین ایام مین شیخ سلیمان کا انتقال ہو گیا، اور ان کے بھائی شیخ عبداللہ ان کے جانشین ہوئے، ارحمہ اب تک زندہ تھا، مگر آنکھون کی بینائی جواب دے چکی تھی، لیکن دل سے انتقام کے جذبات

نہ گئے تھے، چنانچہ وہ اس حالت مین بلا کسی معاون اور حلیف کے صرف اپنے چند اہل قبیلہ کو لے کر اپنے مشہور جہاز عظروشر پر مقابلہ کو نکلا، شیخ عبداللہ بھی اپنا جرار لشکر لے کر بڑھے اور قطیف کے بندرگاہ پر اس نابینا بہادر کو گھیر لیا، ارحمہ ایک مقام پر بیٹھا ہوا حملہ آور جہاز کے متعلق سوالات پوچھ پوچھ کر جنگ کے متعلق ہدایات دیتا تھا اور گولیان ہر طرف برس رہی تھین، ایک گولی ارحمہ کے لگی اور کام تمام کر گئی، اس کے لڑکے نے مردہ باپ کو گود مین لے لیا، اور بارود کے خزانہ مین آگ دیدی، آگ دیتے ہی شعلے بھڑکے اور جہاز جل کر تہ نشین ہو گیا، پھر اس کے ایک دوسرے لڑکے بشر نے انتقام لینا چاہا، مگر شیخ عبداللہ نے شکست دیدی،

**خانہ جنگی**

شیخ عبداللہ کی ان کامیابیون نے اس کے حوصلے بہت بڑھا دیئے، چنانچہ وہ نجدی حدود حکومت کی طرف بڑھا، اور دارین اور تارودت لیتا ہوا سیہات تک پہنچ گیا تھا کہ خود اس کے گھر مین خانہ جنگی کی آگ بھڑک اٹھی، اس کی تفصیل یہ ہو کہ شیخ عبداللہ کے دس اولادین تھین، ان مین سے تین کی مان آل بنی علی سے تھی، ان تینون نے اپنے ننہال والون کی مدد سے اپنے باپ کی حکومت پر قبضہ کرنا چاہا، شیخ عبداللہ نے شیخ محمد کو ان کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اس نے حویلہ مین ان کو شکست دی، شکست کھانے کے بعد تینون لڑکون نے ندامت ظاہر کی، شیخ عبداللہ نے انھین معاف کر دیا، یہ شورش تو فرو ہو گئی لیکن شیخ محمد نے شکست دینے کے بعد خود شیخ عبداللہ کے خلاف صف آرائی کر دی، اور محرق مین اسکو گھیر لیا، آخر مین شیخ عبداللہ کے دو بھتیجون نے اس کو شکست دیکر اس کا زور توڑا،

**متفقہ حملہ اور شیخ عبداللہ کی موت**

شیخ محمد نے شکست کھانے کے بعد اپنے بھائی شیخ علی کو مامور کیا، کہ وہ لوگون کو خفیہ شیخ عبداللہ کے خلاف برانگیختہ کرے، چنانچہ یہ پہلے نجد آیا، یہان اسکو ناکامی ہوئی، تو آل ابراہیم بن عصیفان کے پاس پہنچا، یہ لوگ اپنے باپ ابراہیم کی وجہ سے پہلے ہی سے شیخ عبداللہ کے مخالف تھے، اور جزیرہ قیس کے باشندون کو بحرین والون کے خلاف جنگ پر آمادہ کر رہے تھے،

اس لئے شیخ علی کی درخواست نہایت خندہ پیشانی سے قبول کرلی، شیخ عبداللہ کا دوسرا دشمن بشر بن ارحمہ جو ایک مرتبہ ان سے شکست کھا چکا تھا، قائد بنا، اور شیخ محمد آل خلیفہ آل ابراہیم اور بشر بن ارحمہ تینون نے مل کر شیخ عبداللہ پر متفقہ حملہ کرکے رفاع اور منامہ پر قبضہ کرلیا، شیخ عبداللہ اس وقت محرق مین تھا، یہان سے وہ منامہ کی طرف بڑھا، مگر فاش شکست کھائی، اور شکست کھاکر فارس بھاگ گیا، پھر فارس سے کویت آیا، لیکن شیوخ کویت نے بھی مدد نہ دی تو نجد ہوتا ہوا سقط پہونچا اور یہین پیوند خاک ہوا، اس افسوسناک طریقہ پر اسکی ۴۲ سالہ پرشور عہد حکومت کا خاتمہ ہوا،

**شیخ محمد کا قبضہ** شیخ عبداللہ کے بعد شیخ محمد بحرین کا بادشاہ ہوا، شیخ محمد کے پہلے آل خلیفہ کے حریف دوسرے قبائل تھے لیکن شیخ محمد نے جو بیج بویا تھا اس سے خود آل خلیفہ مین دو فریق ہوگئے آل عبداللہ اور آل سلیمان، اور یہی تفریق بحرین مین انگریزون کے داخلہ کا سبب بنی اس وقت بحرین پر تین حکومتون کی نظرین تھین، عثمانی، ایرانی اور انگریز، شیخ محمد کو ان تینون سے نپٹنا تھا، شیخ محمد سنہ ۱۸۴۲ء مین تخت نشین ہوا اور ابتدائی چھ سال تک اطمینان کے ساتھ حکومت کرتا رہا، شیخ عبداللہ کی شکست اور اسکی حکومت کے خاتمہ کے بعد اس کے لڑکے دمام چلے گئے تھے، اور شیخ محمد سے اپنے باپ کا بدلہ لینے کی فکر مین تھے، امیر عیسیٰ بن طریف امیر قطیف عرصہ سے بحرین کی حکومت کا خواب دیکھ رہا تھا، یہ اپنے حصول مقصد کے لئے آل عبداللہ سے مل گیا، دونون ملکر قطر پہنچے، مگر شیخ محمد کے بھائی شیخ علی نے ان سب کو منتشر کردیا، اور عیسیٰ مارا گیا، اس کے بعد آل عبداللہ نے نجدی امیر فیصل بن ترکی کی مدد سے پھر بحرین پر حملہ کیا، اس مرتبہ بھی آل عبداللہ ناکام ہوئے، اور شیخ مبارک بن عبداللہ اور بشر بن ارحمہ مارا گیا، تیسری بار پھر انھون نے حملہ کیا، اس مرتبہ شیخ علی نے گیارہ مہینہ تک ان کا محاصرہ کرکے اون کی قوت بالکل توڑ دی، اور امیر نجد نے درمیان مین پڑکر صلح کردی، اور شیخ محمد نے انکی گذشتہ خطاؤن کو معاف کرکے بحرین مین رہنے کی اجازت دی، اور ان کا پورا اعزاز و وقار قائم رکھا،

**شیخ قاسم کا حملہ اور ناکامی**

آل خلیفہ کے مطیع ہونے کے بعد شیخ محمد کو اطمینان نصیب ہوا، ابھی یہ لوگ مطیع ہوئے تھے کہ قطر مین بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے، اور اہل قطر نے شیخ قاسم امیر قطر کی قیادت مین بغاوت کردی، شیخ محمد نے شیخ علی کو اس کی تادیب پر مامور کیا، انھون نے قطر کے پایۂ تخت دوحہ پر قبضہ کرکے باغیون کی خوب سرکوبی کی شیخ قاسم عفو کا طالب ہوا، شیخ علی نے اسکو قید کردیا، اس سے قطر کے تمام قبائل مین آگ لگ گئی اور وہ جہازون کے ذریعہ سے بحرین پر حملہ آور ہوگئے لیکن یہان کافی فوج موجود تھی اس لئے ایک خونریز جنگ کے بعد اہل قطر کو شکست ہوئی، یہ واقعہ ۱۸۶۷ء مین ہوا، اسی واقعہ سے انگریزون کو بحرین کے معاملات مین دست اندازی کا موقعہ ملا،

**انگریزون کی مداخلت اور شیخ محمد سے معاہدہ**

انگریز ہمیشہ ان مقامات پر جو ان کی تجارت کا گذرگاہ ہون امن وامان کے خواہان رہتے ہین خلیج عجم اون کی ہندوستانی تجارت اور سیاست کا نہایت اہم راستہ ہے، اس کی بدامنی سے ان کی تجارت پر اثر پڑتا ہے، اس لئے اون کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ یہان کسی قسم کا شر وفساد نہ ہونے پائے، اسی خطرہ کو دور کرنے کے لئے انھون نے یہان سے پرتگالیون کو ہٹانے مین مدد کی، اور خلیج عجم کے بعض ساحلی مقامات پر اپنی سیادت کا جال بچھایا، لیکن اوپر کے واقعات سے اندازہ ہوا ہوگا، کہ ان مقامات پر امن وامان کے بجائے ہمیشہ جدال وقتال کے شعلے بھڑکتے رہتے تھے، اور ان کا غیر مختتم سلسلہ انگریزی تجارت اور ہندوستانی پالٹیکس کے بالکل خلاف تھا، دوسری طرف شیخ محمد امیر بحرین بھی ان مسلسل خانہ جنگیون سے تنگ آگئے تھے، انگریز اس قسم کے زرین مواقع کے منتظر ہی رہا کرتے ہین، انھون نے فوراً بوشہر سے اپنے پولٹیکل ایجنٹ کو امیر بحرین کے پاس بھیجا، اس نے ان کو برطانیہ عظمیٰ کیجانب سے دوستی کا پیام دیا، اور ایک معاہدہ پیش کیا کہ شیخ محمد برطانیہ عظمیٰ کی مدد کرین اسکے عوض مین وہ انکے ملک مین قیام امن کی ذمہ دار ہوگی، شیخ محمد خود خانہ جنگی سے گھبرا چکے تھے، انھون نے بھی اس موقعہ کو غنیمت جانا، اور برطانیہ کی دوستی قبول کرلی، اس معاہدہ کی

ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ چونکہ برطانیہ بحرین پر بحری حملوں کی مدافعت کی ذمہ دار ہے، اس لئے شیخ محمد کو بحری فوج اور جنگی بیڑا رکھنے کی ضرورت نہین، یہ معاہدہ قطر کے حملہ کے پہلے ہوا تھا۔[1]

شیخ محمد کی معزولی اور شیخ علی کا تقرر، اس معاہدہ کے کچھ دنون بعد قطر مین ہنگامہ ہوا، شیخ محمد نے بحرین پر قطریون کے قبضہ کے خوف سے پولیٹیکل ایجنٹ کیطرف رجوع کیا ابھی ان مین اور پولیٹیکل ایجنٹ مین گفتگو کا سلسلہ جاری تھا، اور یہ انگریزی امداد کے منتظر تھے کہ جنگ چھڑ گئی، جنگ کا چھڑنا تھا کہ پولیٹیکل ایجنٹ جنگی جہاز لیکر بحرین پہنچ گیا اور شیخ محمد پر الزام لگایا، کہ انھون نے معاہدہ توڑ دیا، شیخ محمد پولیٹیکل ایجنٹ کے بحرین پہنچنے کے پہلے شیخ علی کو اپنا وکیل بناکر یہان سے جاچکے تھے، پولیٹیکل ایجنٹ نے ان کی غیرحاضری کو شکست معاہدہ کا اعتراف تصور کرکے شاہی قلعہ پر گولہ باری کا حکم دیدیا، چشم زدن مین قلعہ مسمار ہوگیا، اور شیخ محمد کو معزول کرکے شیخ علی کو بحرین کا حاکم بنادیا اب تک دونون بھائیون مین کامل اتحاد تھا، شیخ علی کے دل مین شیخ محمد کے مقابلہ مین حکومت کا خیال بھی نہ آیا تھا، بلکہ انھین کے زور بل پر شیخ محمد حکومت کرتے تھے لیکن انگریزون کی مداخلت کے بعد دونون مین اختلاف پیدا ہوگیا، اور شیخ محمد بحرین چھوڑ کے کویت چلے گئے، شیوخ کویت نے درمیان مین پڑکر دونون بھائیون مین صلح کی کوشش کرکے شیخ علی کو شیخ محمد کی دوبارہ امارت پر راضی کرلیا

[1] بحرین کی حکومت کے پاس ایک بہت بڑا جنگی بیڑا تھا جو توپون اور دوسرے اسلحہ سے مسلح تھا، اس کے ذریعہ سے جب امیر بحرین نے قطر اور قطیف کی ریاستون کا خاتمہ کرکے ان کو بحرین مین شامل کرلیا تو انگریزی سیاست نے اسکو اپنے مقاصد کے خلاف سمجھا کیونکہ یہ لوگ خلیج مین ایک متحدہ مضبوط طاقت کے بجائے چھوٹے چھوٹے امراء چاہتے تھے، چنانچہ انھون نے بحرین کے امراء سے کہا کہ سمندر مین جنگ ممنوع ہے، اور یہ برطانیہ عظمیٰ کا ایسا حق ہے جسکو بڑی بڑی سلطنتین تسلیم کرتی ہین، اسلئے آیندہ سے تمھارا جنگی جہاز سطح سمندر پر نہ آنا چاہیے، اور اگر آیا تو انگریزی جنگی بیڑا اس کا مناسب جواب دیگا، بحرین کے امراء نے اسکے خلاف احتجاج کیا کہ ہمارا ملک کھلے ہوئے جزائر ہین جنمین جہازون کے سوا کوئی روک نہین، اس لئے اگر ہم جہاز کے ذریعہ سے مدافعت نہ کرینگے تو ہمارا ملک قبضہ سے نکل جائیگا، انگریزون نے اسکا یہ جواب دیا کہ ہم یہ وعدہ کرتے ہین کہ اگر تم لوگ بحری ہجوم نہ کرو تو ہم تمھارے دشمنون کے مقابلہ مین تمھاری مدافعت کرینگے، اس طریقہ سے بحرین کے بیڑے کا خاتمہ ہوگیا،

اور شیخ عبداللہ حاکم کویت شیخ محمد کو لیکر بحرین روانہ ہوئے، راستہ مین ان کو معلوم ہوا کہ شیخ علی نے رائے بدل دی، یہ خبر سنکر شیخ محمد راستہ سے کویت لوٹ گئے، اور یہان انھون نے فوجین جمع کر کے اعلان جنگ کردیا، اس جنگ مین شیخ علی مارے گئے، گو شیخ محمد اس جنگ مین کامیاب ہوئے لیکن آل عبداللہ نے انھین پکڑ کے قید کردیا، پھر بحرین سے بمبئی اور بمبئی سے عدن بھیجے گئے، یہان کئی برس تک قید رہے، آخر مین سلطان عبدالحمید کی سفارش سے ان کو مکہ جانے کی اجازت مل گئی، جہان انھون نے ۱۳۰۷ھ مین وفات پائی،

شیخ عیسیٰ کا تقرر۔ شیخ علی کے قتل کے بعد ان کے اہل و عیال قطر چلے گئے، اور تین مہینہ تک بحرین مین بدنظمی رہی، تین مہینہ کے بعد بحرین کے اجارہ دار انگریزون نے یہان کا معاملہ اپنے ہاتھ مین لے لیا، اور انگریز پولٹیکل ایجنٹ نے بحرین کے باشندون سے یہان کے آیندہ حکمران کے بارہ مین مشورہ طلب کیا، ان لوگون نے مقتول شیخ علی کے لڑکے شیخ عیسیٰ کو پسند کیا، چنانچہ یہ قطر سے بلا کر آئے، اور شعبان ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء مین انھون نے بحرین کی زمام حکومت اپنے ہاتھ مین لی، یہ نہایت فیاض اور عالی حوصلہ آدمی تھے، تخت حکومت پر بیٹھتے ہی قبائل پر انعام و اکرام کی بارش شروع کردی، ملک کی آمدنی کا بڑا حصہ قبائل، وفود عرب اور ملکی اصلاح پر صرف کرتے تھے، عدل و انصاف ان کا نمایان وصف تھا، ان کا عہد حکومت مسلسل پچپیس برس تک رہا، اس طویل مدت مین انھون نے عمداً کسی ایک فرد پر بھی ناروا زیادتی نہین کی اور نہ اپنے علم مین کسی عہدہ دار سے ہونے دی، شروع مین یہ بہت قدامت پرست تھے، لیکن رفتہ رفتہ ضروریات زمانہ نے تجدید و اصلاح پر مائل کردیا، چنانچہ انھون نے متعدد مدارس قائم کئے، ایک اخبار جاری کیا اور بھی بہت سے رفاہ عام کے کام انجام دیئے،

انگریزون سے وفاداری۔ چونکہ انگریزون نے ان کو تخت پر بٹھایا تھا، اس لئے یہ ان کے سچے یار وفادار تھے، شیخ موصوف صرف ان کے تجارتی پہلو کو دیکھتے تھے، اور سیاسی پہلو پر نظر نہ جاتی تھی، ان کا

یہ حسن ظن ۲۵ سال تک قائم رہا، انکی وفاداری اس حد تک تھی کہ انگریزون کے مقابلہ مین اسلامی حکومتون کی دوستی کو بھی ٹھکرا دیتے تھے، چنانچہ ایک مرتبہ مدحت پاشا بغداد کے گورنر نے عثمانی حکومت کی جانب سے ان کو دوستی کا پیام دیا، انھون نے ان کا خط انگریزون کے پاس بھیج دیا، اور مدحت پاشا کو لکھا کہ میرے لئے برطانیہ عظمی کی دوستی بہت کافی ہے، جرمنی نے بھی اپنے بحرین کے تجارتی معتمد کے ذریعہ سے نامہ و پیام شروع کیا تھا لیکن اسکو بھی ایسا ہی خشک جواب ملا، اس قسم کے پیامات اور بہت سی حکومتون کیجانب سے آئے، لیکن یہ ہمیشہ یہی جواب دیتے رہے کہ برطانیہ عظمی کی دوستی ہمارے لئے بہت کافی ہے، وہ معاہدہ کی بڑی پابند ہے، اس نے ہماری آزاد حکومت تسلیم کرلی ہو اس سے زیادہ ہمین کچھ نہ چاہئے،

**انگریزون کی بدعہدی**

لیکن ان کا یہ حسن ظن کس حد تک صحیح تھا؟ انگریزون نے ان کی آزاد حکومت کا کہانتک احترام کیا؟ اور معاہدون کی پابندی کس حد تک کی؟ ان سوالات کا جواب ذیل کے واقعات دینگے،

۱۳۱۱ھ مین جلاہمہ آل علی اور بنو ہاجر نے زبارہ مین بغاوت برپا کی، اور اس کے شعلے دفعۃً زبارہ اور اس کے قرب وجوار مین بھڑک اٹھے، اور سب باغی بحرین کی طرف چلے، اس وقت حکومت بحرین کے پاس اس بغاوت کے فرو کرنے کی اس کے سوا فوری کوئی صورت نہ تھی کہ وہ جنگی جہاز کو کام مین لائے، شیوخ نے بھی یہی فیصلہ کیا، اور معاہدہ شکنی کے خیال سے پہلے برطانوی پولیٹکل ایجنٹ سے جنگی جہاز کے استعمال کی اجازت مانگی، اس نے جواب دیا کہ یہ خلاف معاہدہ ہے، اس جواب پر انھون نے کہا کہ معاہدہ کی رو سے ایسے وقت برطانیہ مدافعت کی ذمہ دار ہے، اسلئے اس وقت اسکو ایفاے عہد کرنا چاہیے، پہلے ایجنٹ صاحب نے مدد دینے مین پہلوتہی کی لیکن پھر ان جدید شرائط پر مدافعت کے لئے رضامندی ظاہر کی، کہ بحرین مین برطانیہ کی سفارت قائم کیجائے، اور ہر برطانوی رعایا مقیم بحرین کے مقدمات مین برطانوی سفیر کو مداخلت کا حق دیا جائے، ایسے نازک وقت مین شیوخ کیلئے ان شرائط کے ماننے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا، اس لئے جبراً و قہراً مان لیا، یہ تھی وہ پابندی عہد جس پر شیخ عیسی کو اتنا اعتماد تھا

تاج کی رعایت

دوسرا واقعہ آزاد حکومت کے احترام کا سنئے، ۱۹۰۳ء مین ایک جرمنی ملازم نے شیخ عیسیٰ کے بھتیجے کی شان مین کچھ گستاخی کی، اس نے اسکو مارا، خادم نے اپنا آقا سے اسکی شکایت کی، آقا نے پولیٹکل ایجنٹ کے سامنے معاملہ پیش کیا، مقامی حکومت نے اس واقعہ پر افسوس ظاہر کیا، اور خادم کو ۳ ہزار بطور حرجانہ یا جرمانہ دیا، لیکن سر پرسی کاکس انگریز پولیٹکل ایجنٹ متعینہ ابوشہر کو اس سے تشفی نہین ہوئی، اس نے اس کے انتقام کے لئے اپنا جنگی بیڑا بھیجا، یہ بحرین کے ساحل پر آکر لنگر انداز ہوا، اور فوج کا ایک حصہ خشکی پر اتار کر ملازم کے انتقام مین شیخ عیسیٰ کے سامنے نہایت ذلت آمیز مطالبات پیش کئے اور انکی ایک ایک دفعہ منوا کر چھوڑی، اور شاہی خاندان کا معزز رکن شیخ عیسیٰ کا بھتیجا پانچ سال کے لئے ہندوستان جلاوطن کیا گیا، انگریز پولیٹکل ایجنٹ کو تمام اجنبیون کے مقدمات کی سماعت کا اختیار دیا گیا، یہ تھا ایک آزاد حکومت کا احترام کہ شاہی خاندان کا ایک فرد ایک ادنی درجہ کے یورپین کو اس کی گستاخی پر معمولی سزا دیتا ہے، اور انگریز اس سے اتنا سخت اور اس قدر ذلیل انتقام لیتے ہین،

شیخ عیسیٰ کا عزل اور شیخ حمدون کا تقرر

اس واقعہ کے بعد شیخ عیسیٰ کا برائے نام جو وقار باقی رہ گیا تھا وہ بھی چندہی دنون مین جاتا رہا اور اسی ۱۹۰۳ء مین ایک نہایت معمولی بات پر شیخ عیسیٰ معزول ہوکر اپنی وفاداری کا صلہ پا گئے، یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ آخری معاہدہ کی رو سے اجنبیون کے مقدمات کی سماعت انگریز پولیٹکل ایجنٹ کرتا تھا، ۱۹۰۳ء مین یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک نجدی مقیم بحرین کے گھر سے ایک گھڑی غائب ہوگئی، ایک ایرانی پر چوری کا شبہہ ظاہر کیا گیا، نجدیون اور ایرانیون مین پرانی عداوت تھی اسلئے اس واقعہ نے جنگ کی صورت اختیار کرلی، اور طرفین کے ہتھیار نکل آئے، خان بہادر محمد شریف بلدیہ بحرین کا صدر ایرانی تھا، اس کو عربون سے سخت عناد تھا، اس نے ایرانیون کو عربون کے قتل پر برانگیختہ کرنا شروع کیا، چونکہ اس معاملہ مین فریقین اجنبی تھے، اس لئے حکومت بحرین نے تنہا حفظ امن پر کفایت کی، اور بحرین کے پولیٹکل ایجنٹ کو مداخلت کا موقع مل گیا، اس نے فوراً تار کے ذریعہ سے ابوشہر کے پولیٹکل ایجنٹ کو اس واقعہ کی اطلاع دی یہ وہان سے دو جنگی جہاز لیکر

بحرین پہنچا اور شیخ عیسیٰ کو معزول کر دینے کا مطالبہ کیا، شیخ عیسیٰ نے انکار کیا، لیکن اس نے اون کی ایک نہ سنی اور لوگون کو جمع کر کے ان کے سامنے شیخ عیسیٰ کو معزول کر کے اون کی جگہ اون کے لڑکے شیخ حمدون کو بٹھا دیا،

**نظام مین تبدیلی** شیخ عیسیٰ کے عزل اور شیخ حمدون کی تخت نشینی کے بعد بحرین کا طرز حکومت بالکل بدل گیا حکومت کے تمام شعبون مین نئے سرے سے انقلاب ہوا، وطنی عدالت توڑ دی گئی، اور چنگی وغیرہ کی آمدنی سے شیخ حمدون اور خاندان شاہی کے ارکان کے وظائف مقرر کر دیئے گئے، وطنی حکومت کے بجائے مرکز حکومت کے نام سے ایک مخلوط عدالت قائم ہوئی، جسمین شیخ حمدون اور انگریز پولٹیکل دونون مل کر بحرین کے داخلی معاملات کی سماعت کرتے تھے، اس طریقہ سے بحرین کی نام نہاد آزادی کا بالکل خاتمہ ہو گیا،

**شیخ عیسیٰ کی فرد جرم** غالباً ناظرین متعجب ہون گے کہ شیخ عیسیٰ جیسے وفادار کو کس جرم مین اتنی سنگین سزا دیگئی، اس مین شک نہین کہ شیخ عیسیٰ انگریزون کے یار غار تھے، لیکن اس کے باوجود وہ رعایا کے جائز مطالبات ماننے مین بخل نہ کرتے تھے، گو وہ ان مین ایک کو بھی پورا نہ کر سکے، ان کی معزولی کے آخری تین سالون مین رعایا نے ایک تشریعی جمعیت کے قیام کا مطالبہ کیا تھا، شیخ عیسیٰ نے اس کو منظور کر لیا، لیکن پولٹیکل ایجنٹ نے نامنظور کر دیا، پھر رعایا نے وطنی پولیس کی تنظیم کی درخواست کی، شیخ عیسیٰ اس پر بھی راضی ہو گئے، لیکن ایجنٹ نے اسے بھی مسترد کر دیا، آخر مین اہل بحرین نے ملک کی اصلاح کے لئے ایک لائحہ عمل کیا، جس کی دفعات حسب ذیل تھین،

(۱) برطانیہ عظمیٰ اور اس کی دوستی کو پورے طور پر ملحوظ رکھتے ہوئے اور اس کو صدمہ پہنچائے بغیر حسب سابق شیخ عیسیٰ کو بحرین کے داخلی معاملات مین برطانوی قنصل کی مداخلت سے آزاد ہونا چاہیئے

(۲) تمام احکام کا اجراء شرع اسلامی اور اس قانون کے مطابق ہونا چاہیئے، جسے اہل بحرین پسند کرین اور شریعت اسلامیہ کے خلاف نہ ہو،

(۳) قنصل کو برطانیۂ عظمیٰ اور حکومت بحرین کے معاہدہ کے حدود سے بڑھکر بحرین کے داخلی معاملات مین مداخلت نہ کرنی چاہئے،

(۴) غواصی کا ایک خاص محکمہ قائم کیا جائے جسمین غواصی کے چار ماہر ارکان ہون، جو غواصی کے متعلق جملہ دعاوی پر غور کر سکین،

(۵) ملکی مصالح پر غور و فکر کے لئے باشندگانِ ملک کے منتخب کردہ نمایندون کی ایک مجلس شوریٰ قائم کرنی چاہئے،

چھٹی دفعہ مین اس اہم اصلاح کے قیام و نفاذ کے لئے بارہ وطنی اشخاص کے نام پیش کئے گئے تھے، اہل بحرین نے مذکورۂ بالا اصلاحات شیخ عیسیٰ سے مانگی تھین، اور وہ ان کے دینے پر راضی ہو گئے تھے، لیکن پولٹیکل ایجنٹ نے ان کے رد کرنے پر اپنا پورا زور صرف کر دیا، اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ شیخ عیسیٰ کی رضامندی کی سزا تھی، کہ شیخ عیسیٰ ایسے مطالبات دینے پر رضامند ہو گئے تھے جن کی بعض دفعات سے پولٹیکل ایجنٹ کے غیر محدود اختیارات کی تحدید ہو ئی جاتی تھی،

**نظام حکومت** شروع مین بحرین کا نظام حکومت خالص وطنی اور مذہبی تھا، اسمین کوئی بیرونی طاقت دخیل نہ تھی، تمام ملکی اور غیر ملکی باشندون کے مقدمات بحرین کی وطنی عدالت فیصل کرتی تھی، ۱۸۹۳ء مین برطانوی رعایا کے مقدمات کی سماعت کا حق اسکو باقی نہ رہا، اور ایجنٹ کرنے لگا، اس وقت سے تین عدالتین قائم ہو گئین، وطنی، اجنبی اور مخلوط وطنی عدالت شیخ عیسیٰ کے متعلق تھی، اور اجنبی پولٹیکل ایجنٹ کے اور مخلوط خان بہادر محمد شریف صدر بلدیۂ بحرین کے، لیکن ۱۹۲۳ء مین ایار کے ہنگامہ کے بعد جب شیخ عیسیٰ معزول ہوئے تو یہ تینون عدالتین ایک کر دی گئین، اور شیخ حمدون اور پولٹیکل ایجنٹ دونون مل کر مشترکہ سماعت کرنے لگے، وطنی عدالت کا جو امتیاز باقی تھا وہ ختم ہو گیا، اور بحرین کے اندرونی معاملات مین بھی انگریز پولٹیکل ایجنٹ دخیل ہو گیا، گویا عدالت پر تمامتر انگریز قابض ہو گئے ،

کیونکہ شیخ حمدون محض برائے نام تھے، پولیس تمامتر انگریزی ہے بحرین والون نے ملکی پولیس کے لئے کوشش کی تھی، لیکن ایجنٹ نے انکار کردیا، عدل وانصاف کے اعتبار سے شیخ عیسیٰ کا عہد بہترین عہد تھا، وہ ہمیشہ قیام عدل مین کوشان رہتے تھے، اور یہ دعویٰ کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انھون نے اپنی پچیس سالہ عہد حکومت مین کبھی کسی پر عمداً ظلم نہین کیا، اور نہ کسی عہدہ دار کو اس کا موقع دیا،

**منامہ** بحرین کی سیاسی تاریخ لکھنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہان کے شہرون اور تجارتی کاروبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیجائے، بحرین کا سب سے بڑا شہر منامہ ہے، اسکی آبادی ۲۴ ہزار ہے، اسمین ایرانی، ہندوستانی، یورپین، مسیحی، یہودی اور پارسی سب آباد ہین، ڈاکخانہ ٹیلیگراف آفس قرنطینہ، گودی، اور چنگی گھر وغیرہ سب یہان ہین، سلاطین عجم کے آثار مین ایک قلعہ قلعۃ الدیوان ہے، اسکے علاوہ یہان اور بہت سی بڑی عمارتین ہین، منامہ سے آدھ گھنٹہ کی مسافت پر جنوب مغرب مین ایک بڑا بازار ہے، اسمین بہت سے قدیم آثار ہین، ازانجملہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد کی ایک ٹوٹی ہوئی مسجد ہے، اس کے پاس ہی ٹیڑدل کا چشمہ ہے، اس سے کچھ فاصلہ پر آل خلیفہ کے سابق امرا کا مسکن رفاع ہے، یہان ایک قدیم منہدم قلعہ تھا، اسکی بنیاد پر شیخ سلیمان نے ایک جدید قلعہ بنوایا ہے، رفاع کے اردگرد نہایت عمدہ باغات ہین، ان مین سب سے بڑا اور خوبصورت باغ صخیر ہی جو موجودہ فرمانروا شیخ حمدون کا لگایا ہوا ہے، اسمین بکثرت کنوین اور چشمے ہین، غرض منامہ کے قرب و جوار مین عربون کے بہت سے مواضعات اور ان کے محلات وقصور ہین،

**محرق** منامہ کے مشرق جانب نصف گھنٹہ کی مسافت پر بحرین کا موجودہ پایہ تخت محرق ہی، مرکزیت آبادی عمارتون، اور دوسری ترقیون کے لحاظ سے منامہ کو پایہ تخت ہونا چاہئے تھا، لیکن رسمی پایہ تخت جہان شیوخ رہتے ہین محرق ہی ہی، اور علوم وفنون تعلیمی ذوق اور آب وہوا کی لطافت مین وہ منامہ سے ممتاز ہی،

**موتیون کی تجارت** بحرین اپنے موتیون کی وجہ سے تمام دنیا مین مشہور ہے، ساری دنیا کے جوہری اس پر متفق

کہ بحرین موتیون کا سب سے بڑا مخزن ہے اور حسن وخوبصورتی مین کہین کے موتی یہان کے موتیون کا مقابلہ نہین
کرسکتے تین کرور سالانہ کے موتی بحرین کے مخزن سے نکلتے ہین موتی نکالنے کا موسم مئی سے ستمبر تک ہی اس زمانہ مین
تمام دنیا کے جوہری یہان جمع ہوجاتے ہین، بحرین مین موتیون کے جملہ نزاعات کے متعلق ایک خاص محکمہ ہی لیکن ہم یہ
نہین بتاسکتے کہ اسمین بحرین کی حکومت کو کس حد تک دخل ہی اور اسکو اس کثیر دولت سے کتنا فائدہ پہنچتا ہی موتی
نکالنے والون کی جماعت پانچ افراد پر مشتمل ہوتی ہی "ناخدا" "غیص" "سیب" "زطیف" اور "تبات" ناخدا اس جماعت کا
افسر اعلی ہوتا ہی، اور غیص غوطہ لگاتا ہی، اور سیب رسی کھینچتا ہی، اور زطیف اس کا مددگار و معاون اور تبات خادم ہوتا
ہے، ناخدا اپنی نگرانی مین موتی نکلواتا ہی اور نکلوا کر بیچتا ہی، اور اسکی قیمت کا پانچوان حصہ خود لیتا ہی، اور بقیہ چار
حصون کا نصف غوطہ زن کو دیتا ہی، اور دو ثلث زطیف کو اور ایک ثلث سیب کو،

دوسری تجارتین، موتیون کی تجارت کے علاوہ بحرین مین تمام تجارتی اشیاء کی اتنی گرم بازاری رہتی ہی کہ اجنبی
یہان کی تجارتی چہل پہل کو دیکھکر مبہوت ہوجاتا ہی، تاجرون کے گودام ماکولات مشروبات ملبوسات اور دوسرے
زیب و زینت اور عیش و تنعم کے سامانون سے بھرے رہتے ہین بمبئی اور قاہرہ جیسے بڑے شہرون کے علاوہ اور کسی
چھوٹے شہر مین اتنا سامان نہین نظر آسکتا، اگر کوئی شخص کسی تجارتی کوٹھی مین داخل ہو تو سب سے پہلے اسکی نظر
بڑے بڑے ضخیم رجسٹرون پر پڑیگی، ایک طرف آہنی صندوق، تجوریان اور نقد کی تھیلیان دکھائی دین گی
آنے جانے والے علیحدہ قہوہ اور سگریٹ نوشی مین مصروف ہونگے، یہان ہندوستان، ایران، عراق، یورپ اور
امریکہ کا مال ہندوستان کے راستہ سے آتا ہی، اور احسا اور نجد کے بازارون مین بکتا ہی،

تعلیم، بحرین مین عرب کے اور حصون کی بہ نسبت تعلیم زیادہ ہے خصوصًا ادب اور شاعری کا بڑا چرچا ہی،
اور جزیرہ مین ادباء اور شعراء کی بڑی تعداد ہے، دار المطالعہ اور دار الکتب بھی ہین، جنمین اکثر عربی کے اچھے رسائل
آتے ہین، ریڈنگ روم مین بہترین جدید اور قدیم کتابین رہتی ہین، متعدد مدارس بھی ہین جس کا نظام انکا
علماء کی مجلس منتظمہ کے ہاتھون مین ہے، اس کے سکریٹری شیخ عیسٰی کے چچازاد بھائی ہین، انھون نے

حجاز مین تعلیم پائی ہے، اور بحرین کے علمی حلقہ مین ممتاز تشخصیت رکھتے ہین، ان مدارس مین مصری عراقی اور نجدی اساتذہ تعلیم دیتے ہین، اور اب نصاب مین بعض ایسی کتابین داخل کی گئی ہین جنکا پڑھنا مین ہین کفر و ضلالت سمجھا جاتا تھا محرق مین خاص طور پر تعلیمی سرگرمی زیادہ ہے، گو یہ چھوٹا مقام ہے تاہم یہان متعدد مدرسے اور ادبی مجلسین ہین، جنمین نوجوان نہایت انہماک کے ساتھ علم و ادب کی تحصیل مین مصروف ہین، غرض مجموعی حیثیت سے ہم اسکو مصر و شام کا چھوٹا نقش کہہ سکتے ہین،

**امریکن مشن،** بحرین مین تقریبًا نصف صدی سے امریکن مشن قائم ہے، ایک گرجا، ایک مدرسہ ایک شفاخانہ اور ڈسپنسری اس سے متعلق ہین، شفاخانہ اور ڈسپنسری کی نگرانی ایک تجربہ کار ڈاکٹر کے متعلق ہے، اور متعدد عورتین اسکی اعانت مین ہین، لیکن چونکہ امریکن مشن اسکول کے نصاب مین انجیل داخل ہی، اسلئے مسلمان طلبہ یہان بہت کم پڑھتے ہین، گو امریکن مشن عرصۂ دراز سے ہے، لیکن اس طویل مدت مین چند مسلمانون کو بھی عیسائی بنانے مین کامیاب نہ ہوا،

# ۷- آل صباح شیوخ کویت

## شیخ احمد جابر،

کویت | کویت خلیج فارس کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے، آل صباح یہان کے حکمران ہین، چار ہزار مربع میل اس کا رقبہ اور ایک لاکھ بیس ہزار کی آبادی ہے، جسمین زیادہ تر اہل سنت (بشمول وہابی) ان کے بعد شیعہ اور کچھ یہود اور ہندوستانی ہین،

کویت کی قدیم تاریخ غیر معلوم ہے، اس کا جدید تاریخی دور تقریباً ڈھائی صدی یعنی آل صباح کی آمد سے شروع ہوتا ہے، ان سے پہلے یہان بنی خالد آباد تھے، یہ بدویانہ زندگی بسر کرتے تھے، اور چھوٹے چھوٹے جھونپڑون مین جنھین کوت کہا جاتا تھا بود وباش رکھتے تھے، اسی کوت نے بدل کر کویت کی شکل اختیار کر لی جو غالباً ہمارے ہندوستانی لہجہ مین کوٹ بن گیا، ہماری زبان مین کوٹ قریب قریب اسی مفہوم یعنی جائے اقامت کے معنی مین مستعمل ہے،

آل صباح کی تاریخ | آل صباح مشہور قبیلہ ربیعہ کی شاخ اسد سے ہین، ان کے اسلاف کسی زمانہ مین خیبر مین آباد ہو گئے تھے گیارہوین صدی ہجری مین یہ لوگ کویت چلے آئے اور یہان کے قدیم باشندے بنی خالد کی اجازت سے مستقل اقامت اختیار کر لی، ان کے مورث اعلیٰ شیخ صباح نے کویت مین اتنا اثر پیدا کر لیا کہ یہان کے شیخ منتخب ہو گئے ان کا زمانہ وفات غیر معلوم ہے، ان کے بعد ان کے لڑکے شیخ عبداللہ آل صباح ان کے جانشین منتخب ہوئے، یہ بڑے عالی دماغ اور حوصلہ مند تھے، انھون نے خلیج فارس

مین بڑا نام پیدا کیا، اور سرداری سے قدم بڑھا کر حکومت قائم کرلی، ان کے زمانہ مین حکومت کویت کا رقبہ بہت وسیع ہوگیا، انھون نے چھیالیس سال تک حکومت کی، اور ۱۲۷۶ھ مین انتقال کیا، ان کے بعد ان کے لڑکے جابر منتخب ہوئے انھون نے آٹھ سال حکومت کی، اور ۱۲۸۳ھ مین انتقال کیا، ان کے بعد انکے لڑکے صباح ثانی جانشین ہوئے، ان سے پہلے تک شوریٰ کا طریقہ رائج تھا، حکمران سرداران قبائل کی رائے سے منتخب ہوتے تھے، یہ اور بات ہے کہ اس وقت تک سب صباح ہی کی اولاد سے منتخب ہوتے رہے، صباح نے شوریٰ کی قوت بہت کمزور کردی،

ان کے زمانہ مین کویت کی حکومت دولت عثمانیہ کے زیر سیادت آگئی، اس کا سبب یہ ہوا کہ کویت کی حکومت سعودی حکومت کی ہم سرحد تھی، ۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء مین امیر فیصل آل سعود فرمان روائے نجد کے دو لڑکون (موجودہ عبدالعزیز آل سعود کے چچا) مین جنگ چھڑ گئی، ان مین سے ایک نے دولت عثمانیہ کے بغدادی والی مدحت پاشا کا سہارا ڈھونڈھا یہ موقعہ کے منتظر تھے، دونون بھائیون کے اختلاف سے فائدہ اٹھا کر قطیف پر قبضہ کرکے احسار کا محاصرہ کرلیا، اس اختلاف مین صباح ثانی نے دولت عثمانیہ کا ساتھ دیا، اور اپنے نامور لڑکے مبارک کو عثمانی قائد شیخ عبداللہ کی مدد کے لئے بھیجدیا شیخ عبداللہ نے ان کی مدد سے احسار فتح کیا، اس سے پہلے حکومت کویت اور دولت عثمانیہ کے درمیان محض معمولی تعلقات تھے، اس امداد کے بعد طرفین کے تعلقات زیادہ بڑھ گئے، اور کویت نے برائے نام عثمانی سیادت تسلیم کرلی،

آل صباح مین خانہ جنگی، صباح کے کئی لڑکے تھے، عبداللہ محمد مبارک اور جراح، صباح کے بعد عبداللہ جانشین ہوا، عبداللہ کے بعد محمد، مبارک اور جراح تینون اپنے اپنے لئے امیدوار تھے، لیکن عبداللہ کے بعد محمد کو حکومت ملی، جراح گو حکومت سے محروم رہا لیکن عملاً وہ محمد کے ساتھ شریک حکومت تھا اسلئے خاموش رہا، مبارک بالکل محروم رہگیا، اس کے علاوہ محمد اور جراح کا برتاؤ بھی اس کے ساتھ نہایت ناز یبا

اور غیر منصفانہ تھا، اس کا گذارہ دینے مین بھی وہ بخل کرتے تھے، اس لئے مبارک کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا، اور اس نے ذیقعدہ ۱۳۱۳ھ مین ایک شبکو قصر شاہی مین گھس کر دونون بھائیون کو قتل کر دیا،

اس المناک واقعہ پر کویت مین اس کے خلاف بڑا جوش پھیل گیا، لیکن مبارک نے اپنے تدبر سے سب کو قابو مین کر لیا، اور اس کے بھتیجون یعنی محمد اور جراح کے لڑکون کے علاوہ باقی کل باشندگان کویت نے اسکی حکومت تسلیم کر لی، وہ دونون بصرہ بھاگ گئے، اور عثمانی گورنر حمدی پاشا سے فریاد کی، مبارک کو معلوم ہوا تو وہ فوراً بغداد پہنچا، اور کوشش کر کے یہان کے عثمانی گورنر رجب پاشا کو ہموار کر کے اپنے موافق بنا لیا، ان کا آستانہ پر بڑا اثر تھا، چنانچہ انھون نے باب عالی کو لکھدیا کہ یہ کوئی اہم واقعہ نہین ہے، عرب حکمرانون مین آئے دن اس قسم کے واقعات ہوتے رہتے ہین، ان کی اس سفارش پر معاملہ رفع دفع ہو گیا،

انگریزون کی مداخلت، | جراح اور محمد کے بیٹون نے حمدی پاشا کے علاوہ بصرہ کے برطانوی قنصل سے بھی مداخلت کی استدعا کی تھی، انگریز اولاً کسی معاملہ مین اپنی موجودگی مین دوسری طاقت کی مداخلت پسند نہین کرتے، دوسرے خلیج فارس کے ساتھ ان کے بہت سے اغراض و مقاصد وابستہ تھے، اس لئے برطانوی قنصل درمیان مین پڑکر جراح اور محمد کے لڑکون کا معاون بن گیا، اس کی مداخلت پر دولت عثمانیہ کو مبارک کے خلاف کارروائی کرنی پڑی چنانچہ اس نے مبارک کو حکم دیا کہ وہ فوراً آستانہ چلا آئے، اور اگر یہان آنا پسند نہ کرے تو کہین اور چلا جائے، کویت چھوڑ دے، کویت کی حکومت اس کے اخراجات کی کفیل رہے گی،

شیخ مبارک بھی غافل نہ تھا، چنانچہ اس نے بوشہر کے برطانوی قنصل سے بصرہ کے قنصل کی شکایت کر کے اس سے امداد و اعانت کی درخواست کی، برطانیہ محض اپنے اقتدار اور خلیج فارس مین اپنے اغراض کے خاطر جراح اور محمد کے لڑکون کی حمایت و سرپرستی پر آمادہ ہوئی تھی، اسمین نسبتہً اسکو زحمت اٹھانی پڑتی، جب اس نے دیکھا کہ شیخ مبارک سے بلا زحمت کے اس کا مقصد پورا

ہوا جاتا ہے، تو اس کی حامی بن گئی، چنانچہ جب عثمانی بیڑا شیخ مبارک کو ہٹانے کے لئے کویت کے ساحل پر پہنچا تو برطانوی بیڑے نے اسکو واپس کر کے شیخ مبارک کو بچا لیا،

**شیخ مبارک اور شیخ یوسف آل ابراہیم کے معرکے،** شیخ مبارک کو ایک پریشانی سے فرصت ملی تھی کہ دوسری مصیبت پیش آگئی، اسپین اور کویت کے ملک التجارہ شیخ یوسف آل ابراہیم مین بہت دیرینہ عداوت چلی آرہی تھی، دونون مین معرکہ آرائیان بھی ہو چکی تھین، اسلئے محمد اور جراح کے لڑکون نے برطانوی امداد سے ناکامی کے بعد شیخ یوسف کا دامن پکڑا، یہ شیخ مبارک سے جھگڑنے کے لئے بہانہ ہی ڈھونڈ رہا تھا، فوراً آمادہ ہوگیا، اور اپنی کل دولت و ثروت شیخ محمد اور شیخ جراح کے انتقام کے لئے وقف کر دی اور ایک جنگی دخانی جہاز لیکر کویت پہنچا، شیخ مبارک کو پہلے سے خبر ہوگئی تھی، اور وہ مدافعت کے لئے تیار ہوگیا تھا، کویت کے باشندے بھی اس کے ساتھ تھے، اس لئے شیخ یوسف ناکام لوٹ گیا،

اس ناکامی کے بعد شیخ یوسف ایک اور چال چلا، اس نے کویت کے بحری ڈاکوون کو ملاکر انھین اپنا ایک جہاز دیا کہ اسے کویت لیجاؤ اور ظاہر کرو کہ اسے شیخ یوسف سے چھینا ہے، مبارک تم کو میرا دشمن سمجھ کر ملازم بنا کر مقربین خاص مین شامل کر لیگا، اس وقت تمکو اس کے قتل کرنے کا موقع مل جائیگا، ڈاکوون نے اسکی ہدایت پر عمل کیا، شیخ یوسف کا خیال صحیح نکلا، مبارک نے انھین خدام خاص مین شامل کر لیا، لیکن یہ اپنے مقصد مین کامیاب نہ ہو سکے، اس لئے کہ ان مین باہم پھوٹ پڑ گئی، اور ایک شخص نے شیخ مبارک کو اصل واقعہ بتا دیا، اور شیخ مبارک نے ان سب کو گرفتار کرا کے قتل کرا دیا،

اس ناکامی کے بعد شیخ یوسف نے آستانہ جا کر مبارک کے خلاف کوشش شروع کی، وہان اسے کامیابی ہوئی، اس لئے شیخ مبارک کو اپنی حفاظت کے لئے برطانیہ کی حمایت مین آجانا پڑا، اور فریقین مین یہ معاہدہ ہوگیا کہ کویت کی حکومت برطانیہ کے سوا اور کسی حکومت سے کوئی علاقہ نہ رکھے گی، اور برطانیہ بیرونی بحری دشمنون سے اسکی حفاظت کریگی لیکن بری قبائل اور شیوخ کے معاملات مین

دخل نہ دیگی، اس معاہدہ کے بعد عثمانی حکومت سے بھی، برطانیہ کا معاہدہ ہوگیا، اس کی روسے دولت عثمانیہ کویت، قطر، بحرین، مسقط اور عمان وغیرہ مین اپنے حقوق سے دست بردار ہوگئی اور اون کی ذمہ داری برطانیہ نے اپنے سر لی لے، اس کے بعد شیخ یوسف نے مبارک کے ایک اور پرانے دشمن امیر عبد العزیز ابن رشید امیر جبل کو اس کے خلاف کھڑا کر دیا، اس نے کویت کے قبائل پر حملہ کر دیا، کویت مین آل سعود کے جس قدر افراد تھے، سب ابن رشید کے ساتھ ہوگئے، شیخ مبارک نے اپنی پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا ابن رشید کو ایک حد تک کامیابی ہوئی، مگر پورے طور سے زیر نہ کر سکا، ادھر کویت مین ابن رشید کی کی مشغولیت سے فائدہ اٹھا کر عبد العزیز ابن سعود نے اپنے قدیم پایہ تخت ریاض کو جسے ابن رشید نے چھین لیا تھا، واپس لے لیا، اس لئے ابن رشید کو ابن سعود کے مقابلہ کیلئے چلا جانا پڑا، اسوقت شیخ مبارک نے اپنی کل فوجین عبد العزیز ابن سعود کی مدد کے لئے بھیجدین، دونون مین بڑی معرکہ آرائیان ہوئین آخرین ابن سعود نے ۱۳۲۴ھ مین ابن رشید کو شکست دیکر قتل کر دیا، اور شیخ مبارک کو ایک بڑے دشمن سے نجات مل گئی، اس سے چند دنون پیشتر یوسف آل ابراہیم کا انتقال ہو چکا تھا، اسلئے شیخ مبارک کو پورا اطمینان ہوگیا، اور اس نے آہستہ آہستہ بادیہ نجد کی جانب قدم بڑھانا شروع کر دیا،

محرم ۱۳۳۴ھ مین شیخ مبارک کا انتقال ہوگیا، شیخ مبارک بڑا مدبر، جری بہادر، حوصلہ مند امیر تھا، اس نے ایام شاہزادگی ہی مین اپنی شجاعت کا سکہ بٹھا لیا تھا، تخت نشین ہونے کے بعد اپنے تدبر سے بصرہ سے لیکر محمرہ تک اپنا اثر جما لیا تھا، اس کے زمانہ مین رعایا پر بڑے بھاری بھاری ٹیکس تھے، ان ٹیکسون کی آمدنی کے باوجود اس نے رفاہ عام کا کوئی کام انجام نہین دیا، تعلیم وغیرہ کا ذکر کیا، اس نے اپنی ساری زندگی مین چند محلات اور ایک مسجد کے سوا اور کوئی عمارت تک نہین بنوائی،

**شیخ جابر**

شیخ مبارک کے بعد ان کا لڑکا شیخ جابر تخت نشین ہوا، یہ بڑا نیک سیرت اور باپ کے برعکس رعایا کے ساتھ نہایت شفیق اور فیاض تھا، اس نے باپ کے زمانہ کے ان تمام بھاری ٹیکسون کو جن کے

بار سے کویت کی رعایا دبی جا رہی تھی، اک قلم موقوف کر دیا لیکن اسے زیادہ دنون تک حکومت کرنے کا موقعہ نہ ملا، اور تخت نشینی کے کل چودہ مہینہ کے بعد ۱۳۳۵ھ مین انتقال کر گیا،

**شیخ سالم**

شیخ جابر کے بعد اس کا بھائی شیخ سالم تخت نشین ہوا، یہ نہایت تند خو سخت مزاج خود رائے اور مذہبی عقائد و خیالات مین نہایت کٹر تھا، اس کی وجہ سے اس مین اور وہابیون مین ہمیشہ مخالفت رہی، ۱۳۳۵ھ سے لیکر جنگ کے اختتام تک حکمران رہا، اس نے جنگ عظیم مین کوئی حصہ نہین لیا، اور اس پوری مدت مین وہ ہمہ تن کویت کی تجارتی ترقی مین مصروف رہا، گو وہ انگریزون کا حلیف اور دوست تھا، اور کویت پر انگریزون کی نگرانی بھی قائم تھی، لیکن اس کے باوجود دوران جنگ مین ترکون کے پاس شام اور عراق مین کویت کا تجارتی سامان بھیجتا رہا، اس سے کویت کی تجارت کو بڑا فروغ ہوا،

مذہبی تشدد کی بنا پر اس مین اور وہابیون مین ہمیشہ سخت اختلاف رہا، وہ اخوان کو بہت برا سمجھتا تھا، آخر مین یہان تک اختلاف بڑھا کہ اخوان نے محمرہ پر حملہ کر کے سیکڑون آدمی قتل کر ڈالے، اور شیخ سالم کو اس کے محل مین گھیر لیا، انگریزون نے درمیان مین پڑ کر بچایا، اس کے بعد شیخ خزعل کی کوششون سے فریقین مین صلح ہو گئی، اخوان کے حملہ مین محمرہ کو نہایت سخت نقصان پہنچا، ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۱ء مین شیخ سالم کا انتقال ہو گیا،

**شیخ احمد جابر موجودہ فرمان روا**

شیخ سالم کے بعد اون کے لڑکے احمد جابر تخت نشین ہوئے، یہ اپنے اسلاف کے برعکس مرنجان مرنج اور امن پسند حکمران ہین، جنگ وجدل سے دور بھاگتے تھے، اور امن وسکون کیساتھ کویت کی سلامتی کے خواہان رہتے ہین،

**مرنجان مرنج پالیسی اور ان کے اسباب،**

ان کی اس امن پسندی کی وجہ سے کویت کو سخت اقتصادی دشواریون کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، لیکن امن وسکون کے خاطر وہ اسے برداشت کر رہے ہین، جیسا کہ آیندہ معلوم ہوگا، کویت کی تجارت کا دارومدار نجد کی منڈی پر تھا، بعض تجارتی اختلافات کیوجہ سے

سلطان نجد نے کویت کے مال تجارت کا بائیکاٹ کر دیا ہے، اسکی وجہ سے کویت کی حکومت سخت اقتصادی مشکلات مین پھنس گئی ہے، اگر کوئی دوسرا فرمان روا ہوتا تو اب تک دونون مین چھڑ گئی ہوتی، لیکن شیخ احمد کویت کو جنگی مصائب سے بچانے کے لئے بالکل خاموش ہین،

ان کی طبعی نرمی اور امن پسندی کے علاوہ اون کی اس پالیسی کے اور سیاسی اسباب بھی ہین، سب سے بڑا یہ ہے کہ اب اون کی قبائلی قوت جس پر جنگ اور کامیابی کا مدار ہے بہت کمزور ہو گئی ہے، دوسرے اس وقت وہ نجد اور عراق کی دو طاقتور حکومتون کے درمیان جو اسے ہڑپ کرنے کی فکر مین لگی رہتی ہین، گھری ہوئی ہے اور اس کے مخالفین جو اسے تباہ و برباد کرنا چاہتے ہین خفیہ بیرونی قبائل کو اس کے خلاف بھڑکاتے رہتے ہین، اس لئے اگر شیخ احمد جابر اس پالیسی کو نہ اختیار کرتے تو کویت کی حکومت یا کم از کم اسکی آزادی کا خاتمہ ہو جاتا،

شیخ احمد اپنی ان اندرونی مشکلات اور اپنے مخالفین کی ریشہ دوانیون کو اچھی طرح سمجھتے ہین اس لئے وہ عوام کے جوش و خروش کا ساتھ نہین دیتے، جب اس قسم کی کوئی فتنہ انگیز صورت پیش آجاتی ہے، اور نجد یا عراق کے اعراب کویت یا اوس کے قبائل پر حملہ کر دیتے ہین، اور کویت کے باشندے ان کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے ہین، تو شیخ جابر انھین اپنی حکمت عملی سے روک دیتے ہین مثلاً عجمان کے شیخ المشائخ، ابن حثلین نے ایک مرتبہ کویت پر حملہ کر دیا، کویت کے باشندون نے فوراً ہتھیار سنبھال لئے لیکن شیخ احمد جابر نے انھین یہ کہکر روک دیا کہ ابن سعود ہمارا دوست ہے وہ ہرگز اس زیادتی کو پسند نہ کریگا، مین اسکو لکھتا ہون چنانچہ ابن سعود کو شکایت لکھ بھیجی انھون نے جواب دیا کہ مجھے اس واقعہ پر نہایت افسوس ہے، اس حملہ مین کویت کی حکومت کو جو نقصان پہنچا ہو مین اس کا تاوان دینے کے لئے تیار ہون، اس طرح احمد جابر کی نرمی اور عاقبت اندیشی سے ایک بڑی جنگ ہوتے ہوتے رہ گئی، اور آسانی کے ساتھ معاملہ رفع دفع ہو گیا، اس قسم کے اور بہتیرے واقعات ہین

گو بہت سے لوگ اون کی اس ترقی کو پسند نہین کرتے اور ایک حد تک حکومت کے لئے اتنی نرم پالیسی زیبا بھی نہین ہے، لیکن جب وہ اپنے سابق حکمرانون کی جنگجویانہ پالیسی اور اس کے تباہ کن نتائج کا مقابلہ کرتے ہین تو انھین اتنا اطمینان ہو جاتا ہی کہ کویت کی باگ ایسے ہاتھون مین ہی جو گو ملک گیر نہین لیکن کم از کم امن و سلامتی کے ساتھ وہ کویت کی آزادی کو بچائے ہوئے ہی،

**کویت کی تجارت اور صنعت و حرفت**

کویت ایک تجارتی مقام ہے، آج سے چند سال پہلے، یہان کی تجارت بڑی ترقی پر تھی، لیکن حکومت نجد کے ساتھ تجارتی اختلافات کی وجہ سے جس کا ذکر ابھی آتا ہی، ادھر دو تین سال سے یہان کی تجارت سرد پڑ گئی ہے، کویت مین بدویانہ زندگی کی جملہ ضروریات بافراط اور نہایت ارزان ملتی ہین ساحلی ملک ہونے کی وجہ سے بادبان اور کشتی سازی کی صنعت بہت اعلیٰ پیمانہ پر ہے، کشتی سازی کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہین، جن کے ذریعہ سے ہزارون آدمیون کی روٹی چلتی ہی، ان کارخانون مین مختلف اقسام اور مختلف ضروریات کے لئے نہایت خوبصورت کشتیان تیار ہوتی ہین، دریا کو عبور کرنے کے لئے، تفریح کے لئے، باربرداری کے لئے، غواصی کے لئے، الگ الگ کشتیان تیار ہوتی ہین، اور اتنی بڑی ہوتی ہین، کہ ایک کشتی مین دو سو ٹن سامان بار کیا جا سکتا ہے، اور وہ خلیج فارس سے لیکر عیبر اور زنجبار تک جاتی ہین، اور ایسے ایسے مقامون مین کام دیتی ہین جہان بڑے بڑے دخانی جہاز بیکار ہو جاتے ہین، یہ کشتیان ظاہری خوبصورتی مین صنعت کا بہترین نمونہ ہوتی ہین، ساری دنیا کی کشتیان حسن و خوبصورتی مین ان کا مقابلہ نہین کر سکتین، ان مین ہاتھی دانت کا نہایت باریک کام ہوتا ہی، طرح طرح کے رنگ و روغن اور نقش و نگار سے مزین ہوتی ہین یہ کشتیان عموماً غواصی اور ہندوستان و عراق کے درمیان تجارتی حمل و نقل کے کام مین آتی ہین، دوسری تجارت موتیون کی ہی، کویت بھی موتیون کا ایک مخزن ہی، اور موتی یہان کی بہت بڑی دولت ہے، غواصی کے موسم مین سیکڑون کشتیان اس کام مین لگ جاتی ہین، اور اس سے

صدہا آدمیون کی روزی چلتی ہی لیکن کویت خشکی کے برکات سے بالکل محروم ہے، حتی کہ عرب کی عام پیداوار کھجور بھی یہان پیدا نہین ہوتی اور بصرہ اور قطیف سے آتی ہے،

**حکومت نجد اور کویت کا تجارتی اختلاف**

کویت جیزان اور میدی کی طرح ایک ممتاز تجارتی مرکز اور نجد کی منڈی ہے، آج سے چند سال پہلے اسکی تجارت بڑے فروغ پر تھی لیکن اب سرد پڑ گئی ہی اسکے مال کا سب سے بڑا بازار نجد تھا، اس کا سبب یہ تھا کہ اولاً یہان نجدیون کی ضروریات کا سامان بافراط اور دوسری منڈیون کی بہ نسبت بہت ارزان ملتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ نجد اور کویت کی سرحد پر چنگی نہین ہے، اس لئے نجدی تاجرون کو یہان سے خریدنے مین بڑی کفایت ہوتی تھی، اسکے علاوہ یہان لین دین کی بڑی آسانیان تھین، اس معاملہ مین کویت کے تاجر بڑے فیاض ہین، اور محض اعتبار پر ہزارون روپئے کا مال دے دیتے ہین، ان آسانیون کی وجہ سے نجد کے تجار کویت ہی سے سودا کرتے تھے،

لیکن اس سے حکومت نجد کو نقصان پہنچتا تھا، اور وہ چاہتی تھی کہ نجد کے تاجر کویت کے بجاے عقیر قطیف اور جبیل سے جہان اس کے چنگی خانے موجود ہین، سامان لایا کرین لیکن اسمین یہ دشواری پڑتی تھی کہ ان بازارون کا خریدا ہوا مال نجد مین گران پڑتا تھا، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے سلطان ابن سعود نے احمد جابر کے سامنے یہ صورت پیش کی کہ نجد کے تاجر حسب دستور کویت سے سامان خریدا کرین گے، لیکن حکومت کویت اسسے سات فیصدی ٹیکس وصول کرکے حکومت نجد کو دیدیا کرے، احمد جابر نے اس شرط کو اپنی آزادی کے خلاف تصور کرکے رد کردیا، سلطان ابن سعود نے ان کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے دوبارہ لکھا کہ ہم اپنی جانب سے کوئی انتظام نہین چاہتے بلکہ حکومت کویت اپنے انتظام اور اپنے آدمیون کے ذریعہ سے وصول کرکے سہ ماہی، ششماہی، سالانہ جیسا مناسب سمجھے ہمارے پاس بھیجدیا کرے لیکن آل صباح نے اسے بھی اپنی خلاف شان سمجھکر انکار کردیا، انکے انکار پر سلطان ابن سعود نے نجدی تاجرونکو کویت کا

سامان لانے سے روک دیا، اس بائیکاٹ نے کویت کی حکومت اور عام باشندون دونون کو مالی دقتون مین مبتلا کر دیا ہے، اور ابھی تک اس نزاع کا کوئی فیصلہ نہین ہوا ہی دونون حکومتون مین دوستانہ گفت وشنید ہو رہی ہی، ممکن ہی آیندہ چل کر مفاہمت کی کوئی صورت پیدا ہو جائے اور کویت کو اقتصادی مشکلات سے نجات مل جائے،

**برطانیہ اور احمد جابر کے تعلقات** احمد جابر کے تعلقات برطانیہ کے ساتھ دوستانہ ہین، احمد جابر انگریزون کیساتھ مدارات سے پیش آتے ہین مگر انھین مالک نہین بناتے برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ سے دوستانہ مراسم رکھتے ہین لیکن اس کے سامنے جھکتے نہین، اس سے مشورہ بھی لیتے ہین جو مشورے ان کے ملک اور سیاسی اغراض کے لئے مفید ہوتے ہین، انھین قبول کر لیتے ہین ورنہ مسترد کر دیتے ہین اس کے ہر حکم کو نہین مانتے مثلاً حکومت برطانیہ عبادان کے زیتون کے تیل کی انگریزی کمپنی کے لئے خاص امتیازات چاہتی تھی لیکن احمد جابر کسی ایسی غیر سرکاری کمپنی کے ساتھ معاملت کرنا چاہتے تھے جو حکومت کے اثر سے آزاد اور سیاسی مقاصد کی آمیزش سے پاک ہو، اور اس کے شرائط انگریزی کمپنی کے شرائط سے زیادہ مفید ہون اس لئے صاف انکار کر دیا،

**مغربی تمدن سے دلچسپی اور مغربی سیاست سے ہوشیاری** شیخ احمد جابر یون رہنے سہنے ملنے ملانے مین نہایت بے تکلف، سادہ اور مساوات پسند ہین لیکن امیر فیصل کی طرح اہل مغرب اور مغربی تمدن کے بڑے شیدائی ہین جنگ عظیم کے بعد ملک معظم کی دعوت پر لندن گئے تھے اور حکومت کے مہمان ہوئے، لندن کے قیام کے زمانہ مین سارے انگلستان کا دورہ کر کے کوئلہ کی کانون سے لیکر برٹش میوزیم تک تمام مادی اور علمی ترقیون کا اپنی آنکھون سے مشاہدہ کیا، وہ ان ترقیون کے بڑے شیدائی ہین اور ہر وقت اون کی زبان پر اسی کا چرچا رہتا ہی انکی دلی تمنا ہے کہ عربون کو اس کا عشر عشیر حصہ بھی مل جاتا،

اگر وہ کویت کے حاکم نہ ہوتے اور ان کی حیثیت محض معمولی سیاح کی ہوتی تو اس تمدن کی ظاہری چمک سے اون کی نگاہین خیرہ ہو جاتین اور اندرونی حقیقت ان پر مستور رہ جاتی لیکن چونکہ وہ ایک

عرب حکمران ہین، اور انھین اس تمدن کے حاملین اور عمالان حکومت سے سابقہ پڑتا رہتا ہی، اس لئے اون کی نظر اون کے ظاہری تمدن و اخلاق کے ساتھ اون کی اندرونی سیرت اور حاکمانہ سیاست پر بھی پورے طور سے پڑتی ہی، اور انھین معلوم ہوتا ہو کہ ان لا اینڈ آرڈر کے حاملین مین ایسے اوصاف بھی پائے جاتے ہین، ظاہری لا جن کی اجازت نہین دیتا، مثلاً انگریزی قناصل دوسرے عام مشرقیون اور مغربیون کیطرح معاملات مین اپنے مصالح پیش نظر رکھتے ہین اور انکے مادی مصالح مین عام انسانون سے مختلف نہین ہوتے، خصوصاً جب کسی عرب امیر سے انکا کوئی مفاد متعلق ہوتا ہی، اور اسکو اسے زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملتا ہی، اس وقت وہ پیکر تمدن اپنے اصلی خدوخال مین نظر آتا ہی، اور عرب امیر تمنا کرتا ہو کہ کاش اسے اس متمدن شخص سے سابقہ نہ پڑتا، اور وہ مغربی متمدن سوسائٹی کا ممبر نہ ہوتا تاکہ اس سے سادہ مزاج بدوی کی طرح صفائی کے ساتھ معاملہ کیا جاتا،

**کویت کی تعلیمی حالت** کویت کے باشندے نہایت ذہین اور ذکی ہین، ان مین ادبی ذوق بھی ہی، اسلئے تعلیم کی اشاعت و ترقی کی بڑی گنجائش ہی، یہ فال نیک ہو کہ شیخ احمد جابر کی علمی مساعی جاری ہین گو وہ پورے طور پر مشکور نہین ہین، حکومت کویت کی علمی مساعی یہان کی علمی ترقیون کا پیش خیمہ ہین، اور امید ہی کہ آل جابر کا عہد علمی اعتبار سے نہایت کامیاب ہوگا، ادبی ترقی کے دو بڑے رکن یعنی مدارس روزینہ اور شبینہ، اور پبلک کتبخانے موجود ہین، اور ان مین مصر و شام کی طرح جدید علوم و فنون پڑھائے جاتے ہین اگر یہ مساعی جاری رہین، تو نہ صرف کویت مین تعلیمی روشنی پھیل جائیگی بلکہ وہ اپنے آس پاس کے تاریک گوشون کو بھی منور کر دیگا،

# ۸۔ عراق

## امیر فیصل

عراق کی حکومت عرب کی سب سے زیادہ بڑی زیادہ متمدن اور سب سے زیادہ ترقی یافتہ سلطنت ہے، اس کے حدود اربعہ یہ ہین، مشرق مین ایران، مغرب مین صحرائے شام، شمال مین کوہستان آرمینیہ، اور اناضول، جنوب مین فارس، اور جنوب مغرب مین بادیہ، اور حدود نجد، مجموعی رقبہ ڈو لاکھ مربع میل ہے، یہ رقبہ تیرہ ضلعون پر تقسیم ہے، موصل[۱]، سلمانیہ[۲]، کرکوک[۳]، شبہ لوا اربل[۴]، دیالی[۵]، بغداد[۶]، کوت[۷]، دلیم[۸]، حلہ[۹]، کربلا[۱۰]، عمارہ[۱۱]، منتفق[۱۲]، بصرہ[۱۳]، ان اضلاع مین ۲۸ لاکھ ۶ ہزار نفوس آباد ہین، اقوام کے اعتبار سے یہ آبادی عرب، ایرانی، کرد، آشوری، اور ترک یزا اور مذہب کے اعتبار سے مسلمانون مین شیعہ، اہل سنت، اور غیر مسلمون مین یہود، مسیحی، اور بعض دوسرے فرقون پر مشتمل ہے، سنیون مین زیادہ تر حنفی اور کچھ شافعی اور حنبلی ہین، اور شیعون مین زیادہ تعداد جعفریون کی اور کچھ زیدی اور اسمعیلی ہین، تعداد مین ۱۵ لاکھ شیعہ ½۱۱ لاکھ سنی اٹھاسی ہزار یہود اسی ہزار مسیحی باقی ۴۲ ہزار مین دیگر مذاہب کے لوگ ہین،

عراق کی حکومت اور اس کے بانی امیر فیصل کی تاریخ ان کے والد شریف حسین کی جنگ عظیم مین ترکون کے خلاف بغاوت اور شام کے انقلاب سے وابستہ ہے، بلکہ یون کہنا چاہئے کہ جنگ عظیم مین شریف کے خدمات، اور تخت شام سے امیر فیصل کی محرومی کے صلہ مین عراق کی حکومت وجود مین آئی، اس لئے عراق کی حکومت کی تاریخ معلوم کرنے کے لئے شام کی سرگذشت ستنا ضروری ہے، اس سے عراق کے ساتھ ساتھ شام کے بھی جو ایک مستقل عربی ملک ہے، حالات معلوم ہو جائین گے،

جب سے مشرق مین قومیت جدید اور جغرافی وطنیت کی ہوا چلی تھی، شام، عراق و عرب کے علاقے بھی اس سے متاثر ہو گئے تھے، اور وہ ترکی حکومت کے بجائے ملکی حکومت یا کم از کم ترکی حکومت کے زیر سیادت مساویانہ حقوق اور اختیارات کے طالب تھے، اور جنگ عظیم کے برسون قبل سے ان مین اور ترکون مین کشمکش چلی آرہی تھی، اس سلسلہ مین بہت سے عراقی، شامی، اور عرب قید و نظر بند بھی ہوئے، مگر یہ تحریک زمانہ کی ہوا کے ساتھ ساتھ برابر بڑھتی گئی،

شام و عراق کی قریب قریب پوری آبادی عربی النسل ہے، اس لئے شریف حسین جو عرب کے سب سے بڑے اور عالی حوصلہ امیر تھے اس تحریک کے لیڈر بن گئے، ابتدا مین ان کا مطالبہ صرف مساویانہ حقوق تک محدود تھا، لیکن پھر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا وہ بڑے بڑے خواب دیکھنے لگے، لیکن ترک اس قسم کی کوئی آزادی دینے کیلئے تیار نہ تھے، جس سے ان ممالک مین ان کے اقتدار کو معمولی سا بھی صدمہ پہنچنے کا احتمال ہو، اس لئے یہ تحریک اور زیادہ تیزی کے ساتھ بڑھنے لگی، اور شریف حسین نے ترکون کی آزاد خیالی اور جدید اصلاحات کو آڑ بنا کر مذہبی رنگ مین مخالفانہ پروپگنڈا شروع کر دیا تاہم جنگ عظیم سے پہلے کوئی عملی قدم نہین اٹھایا، بلکہ وہ مطالبہ حقوق کے ساتھ بظاہر وفاداری پر قائم رہے، لیکن اندر اندر وہ ترکون کے سخت خلاف ہو گئے تھے اور اپنے ملک کو ان سے آزاد کرانے کے لئے برابر کوشان رہتے تھے،

سوء اتفاق سے عین ان حالات مین جنگ عظیم چھڑ گئی، مشرقی مفاد کی حفاظت کیلئے اتحادیون کو جزیرۃ العرب کے حکمرانون کی اعانت کی سخت ضرورت تھی، انھین شریف حسین اور ترکون کی اندرونی کشمکش کا پورا اندازہ تھا، اس لئے لارڈ کچنر نے خفیہ شریف حسین کو ملانے کی کوشش کی مگر پہلی مرتبہ انھون نے انکار کر دیا، دوبارہ سر آرتھر مکماہن نے ڈورے ڈالے، اس مرتبہ شریف حسین ڈگمگا گئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ ترک جنگ عظیم مین شریک ہو چکے تھے، شریف حسین اس شرکت کے مخالف تھے، تاہم انھون نے دولت عثمانیہ کو لکھا کہ اگر شام و عراق کو کسی نہ کسی حد تک آزادی دیدی جائے اور یہان کے سیاسی قیدیون کو رہا کر دیا جاوے تو وہ اس جنگ مین ترکون کو مدد دینے کے لئے تیار ہین، لیکن ترکون نے یہ مطالبہ مسترد کر دیا، اور الٹے انکو دبانا شروع کیا، شریف حسین پہلے سے

ان کے خلاف تھے، مسٹر آتھر کی دعوت پر ان کی نیت مین فتور آہی چکا تھا، اس لئے وہ مکہ چھوڑکر نکل گئے، اور وہی علاقہ مین بیٹھکر اپنی آیندہ پوزیشن پر غور کرنے اور ترکون کی عملی مخالفت کے منصوبے باندھنے لگے، سوئے اتفاق سے اسی زمانہ مین شام مین ترکون کے خلاف شورش بپا ہوگئی جمال پاشا والی شام نے اس کے فرو کرنے مین عربون پر کچھ سختیان کین، شریف حسین نے اس طرز عمل کے خلاف احتجاج کیا، جمال پاشا نے اس کا نہایت سخت جواب دیا کہ تم کو دوسرون کی حمایت کے بجائے اپنے بچانے کی فکر کرنی چاہئے" اس جواب پر شریف حسین اور زیادہ مشتعل ہوگئے لیکن اس وقت امیر فیصل شام مین تھے، اس لئے ترکون کے خلاف کوئی عملی قدم نہ اٹھا سکے، اور امیر فیصل کو ترکون اور جرمنی کے ساتھ مل کر نہر سویز پر حملہ کے بہانہ سے واپس بلالیا،

انگریزون اور شریف حسین کے درمیان خفیہ خط وکتابت کا سلسلہ جاری تھا، مگر اب تک کچھ طے نہ ہو سکا تھا، بالآخر بڑی طول طویل مراسلت کے بعد انگریزون نے شام عراق اور عرب مین متحدہ عربی حکومت قائم کرنے کا تقرر دیکر جنوری ۱۹۱۶ء مین شریف حسین کو ملالیا، اور حکومت برطانیہ نے تحریری معاہدہ کیا کہ

(۱) وہ ایک مکمل اور مستقل آزاد عربی حکومت جو اپنے داخلی اور خارجی تمام معاملات مین پورے طور سے آزاد ہوگی، قائم کریگی جس کے حدود مشرق مین خلیج فارس، بحر قلزم، بحر ابیض اور سرحد مصر تک اور شمال مین صوبہ حلب نہر فرات، شمالی موصل اور دجلہ کے خلیج فارس کے دہانہ تک وسیع ہوگی، لیکن عدن اس سے خارج ہوگا،

(۲) نیز برطانیہ عظمیٰ اس حکومت کو تمام مداخلتون سے خواہ وہ کسی شکل مین ہون بچائیگی اور بری وبحری حدود مین ہر قسم کی بیرونی دست اندازی سے اسکی حفاظت کریگی، اگر دشمنون کی سازش یا عرب امرا کے رشک ورقابت سے کوئی اندرونی شورش پیدا ہوگی تو برطانیہ اس کے دبانے مین ہر طرح امداد دیگی، اندرونی شورش کو دبانے مین برطانیہ صرف اس وقت امداد دیگی جب تک یہ حکومت اپنے پیرون پر کھڑی ہونے کے قابل نہ ہو جائے،

(۳) جب تک اس حکومت کی مادی تنظیم مکمل نہ ہوجائیگی، اس وقت تک بصرہ کی ولایت برطانیہ کی نگرانی رہیگی، اور اس کے معاوضہ مین برطانیہ حالات کے اقتضار کے مطابق اس حکومت کو ایک رقم دیا کریگی،

(۴) برطانیہ عظمی زمانۂ جنگ بھر اس حکومت کیلئے جسقدر رسال، اسلحہ اور ذخائر جنگ کی ضرورت ہوگی مہیا کرےگی،

(۵) برطانیہ عظمی ان مقامات کو جو جنگ کے لئے آمادہ نہین ہین جنگی مصائب سے بچانے کے لئے باعتبار حالت خط جنگ سے علیحدہ رکھے گی،

ادھر یہ معاہدہ ہوا، دوسری طرف اس کے پانچ ہی مہینہ کے بعد مئی ۱۹۱۶ء مین جبکہ شریف حسین نے ترکون کے خلاف علم بغاوت بھی نہین بلند کیا تھا، برطانیہ اور فرانس نے آپس مین خفیہ معاہدہ کرکے شام آپسمین بانٹ لیا، فلسطین برٹش گورنمنٹ کو ملا، ساحلی علاقہ اسکندرونہ تک فرانس کے حصہ مین آیا، اور بشرط شرکت جنگ، پس خوردہ حلب سے شام تک کا علاقہ شریف حسین کے لئے نامزد کیا گیا، لیکن ان کو اسکی مطلق خبر نہ ہوسکی،

جنوری ۱۹۱۶ء کے معاہدہ کے چار پانچ مہینہ بعد تک شریف حسین بالکل خاموش رہے، اس دوران مین انھون نے امیر فیصل کو شام سے واپس بلالیا، اور مکہ مین جنگی ذخائر خفیہ جمع کرلئے، یہ وہ زمانہ تھا، جبکہ بحری خطرات کی وجہ سے حج قریب قریب بند ہوگیا تھا، اور حجاز کے باشندے سخت مصیبت مین مبتلا تھے، کسی کو پیٹ بھر روٹی نہ ملتی تھی سیکڑون بھوکون مرتے تھے، ان حالات نے حجاز مین انقلاب کے قدرتی اسباب پیدا کردیئے تھے، اس لئے شریف حسین نے جون ۱۹۱۶ء مین ترکون کے خلاف علم بغاوت بلند کردیا، ان کی مخالفت کے ساتھ ہی مکہ اور طائف مین انقلاب برپا ہوگیا، اور ان کے لڑکون امیر زید اور امیر عبداللہ نے مکہ اور طائف مین ترکون کو گھیر کر چند مہینون مین قبضہ کرلیا، اور اکتوبر ۱۹۱۶ء مین شریف حسین نے حجاز مین اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا، اتحادیون نے سند تصدیق عطا کی، اور انگلستان اور فرانس کے جہاز تہنیت و مبارکباد کے پیام لیکر آئے، اس طرح شریف حسین کے ہاتھون مقدس حجاز اتحادیون کے ہاتھون فروخت ہوگیا، اور ممالک اسلامیہ کی قطع برید کا وقت آگیا،

شریف حسین کے لڑکون مین امیر فیصل سب سے زیادہ بہادر اور حوصلہ مند تھے، انھون نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا، لیکن ترک حرم نبوی کی حرمت کے خیال سے قلعون سے باہر نکل آئے اور مدینہ کے باہر چند سو جانین ضائع کرکے پھر قلعہ مین لوٹ گئے، انگریزون نے عراق، شام، اور فلسطین کے بہت سے فوجی جوان کے ہاتھون مین قید تھے

رہا کرکے امیر فیصل کے پاس بھیج دیئے، ان مین سے جودت اور نوری نے بڑے کارہائے نمایان کئے، اون کی امداد سے آغاز ۱۹۱۷ء مین امیر فیصل نے ازسرنو فوجی تنظیم کی، مکہ کے سقوط کے بعد حجاز مین ترک بہت کمزور پڑگئے تھے، اس لئے ان کی عرب سپاہ ان کا ساتھ چھوڑ کر امیر فیصل سے مل گئی، اس جدید تنظیم سے انگریزون کو شام اور عرب کے بڑے بڑے معرکون مین بڑا زبردست فائدہ پہنچا،

جدید فوجی تنظیم کے بعد امیر فیصل نے شام کی سمت شام وحجاز ریلوے کے کنارے کنارے ترکی مرکزون پر حملہ شروع کردیا، اور جولائی ۱۹۱۷ء مین بندرگاہ عقبہ پر قبضہ کرلیا، اس سے انگریزون کو بڑا فائدہ پہنچا، اور بادیہ سینا مین اون کی فوجین ترکون کے عقبی حملون سے جن سے ان کو نہایت سخت نقصان پہنچ رہا تھا محفوظ ہوگئین، اس کے علاوہ ترکون کے بڑے بڑے اہم مورچون پر حملہ کا راستہ کھل گیا، جس کا تمام مشرقی فتوحات پر اثر پڑا، چند دنون مین امیر فیصل نے حجاز ریلوے کے آس پاس کے تمام ترکی مرکزون پر قبضہ کرلیا، اور بڑھتے ہوئے معان کے قریب تک پہنچ گئے، اب شرق اردون کا علاقہ سامنے تھا،

اس وقت امیر فیصل کے پیش نظر دو مقاصد تھے، ایک شرق اردون پر قبضہ اس سے اس شاداب قطعہ پر قبضہ کے ساتھ شام کا راستہ کھل جاتا تھا، اور وہ سرحد شام کے برطانوی فوجی مرکز سے مل جاتے تھے، دوسرا حجاز سے ترکون کا تعلق قطع کرنا، معان ان دونون مقاصد مین حائل تھا، اس لئے جنوری ۱۹۱۸ء مین امیر فیصل نے جنرل آلینبی کی فوجون کی مدد سے معان پر ہجوم عام شروع کردیا، اور طفیلہ اور تیما پر قبضہ کرکے ترکون کا خط جنگ کاٹ کر اون کے اور حجاز کے درمیان راستہ بند کردیا، جس کی وجہ سے وہ مدینہ فوجی امداد نہ بھیج سکے، ایک فوجی ٹرین بھیجنے کی کوشش کی، لیکن امیر فیصل نے پوری ٹرین جس مین بہت سی ترکی سپاہ تھی برباد کردی، ترکون نے ان کو طفیلہ سے ہٹانے کی بہت کوشش کی، مگر کامیاب نہ ہوئے، اس کوشش مین ان کو کافی جانی اور مالی نقصان برداشت کرنا پڑا، اس کے بعد امیر فیصل نے حوف ودریش پر قبضہ کرکے کرک اور معان کے درمیان راستہ بند کردیا جس کی وجہ سے ترک کرک چھوڑنے پر مجبور ہوگئے، کرک پر قبضہ کے بعد ایک طرف انھون نے بحر میت کے ساحل پر حملہ

کرکے ترکون کی بحری قوت کو کافی نقصان پہنچایا، اور ان کی متعدد کشتیان اور ذخائر برباد کر دیئے، اور دوسری طرف قطرانہ اسٹیشن اور قلعۃ الحسا پر حملہ کرکے ایک ٹرین گرفتار کر لی، اور غلے کے ذخیرے برباد کر دیئے، لیکن ترکون نے انھیں بہت جلد نکال دیا، مگر ان پیہم ہجوم اور ناکہ بندیون سے معان مین ترکون کی قوت کمزور پڑگئی تھی، اس لئے نوری پاشا نے اگست ۱۹۱۸ء مین ایک خونریز جنگ کے بعد ترکون کو شکست دیکر معان پر قبضہ کر لیا،

شرق اردن اور معان پر قبضہ کے بعد شام کا راستہ بالکل کھل گیا، اس دوران مین انگریزی فوجون نے جو شام مین برسر پیکار تھین، ستمبر ۱۹۱۸ء مین ہجوم عام کرکے فلسطین اور الخلیل پر قبضہ کر لیا[۱]، اس کے بعد ہی دمشق اور بیروت پر قبضہ ہو گیا، اور اکتوبر ۱۹۱۸ء مین امیر فیصل شرق اردن کے راستہ سے شام مین فاتحانہ داخل ہو گئے، اکتوبر کے آخر تک ترکون نے شام بالکل خالی کر دیا، اور یہان سے ہمیشہ کے لئے دولت عثمانیہ کا خاتمہ ہو گیا،

عربون اور شامیون کو خیال تھا کہ جنگی مصائب جھیلنے کے بعد شام مین ایک نئے دور کا آغاز ہو گا، اور اتحادیون کے اعلان کے مطابق یہان ان کی قومی حکومت قائم کر دی جائیگی، چنانچہ اسی امید پر انھون نے اپنے آیندہ حکمران امیر فیصل کا استقبال کیا تھا، لیکن ان کی امیدون کے برعکس شام کی فتح کے بعد اسکی بدبختی اور بڑھ گئی اور پہلے سے بھی زیادہ پرشور دور کا آغاز ہو گیا، اور وہ وعدہ کہ اتحادی مشرق ادنی مین اسلئے برسر پیکار ہین کہ یہان کے باشندون کو ترکون کی ظالمانہ حکومت سے چھڑا کر ان کی آزاد حکومت قائم کر دین فراموش کرکے معاہدہ سیکس پیکو کا، جسکی رو سے شام کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تھے، اعلان کیا گیا اور شمالی ساحلی علاقہ صور سے اسکندرونہ تک فرانس کے اور فلسطین انگریزون کے حصہ مین آیا، اور پس خوردہ حلب سے دمشق تک امیر فیصل کے لئے نامزد ہوا، لیکن اس تقسیم سے بھی اتحادی مطمئن نہ تھے، اور فرانس و برطانیہ ایکدوسرے کو رشک و رقابت کی نگاہ سے دیکھتے تھے،

---

[۱] چونکہ ہم کو صرف امیر فیصل کی جنگ عظیم کے حالات سے بحث ہے، اس لئے شام مین اتحادیون کی معرکہ آرائیون کے حالات نہین لکھے،

اس تقسیم سے شامی عربون مین بڑا جوش وخروش پھیل گیا، اور امیر فیصل نے "امن کانفرنس" کے روبرو جو عنقریب پیرس مین منعقد ہونے والی تھی اس تقسیم کے خلاف احتجاج اور شام مین عربی حکومت کے قیام کی کوشش کے لئے پیرس کا سفر کیا، اس مطالبہ مین امریکہ نے بھی امیر فیصل کا ساتھ دیا، اور اپنا وفد پیرس بھیجکر انکے مطالبہ کی تائید کی، امیر فیصل کی آمد پر فرانس کے سیاسی حلقون مین بڑی جیقلش پیدا ہوگئی، اور یہان کی پبلک نے ان کی بڑی پذیرائی کی، اس کا رجحان دیکھ کر فرانس کے وزیرخارجہ موسیو پیتن نے اعلان کیا کہ فرانس شام مین اپنے تاریخی قانونی اور ادبی حقوق سے دست بردار نہین ہوسکتا، امیر فیصل کو ابتدا مین فرانس سے بڑی توقعات تھین اس لئے انھون نے اسے رضامند رکھنے کے لئے شروع مین اپنا مطالبہ صرف شام کی آزادی تک محدود رکھا تھا اور اس مین لبنان کو شامل نہ کیا تھا، لیکن جب انھون نے فرانس کا رویہ مخالفانہ دیکھا، تو پھر پوری آزادی کے ساتھ جبل طوروس سے یمن تک اور موصل سے حضرموت تک یعنی شام، عرب اور عراق کی متحدہ حکومت کے قیام کا مطالبہ کیا،

ادھر شام کی حالت نہایت ابتر ہورہی تھی، یہان مختلف النوع اور متضاد مقاصد کے لئے سازشون کا ایک جال پھیلا ہوا تھا، فرانس، برطانیہ، لبنان، عربی حکومت، مسیحی پادری اور مختلف سیاسی جماعتین اپنے اپنے اثر واقتدار کے لئے طرح طرح کی تدبیرین اور سازشین کررہی تھین، ان حالات مین فرانس کے وزیرخارجہ کے اعلان حقوق نے آگ پر تیل چھڑک دیا، اور شامیون مین فرانس کے خلاف غیظ وغضب کی ایک لہر دوڑگئی، اخبارات مین غیرملکی حکومتون کے خلاف آتشبار مضامین کا سلسلہ شروع ہوگیا، اور شامی لیڈرون نے فرانسیسی انتداب اور برطانوی اقتدار کے خلاف لوگون کو ابھارنا شروع کردیا،

عین اس شورش وہنگامہ کے دوران مین حکومت فرانس کے شامی نمایندے موسیو بیکو نے دمشق مین ایک تقریر کی جس سے لبنان کے عیسائیون نے یہ نتیجہ نکالا کہ حکومت فرانس نے مسلمانون کے مقابلہ مین انھین نظرانداز کردیا، اسلئے ان مین علحدہ جوش وخروش پیدا ہوگیا لیکن اس کے بعد ہی لبنانی وفد کے صدر داؤد عمون نے جو اپنی

جماعت کی نمایندگی کرکے فرانس سے واپس آرہے تھے اپنے مساعی کے سلسلہ مین بیان دیا کہ لبنان اور سوریہ مین ایسے گہرے تعلقات اور روابط ہین کہ دونون کو ایک دوسرے سے جدا نہین کیا جاسکتا، اس تقریر سے مسیحیون کا جوش تو ٹھنڈا ہوگیا لیکن عربون کے زخم پر نمک چھڑک گیا، انھون نے اعلان کردیا کہ اب فرانس اپنے دوست لبنانیون کے ذریعہ سے سوریہ پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، اور موسیو پیتن کے اعلان کے خلاف سارے شام مین مظاہرے ہونے لگے اس سلسلہ مین متعدد مقامات پر خونی واقعات بھی پیش آئے،

ادھر امیر فیصل پیرس کی امن کانفرنس کے سامنے اپنے مطالبات پیش کررہے تھے، لیکن فرانس شام سے اپنے فرضی حقوق سے دست برداری کے لئے آمادہ نہ تھا لیکن موجودہ انقلابی صورت مین خصوصًا ایسی حالت مین جبکہ وہ شامی مصالح پر ایک حبہ بھی خرچ کرنا نہین چاہتا تھا، اور وہان قیام امن سے بھی عاجز تھا، شام کو قابو مین رکھنا مشکل تھا اس لئے موسیو کلیمنصو وزیر اعظم فرانس نے مفاہمت کی یہ صورت پیش کی کہ "اگر شام کی حکومت بعض خاص امور اور اقتصادی معاملات مین مداخلت کے حق کے ساتھ فرانس کی سیادت تسلیم کرلے تو فرانس اسکی آزادی مان لے گا" اس مفاہمت کی رو سے لبنان کو بھی جب تک اس مین اور شام کی حکومت مین کوئی سمجھوتہ نہ ہوجائے ایک طرح کی آزادی ملی جاتی تھی، لیکن امیر فیصل نے فی الحال اسے منظور نہ کیا، اور قوم سے استصواب کے لئے شام لوٹ آئے، یہان ان کا شاہانہ استقبال ہوا، انھون نے عربون کے سامنے ایک حریت پرور اور پرجوش تقریر کی کہ "آزادی دی نہین جاتی حاصل کیجاتی ہے، قومون کی آزادی خود اس کے ہاتھون مین ہوتی ہے، ہمکو باعزت زندگی کے لئے متحدہ کوشش کرنی چاہئے ہمکو مکمل آزادی مکمل اتحاد سے ملتی ہے،" فرانسیسیون اور انگریزون کی خاطر سے آخر مین یہ ٹکڑا بھی لگا دیا کہ ہمین اس سے انکار نہین کہ ابھی ہمکو مادی اقتصادی اور علمی اعانت کے لئے دوسرون کی احتیاج ہے، جس کو ہم روپیہ کے ذریعہ سے حاصل کرسکتے ہین" اسی قسم کی تقریر دمشق مین کی، ان تقریرون کی صدائے بازگشت سے سارا شام گونج اٹھا، اور ہر زبان پر مکمل آزادی کا نعرہ بلند ہوگیا، اور شامی قوم نے امیر فیصل کو اپنا مختار کل بنادیا

امیر فیصل نے امن کانفرنس کے سامنے جو مطالبات پیش کئے تھے، اس مین شام کی آزادی کے ساتھ حجاز کی

آزادی اور حکومت شام کے ساتھ لبنان کے الحاق وغیرہ کے مطالبات بھی تھے لیکن پیرس سے واپسی کے بعد انھون نے عاقبت اندیشی سے کام لے کر حجاز کی آزادی کا مطالبہ تو بالکل الگ کر دیا، لبنان کا مسئلہ البتہ نہایت اہم تھا، وہ شام کا ایک لاینفک جزو ہے، لیکن یہان کی آبادی کا بیشتر حصہ مسیحی ہے، اس لئے فرانس اسکو ہم مذہبی کی آڑ مین آلۂ کار بنانا چاہتا تھا، لیکن لبنانی مسیحیون کا بڑا حصہ اس مسئلہ کو خالص قومی نقطۂ نظر سے دیکھتا تھا، چنانچہ امیر فیصل کی یورپ سے واپسی کے بعد اس جماعت کا ایک وفد امیر فیصل کو ان کی مساعی پر مبارکباد دینے اور لبنانیون کی جانب سے شام اور لبنان کے الحاق کی تائید کرنے کے لئے آیا، امیر فیصل نے انکے ان بلند خیالات کی بڑی قدردانی کی، اور شام کے ساتھ لبنان کے الحاق کی صورت مین لبنانیون کے حقوق کی وضاحت کر دی کہ "سوریہ اور لبنان کا الحاق دونون کے مفاد کے لئے ضروری ہے تاکہ دونون ایک دوسرے کی زراعت اور دماغ سے فائدہ اٹھا سکین اور مین پوری آزادی کے ساتھ کہتا ہون کہ الحاق کی صورت مین وحدت سوریہ کے حفاظتی وسائل کے ساتھ لبنان داخلی اور انتظامی معاملات مین بالکل آزاد رہیگا، اور یہ الحاق بھی جبری نہ ہوگا، بلکہ رضامندی کے ساتھ ہوگا، اور مین اسکی تحریری ضمانت دینے کے لئے تیار ہون، لبنانی ہمارے بھائی بلکہ ہمارا قلب و دماغ ہین، ہم اور وہ دونون ایک ہین، ہم کو کوئی طبعی اور مادی حد ایک دوسرے سے جدا نہین کر سکتی، میرے نزدیک لبنانی، دمشقی اور مسلمان اور دروز مین کوئی فرق نہین اور نہ آیندہ ہوگا،

عین اس وقت جبکہ امیر فیصل اپنی قوم پروری کی وجہ سے شامیون کے محبوب رہنما اور ان کی قسمت کے مالک ہو رہے تھے، اور ان کے اثر و اقتدار کا آفتاب نصف النہار پر پہنچ چکا تھا بعض حوادث اور مخفی اسباب کی بنا پر ان کی پالیسی بدل گئی، اور مئی ۱۹۱۹ء مین انھون نے حکومت فرانس کے شامی نمایندے موسیو جارج بیکو سے کہا کہ اگر معاہدۂ سیکس بیکو توڑ دیا جائے، اور مشرقی اور مغربی حصون سے فوجی حکومت اٹھا لیجائے، اور فرانسیسی فوجین ملک خالی کر دین اور شام کی حکومت مین فرانسیسی ماہرین کی خدمات، مالیات، فوجی تعلیم، انجینرنگ اور حکومت کے بعض خاص شعبون تک محدود کر دیجائین تو وہ شام مین فرانسیسی انتداب

قبول کرنے کے لئے آمادہ ہین، موسیو جارج بیکو نے یہ شرائط اپنی حکومت کے پاس بھجوا دیئے، اور ایک مہینہ کے بعد وہان سے منظوری آگئی،

لیکن اس درمیان مین ایک دوسرا گل کھل گیا، شام کے مسیحیون کو عرصہ سے اندر اندر لبنان کے استقلال کے لئے ابھارا جارہا تھا، اگرچہ ان کی اکثریت مسلمانون کے ساتھ تھی، لیکن ایک جماعت مغربی ریشہ دوانیون سے متاثر ہوچکی تھی، چنانچہ اس نے لبنان کی مستقل آزادی اور اس کے حدود کی توسیع کا مطالبہ اور فرانس کے انتداب کی تائید مین جلسے اور مظاہرے شروع کر دیئے، اکلیروس اور مارونی اس کے لیڈر تھے، موسیو جارج بیکو نے دیکھا کہ اس تحریک کو بڑھانے سے کم از کم لبنان مین بلا خطرہ فرنسیسی سیادت مسلم ہوئی جاتی ہے، اس لئے انھون نے عمائد لبنان کو پیرس وفد بھیجنے کا مشورہ دیا، اون کی تحریک پر لبنانیون نے بطریق الیاس کو نمایندہ بنا کر بھیجا، یہ راستہ مین پاپائے روما سے ملے اور اون سے برکت لیتے ہوئے پیرس پہنچے، موسیو کلیمنیصو وزیر اعظم نے استقلال لبنان کا تحریری وعدہ کرکے انھین مطمئن کر دیا، اور انھون نے واپس آکر فرانس کو خوب خوب سراہا، اس طرح متعصب عیسائیون اور پادریون نے لبنان کی مستقل آزادی کو مذہبی رنگ دیکر امیر فیصل کی وحدت قومی کی مبارک کوشش کو جو وہ بلا تفریق مذہب وملت کر رہے تھے خاک مین ملا دیا،

اسی زمانہ مین اتحادیون کی تحریک سے امریکن کمیشن آیندہ حکومت کے بارہ مین شامیون کے خیالات دریافت کرنے کے لئے شام آیا، متعصب پادریون نے لبنانیون کو ابھار دیا تھا کہ وہ اس کے سامنے لبنان کی مستقل آزادی اور حکومت سوریہ سے اسکے انقطاع کا پوری قوت کے ساتھ مطالبہ پیش کرین، امریکن مشن نے غیر محسوس طور سے ان تعصبات کو اور زیادہ بڑھا دیا، چنانچہ لبنان کے مسیحیون نے مسلمانون کے ساتھ ہر قسم کے تعلق سے انکار کر دیا، اور فرانس کے انتداب کے ماتحت لبنان کی مستقل آزادی کا مطالبہ کیا، اون کی اس قوم فروشانہ روش پر عرب بھی اپنے مطالبات مین سخت ہوگئے، چنانچہ جب امریکن کمیشن ان کا بیان لینے کے لئے دمشق آیا تو سوری کانفرنس نے اس حکومت کا جسکا برٹش گورنمنٹ نے آغاز جنگ کے وقت وعدہ کیا تھا، یعنی لبنان کے الحاق کے ساتھ شام اور عراق کی مکمل آزادی

اور امیر فیصل کی بادشاہت کے ساتھ آزاد پارلیمنٹری حکومت کے قیام کا مطالبہ کیا، اور فرانس سے ہر قسم کے تعلقات سے مطلقاً انکار کر دیا، اور اس کے مقابلہ مین امریکہ اور برطانیہ سے استمداد کو ترجیح دی،

لارڈ بالفور قومی حمیت اور ملی خدمت کے جذبہ مین دوران جنگ مین یہودیون سے فلسطین کو ان کے قومی وطن بنانے کا وعدہ کر چکے تھے، ستمبر ۱۹۱۹ئہ مین جبکہ امریکن مشن شام ہی مین تھا لارڈ آلنبی نے اس جدید فیصلہ کا اعلان کر کے برطانیہ کی جانب سے امیر فیصل کو اسکی اطلاع دی اور عربون کو اطمینان دلانے کے لئے یہ بندھی لگا دیا کہ اسکا منشا یہ ہرگز نہین ہے، کہ اہل سوریہ کو اون کی مرضی کے خلاف کسی ایسی حکومت کے قبول کرنے پر مجبور کیا جائے جسے وہ پسند نہین کرتے، اس جدید پالیسی کے ساتھ ہی لارڈ آلنبی کو شام مین قیام امن کے وسائل اختیار کرنے کے جملہ اختیارات دیدیئے گئے، اور علانیہ یہودنوازی شروع ہوگئی، عربی کی جگہ عبرانی سرکاری زبان قرار پائی، اور مسلمانون اور مسیحیون سے عہدے چھین چھین کر یہودیون کو ملنے لگے،

اگرچہ برٹش گورنمنٹ فلسطین مین اپنی پالیسی بدلنے پر تیار نہ تھی تاہم وہ امیر فیصل کی خدمات اور اپنے وعدون کو بالکل فراموش نہین کر سکتی تھی، اسلئے اس نے فلسطین کو یہودیون کا وطن بنانے کے بعد یا اس سے پہلے ہی فرانس سے معاہدہ کر کے حلب، حمص، حماۃ، اور دمشق سے فرانسیسی فوجین ہٹوا کر یہان ایک قومی حکومت قائم کر دی اور اسکی تنظیم کے لئے ڈیڑھ لاکھ گنی ماہوار اخراجات منظور کئے، ممکن تھا کہ امیر فیصل اس پر قانع ہو جاتے لیکن فلسطین مین انگریزون کی پالیسی اور لبنان کے مسیحیون کے طرز عمل نے عربون مین سخت جوش و خروش پیدا کر دیا تھا اس لئے وہ مطمئن نہ ہوئے، اور انکی کوششین برابر جاری رہین اور ایک جدید انجمن دفاع وطنی قائم کر کے اس پالیسی کے خلاف مظاہرے شروع کر دیئے،

امیر فیصل نے جب دیکھا کہ عربون کا جوش و خروش قابو سے باہر ہے، تو انھون نے امن کانفرنس کے نام تار دیا کہ ملک مین سخت اضطراب برپا ہے، اور عرب قوم کے مطالبے یعنی سوریہ فلسطین اور عراق مین متحدہ حکومت کے قیام کی کوشش کے لئے انگلستان روانہ ہوگئے، وہان کے اعلیٰ طبقہ مین ان کا بڑا اعزاز و اکرام ہوا لیکن

لیکن برٹش گورنمنٹ ان کے مطالبات پر غور کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئی، امیر فیصل نے شام کا مسئلہ اور شامی قوم کے خیالات وہان کے سیاسی رہنماؤن کے ذہن نشین کرانے کی بہت کوشش کی لیکن برطانیہ نے صاف جواب دیدیا کہ شام کا تعلق تمام تر فرانس سے ہے، اور برٹش گورنمنٹ فرانس کے ساتھ اپنے معاہدون کی پوری پابندی کریگی، اس لئے شام کے مسائل مین فرانس کی طرف رجوع کرنا چاہئے، اس جواب کے بعد امیر فیصل برٹش گورنمنٹ سے مایوس ہو کر فرانس پہنچے اور موسیو کلیمنصو سے ملے، بڑے طول طویل بحث و مباحثہ کے بعد موسیو کلیمنصو ان شرائط پر سوریہ مین عربی حکومت کے قیام پر رضامندی ظاہر کی کہ فرانس کو عربی حکومت مین امدادی مداخلت کا حق رہیگا اور لبنان کے حدود مین توسیع کے ساتھ وہان کے باشندے جو حقوق و امتیازات مانگین گے، وہ انھین دیئے جائین گے، امیر فیصل نے اس مین یہ ترمیم پیش کی کہ عربی حکومت مین فرانسیسی مشیرون کی تعداد صرف نصف تک محدود رکھی جائے، باقی نصف ان کے علاوہ ہون، اور فرانسیسی مشیر کی رائے فیصلہ کن نہ سمجھی جائے، فرانسیسی فوجین شام خالی کردین، ان کے بجائے وطنی فوج مرتب کیجائے جس کا انتظام فرانس کے ہاتھون مین ہو، موسیو کلیمنصو نے یہ ترمیمین منظور نہ کین اس لئے امیر فیصل مایوس ہو کر لوٹ آئے،

اس وقت امیر فیصل بڑی سخت کشمکش مین مبتلا ہو گئے، جہان تک ان کے اندرونی خیالات کا تعلق ہے، وہ کم از کم پیشکش قبول کرنے کے لئے تیار تھے، اور آزاد متحدہ حکومت کے بلند تخیل سے اتر کر صرف حماۃ، حمص، حلب اور دمشق کے محدود رقبہ کی حکومت تک قبول کرنے کے لئے آمادہ تھے، لیکن وہ بھی ان کے حسب منشا نہ مل رہی تھی اور عرب متحدہ حکومت اور مکمل آزادی کے مطالبہ پر اڑے ہوئے تھے، فرانس اپنی پالیسی بدلنے پر تیار نہ تھا، برطانیہ عربون کے خاطر فرانس سے جھگڑنا نہین چاہتی تھی، اس لئے امیر فیصل سخت کشمکش مین مبتلا ہو گئے، برطانیہ اور فرانس سے لڑنا ان کے لئے ناممکن تھا، اور عربون کو قابو مین رکھنا بھی دشوار تھا، ان حالات مین امیر فیصل نے اسکی بڑی کوشش کی کہ کسی طرح سوریہ کی آزادی بھی برقرار رہے، اور برطانیہ اور فرانس سے تصادم بھی نہ ہو، لیکن وہ انتہا پسندون کو قابو مین نہ کر سکے، اور ملک مین جابجا انقلاب کا مادہ پھوٹنے لگا، اور دیر میماس، قلیعہ، جدیدہ، عین ابل،

انطاکیہ اور تل کلخ وغیرہ مین نہایت خون ریز ہنگامے شروع ہوگئے، نصیریون اور اسمٰعیلیون مین علیحدہ جنگ چھڑ گئی، اور ہر طرف انقلاب برپا ہوگیا، فرانسیسی فوجون نے انھین روکنے کی کوئی خاص کوشش نہین کی، چند مہینون مین یہ ہنگامے عارضی طور سے فرو ہوگئے لیکن آغاز سنہ ۱۹۲۰ء مین اس سے بھی زیادہ اہم انقلاب بپا ہوگیا جس نے شام سے ہمیشہ کے لئے عربی حکومت کا خاتمہ کردیا،

اسکی تفصیل یہ ہے کہ فروری سنہ ۱۹۲۰ء مین دمشق کی قومی حکومت کی تشکیل اور پارلیمنٹ کے لئے قانون اساسی بنانے کے لئے دمشق مین "سوری کانفرنس" کا جسمین فلسطین وغیرہ سب کے نمایندے شریک تھے، اجلاس ہوا، اس کانفرنس نے امیر فیصل کو بادشاہ بنا کر پارلیمنٹری حکومت کے قیام اور فرانس سے مکمل آزادی کا اعلان کردیا، دوسرے دن سارے یورپ اور امریکہ مین یہ خبر پھیل گئی، یہان دمشق مین تخت نشینی کے جلسہ مین فرانسیسی معتمد شریک ہوا، لیکن فرانسیسی حکومت کا غصہ بہت بڑھ گیا، اور اس نے موتمر کا فیصلہ تسلیم نہین کیا، برطانیہ امیر فیصل کے خدمات کے صلہ مین ان کی بادشاہت کی موید تھی، لیکن فرانس نے اسے روک دیا، چنانچہ فرانس کے ساتھ برطانیہ نے بھی فیصل کی بادشاہت تسلیم کرنے سے انکار کردیا، اور یہ مسئلہ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرنے کے لئے امیر فیصل کو یورپ بلا بھیجا گیا، انھون نے جدید حکومت کی مشغولیت اور ضروریات کی وجہ سے خود جانے سے معذوری ظاہر کی اور اپنا ایک نمایندہ لندن بھیجدیا، اور خود جدید حکومت کی تشکیل و تنظیم مین لگ گئے،

جدید حکومت کے قیام کے بعد لبنان کے الحاق کا مسئلہ نہایت اہم تھا، لبنانیون کی ایک جماعت فرانس کے زیر اثر تھی جو اس کے زیر سیادت شام سے علیحدہ مستقل آزادی چاہتی تھی، اسے لبنان کے فرانسیسی حکام نے پیرس جا کر کوشش کرنے کا مشورہ دیا، دوسری قوم پرور جماعت لبنان کی مستقل آزادی کے ساتھ دونون ملکون کے اتحاد و فلاح و بہبود اور اقتصادی مسائل مین اشتراک کی خواہشمند تھی، یہ جماعت فرانس اور برطانیہ کے سامنے اپنے مطالبات پیش کرنے کیلئے یورپ جانے کے ارادہ سے شام آئی، لیکن اس کے مطالبات بھی فرانس کے مقاصد کے خلاف تھے، اس لئے ان کو راستہ مین گرفتار کرکے جزیرہ ارواد بھیجدیا گیا،

گو فرانس اب تک شام مین عربون کے خلاف اپنی سیاسی روش پر اڑا ہوا تھا، لیکن جنگ عظیم کے مصائب نے اسے بہت خستہ کر دیا تھا، اور وہ عرصہ تک مخالف حالات کے مقابلہ کیلئے تیار نہ تھا، لیکن عربون کی مخالفت کی موجودگی مین اسے سکون و اطمینان میسر نہین آسکتا تھا، خصوصًا ایسی حالت مین جبکہ اس جدید حکومت کا رویہ بالکل معاندانہ تھا، بلکہ اس کے علی الرغم قائم ہوئی تھی، اس لئے جنرل گورو نے آخری طور پر شام مین فرانسیسی حقوق کی حفاظت کے ساتھ شامی حکومت سے مفاہمت کی کوشش کی اور امیر فیصل کے پاس حسب ذیل مطالبات بھیجکر چار دن کے اندر ان کا جواب مانگا، (۱) ریاق اور حلب ریلوے سے فرانس کو کام لینے کا حق باقی رہیگا، (۲) جبری فوجی بھرتی موقوف کر دیجائے، (۳) شامی حکومت فرانسیسی انتداب اور شامی سکون کو قبول کرلے، (۴) اور گذشتہ ہنگامون مین فرانسیسی فوجون پر شامیون نے جو زیادتیان کی ہین، ان کی تحقیقات کرکے مجرمون کو پوری سزا دیجائے،

امیر فیصل ان مطالبات پر غور کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے، اور عمائد شہر کو مشورہ کے لئے جمع کیا، ان سب نے اُن کو مختار بنا دیا، کہ وہ جس صورت مین ملک کی بہتری دیکھین اسے اختیار کرین، لیکن سوری کانفرنس نے جو ملک کی حقیقی نمایندہ جماعت تھی، پاس کر دیا کہ سوری کانفرنس اس تاریخی اقرار کے علاوہ اور کوئی شے نہین جانتی یعنی (۱) وحدت سوریہ کے ساتھ شام کی مکمل آزادی اور فلسطین کو یہودیون کا قومی وطن بنانے کی اسکیم کی تنسیخ، (۲) پارلیمنٹری بنیاد کے ساتھ امیر فیصل کی بادشاہی، اور جب تک مجلس وزرار مرتب نہ ہوجائے اس وقت تک قانون اساسی کی رو سے حکومت پر موتمر کی نگرانی، ان مین سے موتمر کسی جزو سے دست برداری کے لئے تیار نہین، ہے اگر اس مین سے کوئی جزو بھی کم ہوگیا تو موتمر اسکو پورے مطالبات کا استرداد تصور کریگی، اور کوئی ایسا معاہدہ جو شامیون کے نام سے کیا جائے جب تک اس پر موتمر کی مہر تصدیق ثبت نہ ہو موتمر اسے تسلیم نہین کریگی، اس فیصلہ کے ساتھ ہی موتمر نے مدافعت کے انتظامات شروع کر دیئے، حکومت شام کے وزیر جنگ یوسف عظمت الور پاشا اور مصطفےٰ کمال کے ہم جماعت اور ہم خیال اور بڑے سچے صاف گو نڈر اور بے باک آدمی تھے، وہ پالیسی اور مصلحت اندیشی وغیرہ کے قائل نہ تھے، یہ بھی انتہا پسند جماعت مین شامل تھے، اس لئے موتمر کے فیصلہ کے ساتھ ہی انھون نے فوجون

کو مدافعت کے لئے تیاری کا حکم دیدیا،

امیر فیصل کی پالیسی انتہا پسند جماعت سے مختلف تھی، دمشق کے اعیان اور علماء بھی انقلاب پسند نہ کرتے تھے، اسلئے امیر فیصل نے جنرل گورو کو شرائط کی منظوری کا تار دیکر میلسون کے مورچہ سے فوجون کو واپسی کا حکم دیدیا، لیکن انقلابیون نے تار کا سلسلہ کاٹ دیا تھا، اس لئے امیر فیصل کا تار وقت پر نہ پہنچ سکا، اور جنرل گورو نے امیر فیصل اور دمشقیون کو آخری تنبیہ کر کے چھ ہزار فوج کو کوچ کا حکم دیدیا، امیر فیصل کے حکم کے مطابق شامی فوجون کا بڑا حصہ سرحدی مورچون سے واپس ہو چکا تھا بعض مورچون مین بہت تھوڑی فوج رہگئی تھی، انھون نے وزیر جنگ کے حکم کے مطابق مقابلہ کیا لیکن اون کی بساط ہی کیا تھی، فرانسیسی فوجین ان کو پسپا کرتی ہوئی اور عربون کا حفظ جنگ کاٹتی ہوئی دمشق کی سرحد میلسون تک پہنچ گیئن،

ادھر فرانسیسی فوجین دمشق کی سرحد تک پہنچ گیئن، ادھر دمشق مین سخت اندرونی انقلاب برپا ہو گیا، دمشق کے انتہا پسند شروع سے امیر فیصل کی نرم پالیسی کے خلاف اور فرانسیسی فوجون کے مقابلہ کے لئے تیار تھے، عین ان حالات مین جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے، امیر فیصل نے سرحدی فوجون کو واپسی کا حکم دیدیا، دمشقیون کو اسکی خبر ہوئی تو ان کا غصہ قابو سے باہر ہو گیا، اور وہ دمشق کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے خود دفاع وطنی کے لئے تیار ہو گئے، اور فرانسیسیون سے مقابلہ کے لئے دمشق کے قلعہ پر حملہ کر کے اسلحہ اور سامانِ حرب پر قبضہ کر لیا، یہ صورت دیکھکر امیر فیصل نے فوجون کو باغیون کے پراگندہ کرنے کا حکم دیدیا، اس ہنگامہ مین بہت سی بیش قیمت جانین ضائع ہو گیئن، لیکن انتہا پسندون کا جوش حد سے بڑھا ہوا تھا، اسلئے امیر فیصل کے لئے معتدل پالیسی پر قائم رہنا مشکل تھا، جب انھون نے دیکھا کہ اس پالیسی پر قائم رہنے کی صورت مین خود ملک مین انقلاب برپا ہوا جاتا ہے، تو وہ بھی پبلک کے ساتھ ہو گئے، اور جامع اموی مین جہاد پر نہایت پرجوش خطبہ دیا، اور دمشقیون کو اطمینان دلایا کہ وہ اس جہاد مین انشاء اللہ سب سے آگے ہون گے، پھر بھی وہ اندر اندر حالات اور موقع و محل کا انتظار کر رہے تھے، دمشق کے وزیر جنگ یوسف عظمت پاشا کا جوش حد سے بڑھا ہوا تھا،

ان کے لئے ادنی توقف بھی دشوار تھا، اس لئے وہ چند سو مسلح باقاعدہ سپاہ اور چار پانچ ہزار عوام کو لے کر فرانسیسی فوجوں کے مقابلہ کے لئے نکل کھڑے ہوئے، یہ ایک تجربہ کار افسر تھے انھیں خوب معلوم تھا کہ ان کے پاس جو سامان ہے وہ ایک معمولی معرکہ کے لئے بھی کافی نہیں ہے لیکن انھوں نے "جنونِ آزادی" کے مقابلہ میں "عقل مصلحت بین" کو ٹھکرا دیا، جولائی ۱۹۲۰ء کو عقبۃ الطین میں مقابلہ ہوا، دونوں کی قوت میں کوئی تناسب نہ تھا، یوسف عظمت کے پاس ایک ہزار مسلح سپاہ بھی نہ تھی اور جنرل گورو کے پاس چھ ہزار جدید سامانوں سے آراستہ فوج تھی، پھر بھی یوسف عظمت چھ گھنٹے تک مقابلہ کرتے رہے، شانہ اور ران میں دو گولیاں لگیں اس حالت میں بھی وہ آگے آگے جوش دلاتے جاتے تھے، اور لڑتے جاتے تھے، تیسری گولی سر میں لگی، یہ گولی اون کے سر کا تاجِ عظمت بن گئی، اون کی شہادت کے ساتھ دمشق کے عوام کی ہمت چھوٹ گئی، اور وہ میدان چھوڑ کر شام لوٹ گئے، دوسرے دن ۲۵ جولائی ۱۹۲۰ء کو فرانسیسی فوجیں دمشق میں داخل ہوگئیں اور دمشق میں داخلہ کے بعد فرانسیسی حکومت نے امیر فیصل کو مع اون کے متعلقین اور حاشیہ نشینوں کے اپنی خاص ٹرین میں بغداد روانہ کر دیا، اور شام سے ہمیشہ کے لئے اسلامی حکومت کا جنازہ نکل گیا،

شام ترکوں کے قبضہ سے نکلنے کے بعد ہی تقسیم ہو چکا تھا لیکن امیر فیصل، دمشق کی قومی حکومت اور سب سے زیادہ "سوری کانفرنس" اس تقسیم کے خلاف "متحدہ شام" کیلئے ابتک کوشش کئے جا رہے تھے، اگرچہ فرانس سے اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کی امید نہ تھی، پھر بھی شام کی قوم پرور جماعت اپنا زور صرف کئے جا رہی تھی، دمشق کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جب قوم پرور جماعت کا شیرازہ بکھر گیا، اس وقت فرانس کو آزادی کے ساتھ شام کی تفریق و تجزی کا پورا موقع مل گیا، اور متحدہ شام مختلف چھوٹی چھوٹی حکومتوں میں بٹ کر پرزے پرزے ہوگیا،

**لبنان** | لبنان کی ایک جماعت عرصہ سے فرانس کے ماتحت لبنان کی مستقل حکومت کے لئے کوشاں تھی، قوم پرور جماعت اس میں مزاحم تھی، اس کے خاتمہ کے بعد فرانس نے جولائی ۱۹۲۰ء میں اپنے زیر سیادت، لبنان میں مستقل حکومت قائم کر دی، اور اس کے سابق حدود جبل عامل، وادی تیم، بعلبک، بقاع، طرابلس،

عکا اور حصن عما فیا تک بڑھا دیئے، ان مقامات کے باشندون نے اس الحاق کے خلاف سخت احتجاج کیا کہ یہ طرز عمل اس اعلان کے خلاف ہے کہ دولت عثمانیہ سے جو ملک نکالے گئے ہین، وہان کے باشندے اپنا وطنی نظام قائم کرنے مین آزاد ہون گے اور انھین کسی خاص نظام کے قبول کرنے پر مجبور نہ کیا جائیگا، لیکن اسکی کوئی شنوائی نہ ہوئی

لبنان مین مستقل حکومت تو قائم ہوگئی، لیکن یہان بھی وہی دشواری پیش آئی، جو عموماً مختلف الخیال جماعت والے ملکون مین پیش آتی ہے، لبنانیون مین مختلف جماعتین تھین اگر لبنانی حاکم جو کسی نہ کسی پارٹی سے ضرور تعلق رکھتا مقرر کیا جاتا تو وہ ان سب جماعتون کو خوش نہین رکھ سکتا تھا، اس لئے فرانسیسی حکومت نے فرنچ حاکم مقرر کئے اس کے ماتحت ملک کے انتظام کے لئے ایک قومی مجلس یا پارلیمنٹ قائم کردی، جو جمہوریۂ فرانس کے ماتحت اور اس کی نگرانی مین لبنان کا انتظام کرتی ہی، اور قوانین بناتی ہے، حکومت کا مرکزی مقام بیروت ہے، گو مرکزی حکومت کا انتظام وطنیون کے ہاتھون مین ہی لیکن ان سب کے ساتھ ایک ایک فرانسیسی مشیر لگا ہوا ہی،

**علوی حکومت** نصیریون کے علاقہ مین علیحدہ ایک حکومت قائم کردیگئی ہی جو دولت علویہ کے نام سے موسوم ہے، یہ دوسرے درجہ کی ابتدائی حکومت ہی اس کا حاکم اعلیٰ بھی فرانسیسی ہے اس کا صدر مقام لاذقیہ ہے،

**جبل دروز** جبل دروز کا علاقہ برطانیہ اور فرانس کی کشمکش مین تھا دمشق پر فرانسیسیون کے قبضہ کے وقت دروزیون نے ان کو خوش آمدید کہا، اس کے صلہ مین فرانس نے کوشش کرکے جون ۲۱ء مین اسکو آزاد کرادیا " یہ سلطنت " سواسو مواضعات پر مشتمل ہے سویدا اس کا پایہ تخت ہے، اس کا انتظام ایک دروزی حاکم اعلیٰ اور ایک فرانسیسی مشیر کے ہاتھون مین ہے، دمشق اور حلب مین بھی فرانس نے چھوٹی چھوٹی حکومتین قائم کردی ہین،

**فلسطین** فلسطین کا علاقہ مستقلاً برطانیہ کے قبضہ مین ہے، اکتوبر ۲۲ء مین اس نے فلسطین کے انتظامات مین مشورہ کے لئے بیس ممبرون کی ایک مجلس شوریٰ بنادی تھی جسمین دس ممبر حکومت کے ارکان ہوتے ہین، اور دس حکومت فلسطینیون سے نامزد کرتی ہی، چار مسلمان تین عیسائی، اور تین یہودی، اس مجلس کے اختیارات صرف مشورہ تک محدود ہین، ملکی ممبرون نے اس کے خلاف بہت احتجاج کیا، لیکن کوئی شنوائی نہ ہوئی، جیسا کہ اوپر معلوم

ہوچکا ہے فلسطین کو برطانیہ نے وطن الیہود بنا دیا ہو، اس پالیسی سے عربون کا سخت نقصان اوران کی بڑی حق تلفی ہورہی ہے، اس کے خلاف بارہا دنیائے اسلام نے احتجاج کیا، مگر کوئی نتیجہ نہین نکلا، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فلسطین کے عربون اور یہودیون مین آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہین، اور چونکہ برطانیہ یہودیون کی حمایت مین ہے، اسلئے وہ مسلمانون پر جو زیادتیان چاہتے ہین کرتے ہین اور کوئی سننے والا نہین ہے،

شرق اردن | شرق اردن مین شریف حسین کے بیٹے امیر عبداللہ کی حکومت ہے، اس کی تاریخ یہ ہے، کہ دمشق پر فرانس کے قبضہ کے چند دنون بعد امیر عبداللہ نے اسکو فرانس سے چھڑا کر شریفی حکومت سے الحاق کی کوشش شروع کی، اور اس کوشش مین وہ نومبر ۲۰ء مین شام آئے، برطانیہ فرانس کے معاملات مین مداخلت کرنا نہین چاہتی تھی لیکن امیر عبداللہ کی خدمات کا صلہ بھی دینا چاہتی تھی، اس لئے اس نے شرق اردن کا علاقہ انھین دیکر رضامند کرلیا، چنانچہ اس وقت شرق اردن امیر عبداللہ کے قبضہ مین ہے، اور سرزمین شام مین تنہا یہی حکومت عربون کی یادگار رہ ہے،

اس تقسیم اور تفریق و تجزی کا کھلا ہوا نتیجہ شام کی اقتصادی تباہی ہے، جنگ عظیم سے پیشتر یہ کل علاقہ تنہا دولت عثمانیہ کے ماتحت تھا، اور چونکہ صرف ایک حکومت تھی اس لئے اخراجات بہت کم تھے، اور اب جبکہ ایک کے بجائے چھ سات حکومتین اپنے جملہ لوازم کے ساتھ گو وہ چھوٹے پیمانہ پر سہی قائم ہو گئی ہین، فطری طور پر اس کے اخراجات بہت زیادہ بڑھ گئے ہین، اور یہ صرف اس لئے کیا گیا ہے تاکہ اس بہانہ سے انگریزون اور فرانسیسیون کی کھپت ہوجائے، اور مشورہ اور نگرانی وغیرہ کے بہانہ سے انگریز اور فرانسیسی حکام اور عہدہ دارون کی پرورش کا انتظام ہوجائے،

اوپر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ شام کی ۲۶ء تک کی اجمالی سرگذشت تھی اسکے بعد ادھر تیرہ چودہ برس کے عرصہ مین بہت سے انقلابات ہوگئے ہین اور بہت کچھ حالات بدل گئے ہین، لیکن ہمارا اصل مقصود عراق کی تاریخ ہی، شام کے حالات محض ضمناً اور اجمالی معلومات کے لیے لکھدیئے ہین، اس لئے اور بقیہ حالات قلم انداز کئے جاتے ہین،

**عراق جنگ عظیم مین**

حکومت عراق کی تاریخ بھی جنگ عظیم سے شروع ہوتی ہی، گو اسکی سرگذشت شام کی طرح کچھ بہت زیادہ طویل اور دردناک نہین ہی، پھر بھی سبق آموزی اور عبرت سے خالی نہین، شام کی طرح عراق کا ملک بھی جنگ عظیم سے پیشتر ترکون کے ماتحت تھا اور اپنے محلِ وقوع کے اعتبار سے برطانیہ کے لئے اس کا مسئلہ بہت اہم تھا، کیونکہ ایک طرف وہ خلیج عجم سے جو برطانیہ کا نہایت اہم مورچہ ہے بالکل ملحق تھا، دوسری طرف ہندوستان سے قریب تھا، اس لئے دورانِ جنگ عظیم مین اتحادیون اور خصوصاً انگریزون کو خطرہ پیدا ہوا کہ اگر اس نازک وقت مین ترکون نے خلیج عجم مین بدامنی اور ہندوستان مین اندرونی شورش پھیلا دی تو بڑی مصیبت کا سامنا ہوگا، اس خطرہ سے بچنے کے لئے انھون نے عراق پر قبضہ کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ سنہ ۱۵ء مین جنرل ٹاؤزنڈ نے ہندوستانی فوج کو لیکر عراق پر حملہ کر دیا، اور معمولی آویزش کے بعد ترکون کو ہٹاتے ہوئے طیسفون تک جو بغداد سے کل بیس میل کی مسافت پر ہے، پہنچ گئے، یہان ترکون کی قوت مضبوط تھی، انھون نے حملہ کرکے پسپا کر دیا، اور جنرل ٹاؤزنڈ کوت تک پسپا ہوتے چلے گئے، کوت مین ترکون نے ان کو گھیر لیا، اور چھ مہینہ تک نہایت سخت محاصرہ کئے رہے، اس مدت مین انگریزی فوجون کو نہایت سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور جنرل ٹاؤزنڈ نے مجبور ہوکر مئی سنہ ۱۶ء مین کوت ترکون کے حوالہ کر دیا، اور اس وقت عراق مین انگریزون کی سرگرمی رک گئی،

اس کے بعد مارچ سنہ ۱۷ء مین جنرل مذکور نے دوسرا حملہ کرکے بغداد پر قبضہ کر لیا، اور انگریزی اور ہندوستانی فوجین شمال مین بہت دور تک بڑھتی چلی گئین، ابھی اون کی پیشقدمی جاری تھی کہ مشرق مین ترک شکست کھا گئے، اور اتحادیون نے انکی قسمت کا فیصلہ کر دیا، اور معاہدہ موڈرس کے مطابق اکتوبر سنہ ۱۸ء مین ترکون کو شام عراق عسیر اور یمن کے تمام مورچے اتحادیون کے حوالے کر دینے پڑے، اس سلسلہ مین موصل کے ترکی افسر احسان بک نے موصل کا علاقہ خالی کر دیا،

اختتام جنگ عظیم کے بعد جب اتحادیون مین مال غنیمت کی تقسیم شروع ہوئی، تو "معاہدہ فرسائل" کے مطابق موصل کا علاقہ فرانسیسیون کو اور بصرہ اور بغداد کی ولایت انگریزون کو ملی، لیکن پھر چند ہی دنون کے بعد

ایک نئے معاہدہ کی روسے جو معاہدہ سان ریمو کے نام سے موسوم ہے، لائڈ جارج نے موصل کا علاقہ فرانس سے واپس لے لیا، اور شمال سے جنوب تک کل عراق برطانیہ کو مل گیا،

عراق کے مستقل قبضہ کے بعد انگریزون نے زمانہ کے رنگ ہوا کے رخ اور قومون کے احساس آزادی کو پس پشت ڈال کر یہان بھی قدیم دقیانوسی سیاست سے کام لینا شروع کر دیا، اور عراقیون کو حکومت کی مداخلت اور شرکت سے محروم کر کے قدیم طرز کی مطلق العنان حکومت جاری کر دی، اور عراق کے رتبہ اور حالات کو فراموش کر کے یہان بھی ہندوستان اور سوڈان کی طرح مستبدانہ قوانین جاری کر دیئے، عراق کے ہائی کمشنر سر آرنلڈ ولسن عراق کی مرضی کے خلاف جو دل مین آتا کر گذرتے، اوسنے بہت سے جائز اور ناجائز ٹیکس لگا دیئے جو قانونی اور غیر قانونی طریقون سے وصول کئے جاتے تھے،

لیکن اب زمانہ بدل چکا تھا، آج سے ایک صدی پیشتر بیشک اہل مشرق مغربیون کی ہر زیاتی کو انگیز کر لیتے تھے، اور حرف شکایت زبان پر نہ لاتے تھے، لیکن اب ہوا بدل چکی تھی، غلام ممالک مین بھی آزادی کے خیالات پیدا ہو چکے تھے، آزاد اور نیم آزاد ممالک تو غیر ملکی حکومت کا نام بھی نہین برداشت کر سکتے تھے، جنگ عظیم سے پیشتر عراق اگرچہ آزاد نہ تھا، لیکن اوس کی محکومی کو غلامی سے بھی تعبیر نہین کر سکتے، اس لئے کہ ترک اولاً ایشیائی اور پھر عراقیون کے ہم مذہب تھے، اسلئے اون کی محکومی سات سمندر پار والون کی غلامی سے بالکل مختلف اور ایک حد تک آزادی سے قریب تر تھی، اس کے باوجود عراقی اون کی حکومت بھی پسند نہ کرتے تھے، اور حقوق کی آزادی کے لئے برابر کوشان رہتے تھے، اور اس کے لئے طرفین مین عرصہ سے کشمکش چلی آرہی تھی، ترکی حکومت کے بعد تو وہ کسی قوم کی غلامی قبول ہی نہ کر سکتے تھے، چنانچہ آغاز جنگ عظیم ہی سے امیر فیصل عرب و شام کیساتھ عراق کی آزادی کے لئے بھی کوشان تھے اور اسی شرط پر انھون نے ترکون کے خلاف اتحادیون کو مدد دی تھی،

ان حالات مین انگریزون کی دقیانوسی اور مستبدانہ سیاست نے عراقیون کو اور زیادہ برہم کر دیا، بالشویکی پروپگنڈے اور اسمین ترکی اور ایرانی امداد نے اس آگ پر اور تیل چھڑک دیا، اور عراق مین انگریزی حکومت کے خلاف

عام نفرت پھیل گئی، چنانچہ شام کیساتھ ہی عراق نے بھی آزادی کا اعلان کر دیا تھا، اور اس کی صدائے بازگشت سے سارا عراق گونج اٹھا تھا، چنانچہ جب شام نے فرانس کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا ٹھیک اسی زمانہ یعنی جولائی ۲۰ء مین عراق کے مجتہد اعظم عوام کو لیکر انگریزون کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک مہینہ کے اندر اندر سارے عراق مین انگریزون کے خلاف بغاوت پھیل گئی،

اس وقت عراق کے کمانڈر انچیف ایک پر فضا پہاڑی پر ایام گرما منا رہے تھے، اس لئے اس بغاوت کا کوئی تدارک بھی نہ ہوسکا، اون کے اترتے اترتے بغاوت کے شعلے قابو سے باہر ہو چکے تھے، عراق چونکہ میدانی ملک ہے، پہاڑ وغیرہ قدرتی کمینگاہین بہت کم ہین، اس لئے یہان ہمیشہ سے دشمنون کے مقابلے کے لئے کھلے میدانون مین چھوٹے چھوٹے برج پھیلے ہوئے ہین، یہ برج اندر کیجانب سے وسیع ہوتے ہین اور باہر کیجانب صرف ایک سوراخ ہوتا ہی، جس کے ذریعہ سے باہر دشمنون پر آتش باری کیجاتی ہے، یہ برج نہایت مضبوط اور کارآمد ہین، ہوائی جہاز کے علاوہ ان کا کوئی توڑ نہین، اسلئے کہ اندر بیٹھنے والا دشمن کی زد سے بالکل محفوظ رہتا ہی جب تک دشمن اسکو مسمار کرنے کے لئے قریب پہنچین اس وقت تک برج کا آدمی سینکڑون کو ختم کر دیتا ہے، اسلئے دشمن آسانی کے ساتھ اون کے قریب آنے کی ہمت نہین کرتا، ان برجون کی وجہ سے انگریزون کو بغاوت فرو کرنے مین بڑی دشواریان پیش آئین، ستر ہزار فوج نے کامل سات مہینہ کی جد وجہد کے بعد بڑی مشکلون سے بغاوت فرو کر کے امن وامان قائم کیا، بغاوت فرو کرنے کے بعد آیندہ خطرہ سے بچنے کے لئے انگریزون نے زر کثیر صرف کر کے ان تمام برجون کو جو عراق کے سنگین قلعے تھے ڈھادیا، جو قبیلہ بالمعاوضہ اور خوشی سے رضامند نہ ہوتا تھا اس کا برج ہوائی جہازون کے ذریعہ بم برسا کر اڑا دیا جاتا تھا،

انگریز ایک مرتبہ تو محکوم اقوام کو پوری قوت سے دبانے کی کوشش کرتے ہین، لیکن جب انھین یقین ہوجاتا ہے کہ جبر وتشدد سے کام نہین چل سکتا، تو پھر اون کی پالیسی بدل جاتی ہی چنانچہ عراق کی بغاوت کے بعد بھی جب انگریزون کو اسکا یقین ہوگیا کہ موجودہ ہائی کمشنر سر ارنلڈ ولسن کی سخت گیر پالیسی اور مستبدانہ حکومت عراق کے لئے موزون

و مفید نہین ہے، تو اکتوبر ۱۹۲۰ء مین انھون نے آرنلڈ ولسن کی جگہ سر برسی کاکس کو دبی ہوئی چنگاریون کے بجھانے کے لیے بھیجا، یہ نہایت مدبر، عاقبت اندیش اور ٹھنڈے دل و دماغ کے آدمی تھے، انھون نے سابق پالیسی کے برعکس جبر و تشدد کے ساتھ حکومت کرنے کے بجائے، عربون اور انگریزون کے تعلقات مین استواری پیدا کرنے اور دونون کے مشترک مفاد کی کوشش شروع کردی، ان کے آنے کے بعد عراق کی پالیسی بالکل بدل گئی، اور یہان ایک جدید دور کا آغاز ہوا، جو فریقین کے لئے مفید تھا،

سر آرنلڈ ولسن کے آنے کے وقت بڑی حد تک بغاوت قابو مین آچکی تھی، پھر بھی جابجا اثر باقی تھا، سر برسی کاکس نے لوار دیالی کے علاوہ جہان اب تک بغاوت کے شعلے پورے زور کے ساتھ بلند تھے، باقی کربلا، نجف، اور دوسرے پرشور مقامات پر قابو حاصل کرلیا، اس کے بعد عراقیون کے نام ایک اعلان عام شایع کیا کہ "وہ عراق کے زعما، اور رعمائد سے آیندہ حکومت کے بارہ مین عراقی قوم کی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجے گئے ہین، تاکہ اہل ملک کی مدد سے دولت برطانیہ کی زیر نگرانی قومی حکومت کی تاسیس کیجا سکے لیکن یہ اسیوقت ممکن ہوگا جب ملک مین کامل امن و امان ہوجائیگا،

جب اسمین کامیابی ہوئی، تو دوسرا اعلان شائع کیا، اس مین مستقل پارلیمنٹری حکومت کے قیام تک کیلئے اہل عراق کو ایک عارضی حکومت کے قیام کا جو فوجی اور خارجی امور کے علاوہ باقی جملہ امور مین ہائی کمشنر کے ماتحت ہوگی، اختیار دیا گیا، اس اعلان پر ستمبر ۱۹۲۰ء مین نقیب الاشراف سید عبدالرحمن جیلانی نے اپنی صدارت مین وزراء کی ایک حکومت مرتب کی جو امیر فیصل کی تاج پوشی تک حکومت کے فرائض انجام دیتی رہی، اس دوران مین اس نے عراق کے ان رہنماؤن کو جو بغاوت کے جرم مین جلائے وطن کئے گئے تھے، واپس بلا لیا گیا، اور ان عرب افسرون کو جنھون نے شامی فیصلی حکومت کے زمانہ مین امیر فیصل کی خدمت کی تھی، عراق بلانے کی کوشش کی، اور آیندہ حکومت کے قیام کے لئے ترکی قوانین انتخاب اور حکومت کے دوسرے شعبون کے قوانین کا درس و مطالعہ کرتی رہی،

عراق کے فوجی اخراجات کا بار گورنمنٹ برطانیہ کے خزانہ کے لئے ناقابل برداشت ہو رہا تھا، اس لئے مسٹر چرچل جلد سے جلد یہان ایسی قومی حکومت جو برطانوی سیادت کی ضامن ہو قائم کرکے برطانوی خزانہ کو اس بارِ عظیم سے سبکدوش کرنا چاہتے تھے، سر برسی کاکس کا اعلان اسی کی تمہید تھا،

امیر فیصل شام، عراق، اور عرب کی متحدہ حکومت کا خواب پریشان ہونے اور شام کی حکومت کھونے کے بعد ہی سے عراق کی تخیلہ حکومت کی فرمان روائی کے امیدوار تھے اور ان باپ بیٹون کی سابق خدمات کے صلہ مین یہ مسئلہ اندرونی طور پر برطانیہ کے بھی پیشِ نظر تھا، اسلئے عراق مین برطانیہ کی پالیسی بدلنے کے بعد امیر فیصل لندن پہنچ گئے، اور اپنی بادشاہت کیلئے کوشش کرنے لگے، عراقیون کی بھی بڑی تعداد ظل اللہ کے سایہ کی خواہشمند تھی، امیر فیصل کے مقابلہ مین خاندان اشراف کے ایک رکن سید طالب دوسرے امیدوار تھے گو ابھی تاج و تخت کے بارہ مین کوئی فیصلہ نہ ہوا تھا لیکن عام طور پر امیر فیصل کا نام لیا جاتا تھا، اس لئے سید طالب کو بڑی تشویش پیدا ہوگئی، اور انھون نے قانون انتخاب مین اس ترمیم سے پروپگنڈے کے لئے کہ "عراق پر کوئی اجنبی بادشاہ منتخب نہین کیا جا سکتا" ملک کا دورہ شروع کر دیا، ان کے زعم سے اس ترمیم سے امیر فیصل چھٹے جاتے تھے، اور عراق کا تخت ان کے لئے مخصوص ہوا جاتا تھا،

لیکن مسٹر چرچل کا منصوبہ کچھ اور ہی تھا، وہ مشرق ادنی کے سیاسی حالات کا مطالعہ کرنے اور آئندہ نظام کے بارہ مین صلاح و مشورہ کرنے کے لئے فروری ۲۱ء مین مصر آئے اور برطانیہ کے زیر سیادت عربی ممالک کے انگریزی ہائی کمشنرون اور پولٹیکل ایجنٹون کو مشورہ کے لئے مصر طلب کیا، عراق سے سر برسی کاکس مس بل ساسون آفندی، اور جعفر پاشا گئے، امیر فیصل بھی آرام لینے کے بہانے سے مصر پہنچ گئے، چرچل نے جملہ نمایندون کا جلسہ کرکے مشرق ادنی کے آئندہ نظام حکومت کے بارہ مین تقریر کی کہ ہم لوگ ایسی مناسب تجویز پر غور کرنے کے لئے جمع ہوئے ہین، جس کے ذریعہ سے مشرق ادنی مین انگریزی سیادت کو نقصان پہنچے بغیر انگریزی فوجی قوت گھٹائی جا سکے، اور مشرق ادنی اور وزارت نوآبادیات مین وحدت عمل کے لئے مشرق ادنی کے لئے

وزارت نوآبادیات مین ایک مخصوص نظام کے قیام پر غور کرے، دوسرے مختصر اور صاف الفاظ مین ہم انتدابی حکومت کے اخراجات گھٹا کر برطانیہ کا بار ہلکا کرنا چاہتے ہین، اس لئے آپ لوگ عراق مین وطنی حکومت قائم کیجئے، تاکہ ہم وہان سے اپنی فوجین ہٹا سکین" اس تقریر مین عراق کی آیندہ بادشاہت کی طرف بھی اشارہ تھا، اس کانفرنس مین بہت سے متعلقہ مسائل علانیہ طے ہوگئے، لیکن بعض اہم کارروائیان مثلاً عراق کے تخت کیلئے شریف حسین کی اولاد مین سے کسی ایک لڑکے کی تجویز اور سید طالب کے عراق سے اخراج کی اہم قرار دادین جنکا اظہار خلاف مصلحت تھا، بالکل مخفی رکھی گئین، اور سر برسی کاکس نے عراق واپس آکر اعلان کیا کہ قاہرہ کانفرنس کی قرار دادین انگلستان کی حکومت کے سامنے پیش ہونے کے بعد شائع کیجائینگی،

قاہرہ مین سید طالب کی قسمت کا فیصلہ ہوچکا تھا، لیکن عراق مین وہ بدستور اپنی کوشش مین لگے ہوئے تھے اور ابتک اپنی بادشاہت کا خواب دیکھ رہے تھے، چنانچہ ایک دعوت کے موقعہ پر جس مین عراق کے تمام عمائد اور سرداران قبائل جمع تھے اپنے خیالات ظاہر کئے، کہ" دار الانتداب مین بعض ایسے اشخاص موجود ہین جو عراقی قوم کے معاملات مین دخل دیتے ہین جس کو ہم ناپسند کرتے ہین، عراق کے معاملہ مین عراقیون کے علاوہ کسی اجنبی کو مداخلت کا حق نہین ہے، اگر انتدابی حکومت اپنے اس اعلان پر قائم رہی کہ وہ عراق کے معاملہ مین عراقیون کے جذبات کا احترام کریگی تو ہم بھی اس کا احترام کرین گے، ورنہ بیک وقت بیس ہزار بندوقین سر ہون گی" لیکن ان کی قسمت کا فیصلہ ہوچکا تھا، اس لئے ان کی یہ پرجوش تقریر صدا بصحرا ثابت ہوئی، اس تقریر کے بعد ہی ایک دن لیڈی کاکس نے ان کو چائے پر مدعو کیا، باہر موٹر مع مسلح گارد کے موجود تھی، جیسے ہی سید طالب محل سے نکلے موٹر پر بٹھا کر ہوا کر دیئے گئے، اور اس وقت تک کسی کو کانون کان خبر نہ ہونے پائی جب تک وہ عراق کے حدود سے باہر نہ نکل گئے، ان کے اخراج کے بعد سر برسی کاکس نے ان کے اخراج کے مصالح کے متعلق ایک اعلان شائع کیا،

سید طالب کے اخراج کے بعد ہی امیر فیصل جو حجاز مین بیٹھے انتظار کر رہے تھے مشہد اور کربلا وغیرہ

کی زیارت کرتے ہوئے بغداد پہنچ گئے، عراقیون کی نظرین اون کی طرف لگی ہوئی تھین، لیکن دولت برطانیہ کی غیر جانبداری دکھانے کے لئے سر برسی کاکس نے اعلان کیا کہ ملک معظم کی حکومت نے امیر فیصل کی امیدواری کے لئے کوئی کوشش نہین کی ہے، لیکن انگلستان انھین بہتر امیدوار سمجھتا ہے، عراقیون کی اکثریت بھی انھین حامل ہے، اس لئے اگر عراقی انھین بادشاہ بنائین گے تو برٹش گورنمنٹ پوری تائید کریگی،

ان کارروائیون کے بعد جولائی ۱۹۲۱ء مین عراق کی عارضی حکومت کے اجلاس مین طے ہوا کہ امیر فیصل کو بادشاہ بنایا جائے، اور حکومت کا نظام پارلیمنٹری اور جمہوری رکھا جائے، اور اس فیصلہ کی اطلاع سر برسی کاکس کو دیدی گئی، انھون نے لکھا کہ ملک معظم کی حکومت عراقی قوم کو اپنے لئے بادشاہ بنانے مین آزادی دے چکی ہی، اس لئے جب تک قوم کیجانب سے اس فیصلہ کی تائید نہ ہوگی، اسوقت تک اس کی تائید نہین کیجا سکتی مجلس نے منظور کر لیا، اور عراق کے عمائد و نمایندگان کی رائین طلب کین نتیجہ وہی نکلا، امیر فیصل بہت بڑی اکثریت یعنی ۹۶ فی صدی ووٹ سے بادشاہ منتخب ہوئے،

۲۳ راگست ۱۹۲۱ء کو تاج پوشی کا جلسہ ہوا، سر برسی کاکس نے امیر فیصل کی بادشاہت اور اس پر برطانیہ کی جانب سے تصدیق کا اعلان کیا، اختتامِ جلسہ کے بعد ملک معظم کا تہنیتی تار پیش کیا، جس مین مبارکباد کے ساتھ آخر مین یہ کلمات تھے کہ "ہم مین اور آپ مین عنقریب جو معاہدہ ہونے والا ہے، امید ہے کہ وہ ان تعلقات کو اور زیادہ مستحکم کر دیگا، جو جنگ عظیم کے دوران مین قائم ہوئے ہین، اور مین عراق کو امن و سلامتی کے جدید دور مین داخل کرنے کے لئے اپنے مقدس فرائض پورے طور سے انجام دونگا" رسم تاجپوشی کے بعد ستمبر ۱۹۲۱ء مین نقیب الاشراف کے ماتحت نئی وزارت مرتب ہوگئی،

اب بظاہر عراقیون کا مطالبہ پورا ہوگیا، اون کی قومی حکومت بھی قائم ہوگئی، امیر فیصل بادشاہ ہوگئے، انگریزی فوجین بھی ہٹ گئین، لیکن اس جدید دور نے پیچیدگیان اور زیادہ بڑھادین، اولاً عراق کی مالی حالت نہایت خراب تھی، موجودہ آمدنی اخراجاتِ حکومت کے لئے بالکل ناکافی تھی، اور قوم کسی جدید ٹیکس کے

قبول کرنے کے لئے آمادہ نہ تھی، انگریزون نے وعدہ کے مطابق حکومت کو چلانے کے لئے کافی مالی امداد دی، لیکن قومی حکومت دوسرون کی مدد پر کب تک چل سکتی تھی، اس سے زیادہ اہم اور نازک پیچیدگی انگریزون کی پالیسی نے پیدا کردی، نام کو تو انھون نے قومی حکومت قائم کردی لیکن کسی موقع پر انھون نے آزادی کا لفظ استعمال نہین کیا تھا اور نہ عملاً اس کا ظہور ہوا، امیر فیصل کی تاج پوشی سے قبل علانیہ برطانیہ کی حکم برداری تھی لیکن قیام بادشاہت کے بعد ایک عجیب معجون مرکب حکومت قائم ہوگئی، جسے نہ آزاد ہی کہہ سکتے تھے، اور نہ انتدابی، کہنے کو وہ آزاد تھی، لیکن عملاً ماضی و حال مین کوئی فرق نہ تھا، اس لئے عراقیون مین پھر شورش بپا ہوگئی، اور انھون نے نہایت جوش و خروش کے ساتھ مکمل آزادی کا مطالبہ شروع کیا، اور احتجاجاً نئی حکومت کو ٹیکس ادا کرنے سے انکار کردیا، اور عراق پھر شر و فتن کا آماجگاہ بن گیا، لیکن انگریزون نے اس کا کوئی اثر نہ لیا، اور عراقی حکومت سے ایک ایسے معاہدہ کے لئے گفت و شنید شروع کی، جو آزادی کے بالکل منافی تھا، عراقیون نے اس کے خلاف سخت احتجاج کیا، اس دوہرے دباؤ سے امیر فیصل کی حکومت سخت کشمکش مین مبتلا ہوگئی، اور اس سلسلہ مین مہینون بغداد اور لندن مین خط و کتابت ہوتی رہی، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا،

لطف یہ ہے کہ اہل ملک کے علاوہ خود انگریزی عہدہ دار بھی اس دوعملی کے سخت خلاف تھے، اس لئے کہ برطانوی اخراجات کے باوجود انھین پورا اختیار و اقتدار حاصل نہ تھا، چنانچہ انھون نے وزارت خارجہ کی اس پالیسی کے خلاف سخت احتجاج کیا کہ قوم کا لاکھون روپیہ عراق پر ضائع ہو رہا ہے اور حال یہ ہے کہ یہان ہمکو نہ اقتدار ہی حاصل ہے، اور نہ حکومت، ایسی حالت مین کسی جدید معاہدہ کی کوشش فعل عبث ہے، اگر وزارت خارجہ انتداب سے دست بردار نہین ہوسکتی تو کم از کم اسے زبان ہی سے اس کا اقرار کرلینا چاہئے،

لیکن ان تمام دشواریون اور مخالفتون کے باوجود وزارت خارجہ کی پالیسی مین کوئی فرق نہ آیا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مرتبہ پھر عراق مین انقلاب برپا ہوگیا، عراق کی حکومت نے اسے روکنے کی کوشش کی، مگر کامیابی نہ ہوئی، ان حالات سے متاثر ہوکر بعض وزرا احتجاجاً مستعفی ہوگئے، اور چند دنون کے بعد وزارت

ٹوٹ گئی، اس سے حالات اور زیادہ ابتر ہوگئے، سوء اتفاق سے عین ان حالات مین اگست ۲۲ء مین امیر فیصل بیمار
پڑ گئے اور ان کا آپریشن ہوا، وزارت پہلے سے ٹوٹ چکی تھی، امیر فیصل اپنے حال مین مبتلا تھے، اس لئے ملک بالکل
بے راہ ہوگیا، انگریزون کو موقع مل گیا، انھون نے تمام بڑے بڑے لیڈرون کو گرفتار کرکے خلیج فارس کے جزائر
مین نظر بند کردیا، اور تمام قومی اخبار بند کردیئے، اس سختگیری پر عوام کا جوش اور زیادہ بڑھ گیا، لیکن چند دنون
کے بعد پھر خود بخود ٹھنڈا ہوگیا، اس درمیان مین امیر فیصل بھی شفایاب ہوچکے تھے، اس لئے ستمبر ۲۲ء مین
نقیب الاشراف کے ماتحت دوسری وزارت منتخب ہوگئی، اس نے برطانیہ سے بیس سال کے لئے حسب
ذیل معاہدہ کرلیا،

ملک معظم برطانیہ عظمی وعدہ کرتے ہین کہ حکومت عراق کو مشورہ اور اعانت جس چیز کی ضرورت ہوگی
ملک معظم اس کو پیش کرین گے، اور عراق کی مسلح قوتون کو حسب اتفاق مدد دین گے، اور عراق کی حکومت
کو جلد سے جلد جمعیۃ الاقوام کی رکنیت مین داخل کرانے کی کوشش کرین گے، اس کے مقابلہ مین جلالۃ الملک بادشاہ
عراق عہد کرتے ہین کہ وہ اپنی حکومت مین انگریزون کے علاوہ کسی اجنبی کے خدمات سے فائدہ نہ اٹھائین گے،
اور ملک معظم برطانیہ عراق کے ہائی کمشنر کے ذریعہ سے جملہ امور مہمہ بالخصوص مالیات مین جو مشورہ دین گے
اس کو قبول کرین گے، نیز عدالتی شعبہ مین غیر ملکیون کے مصالح اور حقوق کی حفاظت کے لئے برطانیہ کی
جانب سے جو مشورہ دیا جائیگا، اسے قبول کرنے مین کوئی تامل نہ ہوگا، اور مجلس تاسیسی دجو آیندہ قائم ہونیوالی
تھی، کی تصدیق حاصل کرنے کیلئے موجودہ حکومت ملک کے لئے ایک ایسا قانون اساسی مرتب کریگی جس کی کوئی
دفعہ معاہدہ ہذا کے خلاف نہ ہوگی، اور فریقین کے نزدیک برطانیہ اور ان جملہ حکومتون کی رعایا کو جو جمعیۃ الاقوام
کی رکن ہین ٹیکس تجارت، جہاز رانی، صنعتی امور اور مزدوری مین یکسان حقوق حاصل ہون گے،

یہ معاہدہ امیر فیصل کے اس نوٹ کے ساتھ کہ " اگرچہ معاہدہ کی گفتگو مین بہت سی مشکلات حائل تھین،
لیکن ہم نے ان پر قابو حاصل کرکے یہ پسندیدہ حل نکالا ہے، برطانیہ عظمی نے ہماری سیاسی آزادی اور قومی حیات

کا احترام کر لیا ہے، شایع کر دیا گیا، اور ملک کو دوسرے اہم مرحلہ کی تکمیل یعنی ملک کے لئے قانون اساسی بنانے کیلئے "مجلس تاسیسی" کے ارکان کے انتخاب کی دعوت دیگئی، لیکن قوم اس معاہدہ کو ناپسند کرتی تھی، مگر احتراماً خاموش رہی،

اس معاہدہ کے دو مہینہ بعد دوسری وزارت بھی ٹوٹ گئی، اور نومبر ۲۲ء مین عبد المحسن سعدون نے نئی وزارت قائم کی، اس نے مجلس تاسیسی کے انتخابات کے انتظامات شروع کر دیئے، لیکن لیڈرون نے اس کی مخالفت کی، اور کہا کہ برطانوی مداخلت کے ہوتے ہوئے آزاد انتخاب ناممکن ہے، لیکن حکومت نے ان تمام لیڈرون کو جلاے وطن کر کے آغاز ۲۳ء مین مجلس تاسیسی کے انتخابات کر لئے، سابق معاہدہ کی وجہ سے اہل عراق حکومت سے سخت برہم تھے، انھین ٹھنڈا کرنے کے لئے مجلس تاسیسی نے برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ اس معاہدہ کی مدت عراق کے جمعیۃ الاقوام مین شامل ہونے کے وقت تک گھٹا دیجائے، جس کی مدت ترکی مصالحت کی تاریخ سے چار سال کے اندر ہو،

مجلس تاسیسی کے انتخاب کے بعد نومبر ۲۳ء مین سعدون پاشا کی وزارت بھی توڑ دیگئی اور "مجلس تاسیسی کے" اجتماع کے لئے جعفر پاشا عسکری کی وزارت قائم ہوئی، اس وزارت نے مارچ ۲۴ء مین مجلس تاسیسی کا اجتماع کیا، اس کے سامنے دو اہم کام تھے، ایک سابق معاہدہ کی تصدیق دوسرے حکومت کے لئے دستور اساسی کی ترتیب لیکن اہل عراق شروع سے اس معاہدہ کے خلاف تھے، اور ساری قوم کا مفاد اس سے متعلق تھا، اس لئے جب مجلس تاسیسی کے سامنے اسکے پیش ہونے کا وقت آیا، تو عراقیون نے اسکی مخالفت مین پورا زور صرف کر دیا، لیکن دوسری طرف سر پرسی کاکس مجلس پر دباؤ ڈال رہے تھے، کہ وہ اسکی تصدیق کرے، چنانچہ جون ۲۴ء کے اجلاس مین ۶۹ ارکان مین سے کل ۳۷ ارکان شریک ہوئے، اور معاہدہ کو بلا کسی ترمیم کے پاس کر دیا، اسکے بعد جولائی ۲۴ء مین حکومت کے لئے قانون اساسی اور اگست مین پارلیمنٹ کے لئے قانون مرتب کیا، ان فرائض کی تکمیل کے بعد جعفر پاشا کی وزارت ختم ہو گئی، اور ہاشمی وزارت کا آغاز ہوا، اسی زمانہ مین ترکی اور عراقی حکومت کے درمیان موصل کا مسئلہ چھڑا، ترکی حکومت کا دعوی تھا کہ اولاً موصل کی ولایت ترکی حکومت کا ایک

ناقابل انفصال جزہے، دوسرے اسکو انگریزون نے فتح نہین کیا تھا، بلکہ مونڈرس کے معاہدہ کے مطابق انگریزون کی فوجی ضروریات کیلئے انھیں دیا گیا تھا اسلئے اب واپس ملنا چاہئے،

موصل پٹرول کا بہت بڑا مخزن ہے جس کی اس زمانہ مین ہر حکومت محتاج ہے، جنگ عظیم سے قبل یہان ایک پٹرولیم کمپنی قائم ہوئی تھی جسمین برطانیہ، فرانس، ہالینڈ اور امریکہ کا سرمایہ لگا ہوا تھا، ہالینڈ کی شرکت کی وجہ سے انگریز گویا دوسرے حصہ دار تھے، اس لئے سب سے زیادہ اون کا مفاد موصل سے متعلق تھا، چنانچہ انھون نے عراق کی حکومت کی تائید مین ترکون پر بڑا زور ڈالا، کہ وہ اس مطالبہ سے باز آجائین، جب اس مین ناکامی ہوئی تو یہ مسئلہ تصفیہ کے لئے جمعیۃ الاقوام کے سامنے پیش کر دیا، اس نے تحقیقات کے لئے ایک کمیشن بھیجا، عراق اور ترکی حکومت کے ساتھ بڑی طول طویل گفتگو کے بعد یہ طے ہوا کہ اگر عراق کی حکومت سابق معاہدہ کی مدت بیس سال سے بڑھا کر پچیس ۲۵ سال کر دے، اور ترکی حکومت کو موصل کی پٹرولیم کمپنی مین خاص امتیازات مل جائین تو موصل کی ولایت عراق ہی کے قبضہ مین رہنے دیجائے، عراق کی پارلیمنٹ کی اکثریت نے اسے منظور کر لیا،

اس مفاہمت کے بعد انگریزون نے عراقی اور کمالی حکومت مین اتحاد و اتفاق کرانے کی بڑی کوشش کی، چونکہ عراق کی حکومت خندہ پیشانی کے ساتھ پٹرولیم کمپنی مین کمالی حکومت کو خاص حقوق و امتیازات دینے پر آمادہ ہو گئی تھی، اس لئے دونون نے گذشتہ کینون کو فراموش کر دیا، اس مفاہمت کے بعد ۲۶ء مین ترکی، عراق اور برطانیہ نے ایک متفقہ معاہدہ کیا اس سے بہت سے مختلف فیہ مسائل طے ہو گئے، یہ معاہدہ عراق کی داخلی آزادی کا پہلا ثبوت اور پڑوسی حکومتون کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کیجانب پہلا قدم تھا،

گو یہ تمام مراحل طے ہو گئے، لیکن برطانیہ اور عراق مین سابق معاہدہ کی بعض دفعات مین جو فوج، مالیات، عدالت اور عہدہ دارون کے تقرر خصوصاً اول الذکر دو مسائل کے متعلق تھین اب بھی اختلاف تھا، عراق کی حکومت فوج اور مالیات کی دفعات مین چند در چند قیود اور شرائط کو سخت ناپسند کرتی تھی، سر برسی کاکس نے اسمین ترمیم کرا دینے کا وعدہ کر کے مجلس تاسیسی سے اسکی تصدیق کرا لی تھی، لیکن ان کے مقدمے کا وہی حال ہوا جو کمزورون

کے مقابلہ مین طاقتور ون کے وعدہ کا ہوتا ہے جعفر پاشا عسکری کے بعد جس قدر وزارتین قائم ہوئین ان سب نے مذکورۂ بالا دفعات مین ترمیم کرانے کے لئے پورا زور صرف کردیا، لیکن انگریز برابر ٹالتے رہے،

نومبر ۲۶ء مین امیر فیصل نے موجودہ کابینہ یعنی سعدون پاشا کی وزارت توڑدی، اور جعفر پاشا عسکری کو لندن سے بلا کر ایسی وزارت قائم کرنے کا حکم دیا، جس مین ملک کی ہر جماعت کی پوری نمایندگی ہو، انھون نے اس حکم کے مطابق آخری نومبر مین نئی وزارت مرتب کی، اس کا بھی سب سے اہم مقصد سابق معاہدہ کی فوجی اور مالی دفعات مین ترمیم کرانا تھا، چنانچہ کابینہ کے قیام کے ساتھ ہی اس کے ارکان نے اس مسئلہ پر برطانوی دارالاعتماد سے گفتگو شروع کردی، اور بڑے رد و قدح کے بعد طے پایا کہ یہ گفتگو بغداد کے بجائے لندن مین ہونی چاہئے، چنانچہ جعفر پاشا عسکری کو یہ خدمت سپرد ہوئی اور مجلس وزرا نے یہ بھی طے کیا کہ اس گفتگو کو باوزن بنانے کے لئے امیر فیصل کو بھی ساتھ جانا چاہئے، اس فیصلہ کے بعد دونون نے لندن کا سفر کیا، اور وہان پہنچکر ایک ایسے جدید معاہدہ کی کوشش کی جس کی بنیاد خالص آزادی پر ہو، اور جو سابق معاہدون کو منسوخ کردے، جس کی رو سے عراق جمعیۃ الاقوام مین شامل ہو سکے، اور عراق مین برطانوی مشیرون کی تعداد محدود ہوجائے، اور عراق کی حکومت کو جبری بھرتی کا حق حاصل ہوجائے، فوجی اور مالی دفعات جو مختلف قیدین لگاتی ہین، ان مین اصولی ترمیم ہوجائے، ان تمام مسائل پر عرصہ تک گفتگو ہوتی رہی، لیکن نتیجہ کچھ نہ نکلا، صلح کی گفتگو ناکام رہی، اور رئیس الوزرا مایوس ہوکر لوٹ آئے، لیکن امیر فیصل تغیر حالات کے انتظار مین مقیم رہے، ابھی رئیس الوزرا راستہ مین تھے کہ امیر فیصل کو اپنے حسب منشا معاملات طے کرنے مین کامیابی ہوگئی، انھون نے بحری تار دیکر رئیس الوزرا کو معاہدہ کی تصدیق کے لئے واپس بلالیا، انھون نے معاہدہ مذکور پر جس کی بنیاد مذکورۂ بالا پوائنٹ پر تھی دستخط کردئے، عراق کی مجلس وزرا نے بھی اسے منظور کرلیا، لیکن یہ معاہدہ بالکل لاحاصل رہا، کیونکہ چند در چند وجوہات کی بنا پر جن کی تفصیل بہت طویل ہے عراق کی پارلیمنٹ اور برطانیہ کی تصدیق کے قبل ہی، یہ معاہدہ بیکار ہوگیا،

جنوری ۱۹۲۸ء مین عسکری وزارت ٹوٹ گئی، اور پھر سعدون پاشا کی وزارت قائم ہوئی، انھون نے دیکھا کہ موجودہ حکومت کی تشریعی اور تنفیذی قوتون مین توازن نہین ہے، اس لئے پارلیمنٹ توڑ کر جدید انتخابات کا حکم دیا، عراقیون نے اس کے خلاف سخت شورش کی اور انتخابات مین حائل ہوئے، لیکن سعدون پاشا نے انھین بزور دبا کر مئی ۱۹۲۸ء مین انتخابات کرا کے جدید پارلیمنٹ قائم کر دی،

اس پارلیمنٹ کے انتخاب کے بعد سعدون پاشا نے پھر مختلف مسائل کا مسئلہ اٹھایا، اور ایسے ترمیمات کے لئے گفتگو شروع کی، جو عراق کے حالات کے مطابق اور اس کی آیندہ ترقی کے ضامن ہون، انگریزی حکومت نے اس مسئلہ پر آیندہ تفصیلی بحث کے لئے دو بنیادی مسودے پیش کئے، لیکن اس مین عراقیون کے اطمینان کا کوئی سامان نہ تھا، تاہم اس پر بحث و گفتگو ہوئی، لیکن برطانیہ نے عراقیون کی تمام ترمیمین رد کر دین اور سابق گفتگوؤن کی طرح اس گفتگو کا خاتمہ بھی ناکامی پر ہوا، عراقی پہلے ہی سے برہم تھے، اس تازہ واقعہ نے انھین اور زیادہ مشتعل کر دیا، اور عراق مین پھر سابق شورش عود کر آئی، سعدون پاشا احتجاجاً مستعفی ہو گئے، لیکن ملک کی شورش کیوجہ سے اس وقت جدید انتخابات ناممکن تھے، اسلئے نئے انتخاب تک سعدون پاشا ہی وکالۃً حکومت چلاتے رہے،

ان تمام ہنگامون کے ذمہ دار بڑی حد تک سر ہنری ڈوبس تھے، یہ اپنی قوت کے زعم مین حکومت برطانیہ کو عراق کے صحیح حالات سے آگاہ نہین کرتے تھے، اسلئے اختلافی گتھیان اور زیادہ الجھتی جاتی تھین، لیکن اصلی حالات کب تک ظاہر نہ ہوتے، بالآخر انگریزی حکومت نے ان حالات کا اندازہ لگا کر سر ہنری کی جگہ سر گلبرٹ گلوٹین کو جو عربون کے ہمدرد اور طبعاً نرم اور صلح پسند تھے ہائی کمشنر بنا کر بھیجا، یہ سوے اتفاق سے اس زمانہ مین پہنچے جب آخری گفتگو کی ناکامی کیوجہ سے برطانیہ کے خلاف سخت شورش بپا تھی، تاہم انھون نے مفاہمت کی سلسلہ جنبانی شروع کر دی، اور عراقیون سے پورا وعدہ کیا کہ وہ لندن کی حکومت کو عراق کے حقیقی حالات سے آگاہ کر کے ایسی اصلاحات کرنے کا مشورہ دین گے جن سے ایک طرف اہل ملک رضامند ہو جائین، دوسری طرف عراق مین انگریزی مصالح کو صدمہ نہ پہنچے، سر گلبرٹ گلوٹین کے اس مصالحانہ رویہ

اور وعدون کے بعد امیر فیصل نے توفیق سویدی کو جدید وزارت قائم کرنے کا حکم دیا، انھون نے سر گلبرٹ کے وعدون پر اعتماد کرکے سابق ارکان وزارت کا کابینہ قائم کیا، ان جدید حالات کے بعد اس وزارت کی پالیسی بدل گئی، اس نے فیصلہ کیا کہ گذشتہ مختلف فیہ مسائل پر بحث و مباحثہ مین وقت ضائع کرنا بیکار ہی نہ موجودہ حالات ہی کے مناسب ہی، اس لئے اگر گورنمنٹ برطانیہ عراق کو جمعیۃ الاقوام کی رکنیت مین داخل کرانے کا قطعی وعدہ کرے تو اور تمام گذشتہ معاہدون کو منسوخ کرکے اکتوبر ۲۲ء والا پہلا معاہدہ برقرار رکھا جائے، سر گلبرٹ نے اسے منظور کر لیا، اور گورنمنٹ برطانیہ کو اس کی اطلاع دیدی، اس وقت لیبر گورنمنٹ تھی اس نے جواب دیا کہ اگر عراق کی حکومت مصر کی حکومت کی طرح ان ہی شرائط پر برطانیہ سے ایک نیا معاہدہ کرے تو برطانیہ ۳۲ء مین حکومت عراق کو جمعیۃ الاقوام مین داخل کرانے کی پوری کوشش کریگی، عراقی حکومت نے اسے مان لیا،

عراق کے جمعیۃ الاقوام کی رکنیت مین داخل ہونے سے پہلے ضروری تھا کہ ایک ایسی مضبوط وزارت قائم کیجائے، جو اسکو اس اہم مرحلہ سے عہدہ برآ ہونے کے لائق بنا سکے، اور اس بڑی ذمہ داری کو سرانجام دے سکے، اسلئے توفیق سویدی نے وزارت کی کرسی چھوڑ دی، اور سعدون پاشا میدان مین آئے لیکن موعودہ معاہدہ عراق کے مصالح کے بالکل خلاف تھا، عراق کی حالت مصر سے بالکل مختلف تھی، اُس کیلئے مصر کے شرائط پر معاہدہ کرنا بالکل غیر مناسب تھا، اس لئے سعدون پاشا نے اس کی تائید کرنیکے بجائے اس کی مخالفت مین پورا زور صرف کر دیا، اور برطانیہ کو اس غیر مفید بلکہ مضر معاہدہ سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ عراقیون کے علی الرغم حکومت عراق سے اس معاہدہ کے کرانے پر اڑی ہوئی تھی، چنانچہ اس نے صاف صاف کہدیا کہ جب تک حکومت عراق معاہدہ نہ کریگی، اس وقت تک ہم اس کے لئے کسی قسم کی کوشش نہین کر سکتے: سعدون نے اسکی مخالفت مین ہر ممکن قوت صرف کردی، جب وہ تھک کر مایوس ہوگئے، اور انھین یقین ہوگیا کہ انگریز کسیطرح اپنے ارادے سے باز آنیوالے نہین ہین، تو خودکشی کرکے ملک پر سے نثار ہوگئے۔

سعدون پاشا کے خودکشی کرنے کے بعد اون کے پرانے رفیق کار ناجی سویدی وزیر خارجہ نے ان کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے نومبر ۲۹ء مین اپنے رفقار کی وزارت مرتب کر کے اعلان شائع کیا کہ فدائے وطن شہید قوم سعدون پاشا اپنے خون سے لکھ کر ہمارے لئے جو لائحہ عمل بنا گئے ہین اس مین سرمو تبدیلی اور ایک حرف کی ترمیم نہ ہوگی، اس اعلان کے بعد عرصہ تک وہ سیاست کے اکھاڑے مین اپنے حریف کے ساتھ داؤن پیچ چلتے رہے، لیکن آخر مین انھون نے بھی تھک کر وزارت کی کرسی چھوڑ دی،

ان کے بعد نوری سعید نے مارچ ۳۰ء مین نئی وزارت مرتب کر کے نئے سرے سے پھر گفت وشنید کا آغاز کیا، خلاف توقع اون کی مساعی کامیاب ہوئین، اور وہ مئی ۳۰ء مین گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ ایک ایسا معاہدہ کرنے مین کامیاب ہو گئے جس سے حکومت عراق کے ساتھ انگریزون کا تعلق بہت محدود ہو گیا اور اس کی مستقل آزادی مسلم ہو گئی اور جس قدر گذشتہ معاہدات ہو چکے تھے سب منسوخ ہو گئے، نوری سعید نے اس معاہدہ کے سلسلہ مین ایک اہم شرط یہ بھی لگا دی کہ عراق کے جمعیۃ الاقوام مین داخل ہونے کے بعد سے نافذ ہوگا، اس شرط سے انگریزون کے لئے جلد سے جلد اس فرض سے سبکدوش ہونا ضروری ہو گیا، اس معاہدہ کی اہم دفعات کا خلاصہ یہ ہے:۔

اس معاہدہ کی رو سے گورنمنٹ برطانیہ عراق کو مستقل اور آزاد حکومت تسلیم کرتی ہے، آیندہ عراق کا سیاسی نمایندہ براہ راست ملک معظم برطانیہ کے سامنے اپنی قوم کی نمایندگی کر سکے گا، اس معاہدہ کے بعد عراق کے متعلق ملک معظم برطانیہ کی تمام ذمہ داریان ختم ہو جائین گی، لیکن عدالت اور ان محاصل حکومت مین جن سے انگریزی فوجیں فائدہ اٹھاتی ہیں بدستور انگریزون کے امتیازات اور تحفظات باقی رہین گے اور عراق مین حکومت انگریزی افواج کی نقل و حرکت، اسکی پریڈ اور اخراجات مین ہر ممکن سہولت بہم پہنچائیگی جلالۃ الملک شاہ عراق ہز مجسٹی برطانیہ عظمٰی کو معاہدہ کی مدت بھر کے لئے عراق مین دو انگریزی ہوائی مستقر قائم کرنے کے لئے جگہ دین گے، اور عراق مین انگریزون کے صرف سے برطانوی فضائی قوت کی نگرانی

کے لئے ایک نگران کرین گے اور جب فریقین مین سے کوئی فریق کسی جنگ مین شریک ہوگا، تو دوسرا فریق بھی مدافعت مین اپنی پوری قوت صرف کریگا"

اس معاہدہ مین گو انگریزون کے بعض خاص حقوق و امتیازات باقی رہگئے، تاہم اور تمام پابندیان اور شرطین ختم ہوگئین، اور برطانیہ نے عراق کی مستقل آزادی تسلیم کرلی، اس معاہدہ کے دو سال بعد ۳۲ء مین عراق جمعیۃ الاقوام کی رکنیت مین بھی داخل ہوگیا، اس سے بڑی حد تک اسکی آزادی پر مہر تصدیق ثبت ہوگئی، امید ہے کہ رفتہ رفتہ بقیہ برطانوی امتیازات بھی ختم ہو جائین گے، اور عراق بلا کسی مداخلت کے صحیح معنون مین ایک آزاد ملک ہو جائیگا،

۱۹۳۲ء مین امیر فیصل گورنمنٹ برطانیہ کی دوستانہ دعوت پر لندن گئے، ملک معظم کی جانب سے نہایت شاندار خیر مقدم ہوا، چند دنون لندن مین قیام کرنے کے بعد امراض قلب کے علاج کے لئے جو عرصہ سے لاحق تھا، برن (سوئزرلینڈ) گئے، ابھی علاج جاری تھا کہ عراق مین آشوریون نے شورش بپا کردی، اسلئے اگست ۳۳ء مین ہوائی جہاز کے ذریعہ سے عراق واپس آئے، شورش فرو ہونے کے بعد علاج کی تکمیل کے لئے پھر سوئزرلینڈ واپس گئے، اس مرتبہ اون کی مٹی وہان لیگئی تھی، آغاز ستمبر ۳۳ء مین حرکت قلب بند ہو جانے سے دفعۃً انتقال کر گئے، لاش بغداد لاکر ۱۰ ستمبر کو سپرد خاک کی گئی،

امیر فیصل کی اس ناگہانی موت کے متعلق مختلف شکوک و شبہات کئے جاتے ہین، ایک خیال یہ ہی کہ انھون نے خودکشی کرلی، دوسرا بیان یہ ہے کہ کسی نے زہر دیدیا، لیکن ڈاکٹرون کا فیصلہ ہے کہ وہ مدتون سے امراض قلب مین مبتلا تھے، قلب بہت کمزور ہو رہا تھا، زمانہ قیام سوئزرلینڈ کے زمانہ مین یہ بدعنوانی ہوئی کہ سیر و تفریح کے سلسلہ مین ایک پہاڑ پر چڑھ گئے، قلب بہت ناتوان تھا، اس مشقت کی تاب نہ لاسکا، اور جواب دے گیا،

امیر فیصل کی اس ناوقت موت نے عراق کو نہایت سخت نقصان پہنچایا، ابھی انھین اپنی قوم اور اپنے

ملک کے لئے بہت کچھ کرنا تھا، ان کے بعد ان کے نوعمر اور ہونہار فرزند امیر غازی تخت نشین ہوئے، یہ ابھی بہت کم سن ہین یعنی کل ۲۲ سال کی عمر ہے، ۱۹۱۲ء مین وہ پیدا ہوئے تھے، ابتدائی تعلیم لائق انگریزی اساتذہ کی نگرانی مین عراق ہی مین ہوئی، اور تکمیل لندن مین کی گو امیر غازی ابھی نوعمر ہین لیکن اپنے باپ کی زندگی ہی مین وہ حکومت کے کامون مین حصہ لینے لگے تھے، چنانچہ امیر فیصل کے آخری سفر کے زمانہ مین انکی غیبت مین عراق کی حکومت کا کام دیکھتے تھے، امیر غازی نہایت لائق اور ہونہار ہین، ان سے بڑی توقعات وابستہ ہین، امید ہے کہ یہ اپنے باپ کے کام کو پوری ذمہ داری کے ساتھ انجام دین گے، اور ان کے دور مین عراق نہایت سرعت اور کامیابی کے ساتھ ترقی کے مدارج طے کریگا،

افسوس ہے کہ ہمارے پاس عراق کی موجودہ حکومت کے فوجی، مالی، انتظامی اور دیگر شعبہائے متعلقہ کے متعلق کوئی مواد نہین ہے، اس لئے ہم ان چیزون کے متعلق کوئی معلومات نہین پیش کرسکتے، البتہ عراق کی تعلیمی حالت جو قومون اور ملکون کی ترقی کی اصل بنیاد ہے، بہت امید افزا ہے،

**عراق کی تعلیمی حالت** عراق صدیون علوم و فنون کا مرکز رہا، بلکہ مسلمانون کی علمی تاریخ کا آغاز اسی سرزمین سے ہوتا ہے، تاریخ اسلام مین علوم و فنون کی بنیاد بغداد مین پڑی اور اسی مرکز نور سے ساری دنیائے اسلام مین علم کی روشنی پھیلی، لیکن عباسیون کی تباہی اور بغداد کی بربادی کے بعد یہ علمی بساط الٹ گئی، اور عراق سے علم و فن کا نام و نشان مٹ گیا، اور آج مشکل سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ عراق کی سرزمین کبھی علوم و فنون کا گہوارہ تھی، ترکون نے یہان صدیون حکومت کی لیکن وہ بھی اس بگڑی ہوئی حالت کو نہ سدھار سکے، چنانچہ جب اون کی حکومت یہان سے اٹھی ہے، اس وقت یہان برائے نام تعلیم اور ایک خاص طبقہ مین محدود تھی، عام تعلیم بہت ابتدائی حالت مین تھی، مگر جدید حکومت کے قیام کے ساتھ دفعۃً تعلیمی حالت مین انقلاب آگیا، چنانچہ امیر فیصل کی تخت نشینی ۲۱ء سے لیکر ۲۷ء تک سات برس کے عرصہ مین عراق کی تعلیمی حالت بہت کچھ سنبھل گئی ہے اور جدید حکومت مالی دشواریون کے باوجود تعلیم کی اشاعت مین بڑی سرگرمی سے کام لے رہی ہے، اگر یہی رفتار قائم رہی

توربع صدی کے اندر اندر تعلیم عام ہوجائیگی، اس ہفت سالہ مدت مین تعلیم کی جس قدر اشاعت ہوئی اس کا اندازہ ان اعداد شمار سے ہوسکتا ہے، جو ۱۹۲۶ء کی عراق کی وزارت تعلیم کی رپورٹ سے ماخوذ ہیں،

ابتدائی (پرائمری) مردانہ مدارس | ترکی حکومت کے خاتمہ کے وقت عراق مین بہت کم مدارس تھے سات سال کی مدت مین بہت سے ابتدائی مدارس قائم ہوگئے ہیں، اور انکی تعداد ۲۴۹ تک پہنچ گئی ہی، ان مین سے ۳۲ بغداد مین ہین، پچیس بصرہ مین، تیئیس موصل مین، اکیس دیالی مین، سترہ کرکوک مین، چودہ المنتفک مین گیارہ دیوانیہ مین، گیارہ دلیم مین، گیارہ اربل مین، بارہ عمارہ مین، سات الکوت مین، چھ کربلا مین، چھ الحلہ مین، اور چار سلیمانیہ مین ہین، ان مین ۵۹۷ اساتذہ ہین، اور ۲۴۷۰۰ طلبہ تعلیم پاتے ہین،

ثانوی (سکنڈری) مردانہ مدارس | ثانوی مدارس کی تعداد ابھی بہت کم ہے، اور وہ چودہ ولایات مین سے صرف آٹھ بڑی ولایتون مین ہین، یعنی بغداد، موصل، بصرہ، کرکوک، نجف، سلیمانیہ، عمارہ اور حلہ مین ایک ایک مدرسہ ہے، ان مین ۷۲۹ طلبہ تعلیم پاتے ہین،

مدارس نسوان | مردون کی تعلیم کے ساتھ حکومت تعلیم نسوان سے بھی غافل نہین ہی گو ابھی اس مین زیادہ ترقی نہین ہوئی تاہم عورتون کے تیس مدارس ابتک قائم ہوچکے ہین، ۱۲ موصل مین، دس بغداد مین، دو دو بصرہ اور کرکوک مین اور ایک ایک دیالی، سلیمانیہ، عمارہ اور المنتفک مین، ان مین ۱۶۳ معلمات تعلیم دیتی ہین، اور ۴۴۲۳ طالبات تعلیم پاتی ہین،

ٹریننگ اسکول | تعلیم کی عام اشاعت کے لئے ٹریننگ اسکولون کی سخت ضرورت ہی، مگر ابھی انکی تعداد بہت کم ہے، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے، تاہم ابتک اس سے ٹریننگ مین رکاوٹ پیدا نہین ہوئی ہی، اور ٹریننگ حاصل کرنے والون کی تعداد روز بروز بڑھتی جارہی ہی، اسوقت ۱۳۱۶ طلبہ ٹریننگ کے لئے داخل ہوچکے ہین، اور ۱۳۸ ٹریننگ تمام کرچکے ہین، موصل اور بغداد مین عورتون کی ٹریننگ کا بھی انتظام ہے، اور اس وقت ۸۶ طالبات ٹریننگ حاصل کررہی ہین، اور چند حاصل کرچکی ہین،

ٹکنکل اسکول | عراقیون مین ابھی صنعت وحرفت کا مذاق بہت کم ہے، اس لئے صنعتی تعلیم بہت ابتدائی حالت مین ہے عراق مین تین صنعتی مدارس تھے، ایک موصل مین ایک بغداد مین اور ایک کرکوک مین، لیکن طلبہ کی کمی کی وجہ سے کرکوک کا مدرسہ بند کردیا گیا، موصل کا مدرسہ معمولی حالت مین ہے، البتہ بغداد کا مدرسہ ترقی پر ہے اس مین دو مصری ماہرین فن تعلیم دیتے ہین، اس مدرسہ کے متعلق ایک بورڈنگ بھی ہی، ہر سال حکومت پورے عراق سے چند طلبہ منتخب کرکے تعلیم کے لئے بلاتی ہے، اور ان کے جملہ اخراجات خود ادا کرتی ہی، ان مدارس مین الکٹرک انجنیئرنگ، آہنگری، نجاری اور پارچہ بافی کی تعلیم ہوتی ہی،

لا کالج | عراق مین ابھی قانونی تعلیم کا مکمل انتظام نہین ہی، تاہم وقتی حاجت روائی کے لئے ایک لا کالج موجود ہے، اس وقت اس مین ۱۴۲ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہین،

شبینہ اسکول | عراق کی غیر تعلیم یافتہ آبادی کا بڑا حصہ کاروباری ہے، جسے دن کو تعلیم کی فرصت نہین ملتی، اسکی تعلیم کے لئے حکومت نے ہر ہر ولایت مین مدارس شبینہ قائم کردئے ہین، چنانچہ موصل مین ۱۱ مدارس شبینہ بغداد مین تیرہ ۱۳، بصرہ، حلہ، دیالی، دیوانیہ، عمارہ منتفک مین دو دو ۲ مدارس، اربل اور کربلا مین ایک ایک ہے، ان مین ۱۶۴۶ ان پڑھ تعلیم حاصل کرتے ہین، لیکن ابھی یہ تعلیم بہت ناکافی ہی،

پبلک اسکول | اوپر کی تعداد سرکاری مدارس کی تھی، جن کے تمام اخراجات حکومت برداشت کرتی ہی، ان کے علاوہ اکثر بڑے بڑے مقامات پر پبلک اسکول بھی ہین، جن کی مجموعی تعداد ۱۶ ہے، ان مین، ۲ موصل مین، ۲ بغداد مین، ۱۰ بصرہ مین، دو دو حلہ، کاظمیہ اور نجف مین اور ایک ایک الزبیر اور کربلا مین ہین، ان مدارس مین ۱۱۵ اساتذہ تعلیم دیتے ہین، اور ۴۷۰۴ طلبہ تعلیم حاصل کرتے ہین، حکومت اس شعبہ مین پچاس ۵۰ ہزار سالانہ امداد دیتی ہے،

پبلک لائبریری | ملک مین عام علمی مذاق پیدا کرنے اور تعلیم یافتہ آبادی کے استفادہ کے لئے ایک عام کتب خانہ ہے، جس مین ۷۶۲۲۶ کتابین ہین، ان مین ۲۸۳۸ کتابین عربی ہین، ۳۸۲۹

انگریزی ۴۴۴ فرنچ، اور باقی ۵۱۵ ترکی اور فارسی وغیرہ ہین، اس کتب خانہ سے مہینہ مین اوسطاً بارہ سو آدمی فائدہ اٹھاتے ہین، ۱۹۲۸ء سے حکومت نے اپنے میزانیہ مین اس کتب خانہ کی خریداری کتب کے لئے ایک رقم مخصوص کردی ہے،

**غیر ممالک مین تعلیم کا انتظام،** ان ملکی مدارس مین تعلیم کے علاوہ حکومت ہر سال طلبہ کی ایک جماعت اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرونی ممالک مین بھیجتی ہے، چنانچہ اس سات سال کے عرصہ مین ۲۹۵ طلبہ کو اپنے خرچ پر بیرونی ممالک بھیج چکی ہے، ان مین سے ۲۱۴ تعلیم پوری کرکے واپس آچکے ہین، عام آبادی مین حصول تعلیم کے لئے یورپ جانے کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہے، اور اس وقت سینکڑون طلبہ اپنے اخراجات پر مختلف ممالک مین تعلیم حاصل کررہے ہین،

**کشافہ (بوائے اسکاوٹ)** کشافہ کی وسعت وتنظیم روزافزون ترقی پر ہے، اس وقت تک کشافہ کی تعداد ۸۸۰ تک اور طلائع کی تعداد ۲۹۰ تک پہنچ چکی ہے، اور وقتاً فوقتاً ان کے بڑے بڑے سفر ہوتے رہتے ہین، معلمین کشافہ کی تعلیم کے لئے بصرہ مین فن کشافہ کے درس و مطالعہ کا معقول انتظام ہے، اور پایہ تخت کے متصل کشافہ کے پڑاؤ کی ترتیب وتنظیم کے لئے جملہ سامان مہیا ہوچکے ہیں،

جیسا کہ ہم نے اوپر ظاہر کیا ہے کہ ہمارے پاس حکومت عراق کے فوجی انتظامی اقتصادی، اور دوسرے شعبہائے حکومت کے متعلق کوئی مواد نہیں ہے اس لئے محض سیاسی سرگذشت پر یہ داستان ختم کیجاتی ہے، اجمالاً اتنا معلوم ہے کہ اسکا ہر شعبہ نہایت سرعت کیساتھ ترقی کررہا ہے، اور امید ہے کہ یہ نومولود حکومت ایران اور ترکی کیطرح بہت جلد ایک ترقی یافتہ حکومت بنجائیگی، اوپر جن حکومتوں کے حالات لکھے گئے ہیں، انکے علاوہ مکلا اور عمان کی حکومتیں بھی لائق ذکر تھیں لیکن انکے متعلق ہمارے پاس کوئی قابل ذکر مواد نہ تھا، اسلئے انھیں قلم انداز کرنا پڑا، باقی سرسری علم کیلئے جغرافیہ کے تحت کے حالات کافی ہیں، ان دونون کے علاوہ بعض اور چھوٹی چھوٹی امارتیں ہیں لیکن وہ بہت کم حیثیت اور ناقابل ذکر ہین،

# سیر الصحابہؓ

سیرۃ نبوی کے بعد مسلمانون کے لئے جن مقدس ہستیون کے کارنامے اور سوانح حیات مشعلِ راہ ہو سکتے ہین وہ حضرات صحابہ کرام ہین، دار المصنفین نے پندرہ برس کی جانفشانی اور کوشش مین اس عظیم الشان کام کو انجام دیا، اور اردو مین صحابہ کرام کے حالات و سوانح اور اخلاق وحسنات کی دس ضخیم جلدین احادیث و سیر کے ہزارون صفحات سے چنکر مرتب کین اور بحسن و خوبی شائع کیا، ضرورت ہے کہ حق طلب اور ہدایت و رہنمائی کے جویا مسلمان ان صحیفون کو پڑھین، اور اُس شمع ہدایت کی روشنی مین چلین، جو آج سے ساڑھے تیرہ سو برس پہلے ان کے سامنے جلائی گئی تھی، ان جلدون کی علحدہ علحدہ قیمتین حسب ذیل ہین جنکا مجموعہ ۳۳ ہوتا ہے لیکن پورے سٹ کے خریدار کو صرف پچیس (۲۵) روپیہ مین یہ دس جلدین کامل نذر کیجاتی ہین پیکنگ ذمہ دار المصنفین، محصول ذمہ خریدار،

| | | |
|---|---|---|
| جلد اول خلفاے راشدین بیہ | جلد پنجم۔ سیر انصار دوم عہ | جلد نہم، اسوۂ صحابہ اول، قیمت:۔ بیہ |
| جلد دوم مہاجرین اول، للعہ | جلد ششم۔ سیر الصحابہ ششم سے | |
| جلد سوم۔ مہاجرین دوم، بیہ | جلد ہفتم۔ سیر الصحابہ ہفتم، سے | جلد دہم اسوۂ صحابہ دوم، للعہ |
| جلد چہارم۔ سیر انصار اول، بیہ | جلد ہشتم۔ سیر الصحابیات، عہ | |

منیجر دار المصنفین اعظم گڈہ

# ارض القرآن

## حصۂ اوّل

از

مولٰنا سید سلیمان صاحب ندوی،

عرب کا قدیم جغرافیہ، عاد و ثمود و سبا، اصحاب الایکہ، اصحاب الحجر، اصحاب الفیل کی تاریخ اس طرح لکھی گئی ہے جس سے قرآن مجید کے بیان کردہ واقعات کی یونانی، رومی، اسرائیلی لٹریچر اور موجودہ آثار قدیمہ کی تحقیقات سے تائید و تصدیق ثابت کی ہے، (طبع دوم)

ضخامت:- ۳۲۴ صفحے، قیمت:- عہ/

## حصۂ دوم

قرآن مجید کے اندر جن قوموں کا ذکر ہے، ان میں سے مدین، اصحاب الایکہ، قوم ایوب، بنو اسمٰعیل، اصحاب الرس، اصحاب الحجر، بنو قیدار، انصار اور قریش کی تاریخ، اور عرب کی تجارت، زبان اور مذہب پر تفصیلی مباحث،

ضخامت: ۴۰۲ صفحے، قیمت: عہ/ (طبع دوم)

منیجر دار المصنفین،

(طابع محمد اویس ولد ...)

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱۲۶۴۵

RR

953

معین الدین احمد شاہ قریشی

RR

کتب خانہ جامعہ عثمانیہ

KREEMKHAN
کارخانہ ... ترپ بازار
BOOKBINDING DEPOT
NO 3605 TROOP BAZAR
HYDERABAD.DN